جلد ۶ — ۷ و ۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء — نمبر ۳-۴

فہرست مضامین

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان

۳۰ نومبر کو "سائمن کمیشن" کے لکھنؤ پہونچنے کے سلسلہ میں جو ماتمی جلوس نکالا گیا تھا، اس میں اور پولیس میں ایک جگہ تصادم ہو گیا جس میں پولیس نے پنڈت جواہر لال نہرو اور دوسرے قومی کارکنوں کو لاٹھیوں سے بہت زد و کوب کیا۔ کہتے ہیں کہ جلوس جب ایک ایسی سڑک پر پہنچا جس پر چلنے کیلئے لائسنس کی ضرورت تھی، تو پولیس نے انھیں روکا اور ان سے منتشر ہو جانے کے لئے کہا لیکن جب وہ منتشر نہیں ہوئے تو سواروں نے ان پر ڈنڈے برسانے شروع کئے جس میں آٹھ دس چوٹیں پنڈت جواہر لال کے آئیں۔ پولیس کی ان حرکتوں پر حکومت ہمت افزائی کر رہی ہے اور ملک پر عام طور سے اس پر نفرت اور غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

۲۹ر نومبر کی تاریخ تمام ہندوستان میں "یوم لاجپت" منانے کیلئے مقرر کی گئی تھی جس دن تمام بڑے بڑے مقامات پر لالہ لاجپت رائے کے یادگاری فنڈ کیلئے چندہ جمع کیا گیا۔ ان کی قومی و ملکی خدمات کی یادگار قایم کرنے کیلئے ۵ لاکھ سرمایہ کا جو اپیل کیا گیا ہے امید ہے کہ وہ جلد اکٹھا ہو جائے گا۔

اس قومی یادگار پر اکتفا نہ کر کے ڈاکٹر مونجے نے ہندو مہا سبھا کی طرف سے ایک لاکھ کا اپیل کیا ہے تاکہ اس سرمایہ سے لالہ جی کی مہا سبھائی خدمات کی کوئی یادگار قایم کی جائے۔

لکھنؤ میں "سائمن کمیشن" کے ورود پر سیاہ جھنڈوں اور پر زور نعروں کیا تھا انکا نہایت پر جوش خیر مقدم کیا گیا۔ یہاں سے ایکدن کیلئے کمیشن موٹر کے ذریعہ کانپور گیا اور جس وقت سر جان سائمن صاحب اور ان کے ساتھیوں کا موٹر دریائے گنگا کے پل پر پہنچا ہے وہاں مظاہرہ کرنے والوں کی ایک کثیر جماعت موجود تھی جس نے ان کے پیچھے اپنی موٹریں ڈالدیں اور راستہ بھر "سائمن واپس جاؤ" "ہندوستان ہندوستانیوں کیلئے" "سامراج کا بُرا ہو" وغیرہ وغیرہ کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔

کلکتہ کی ایک گلی کی اندر کے ایک موچی کی دوکان میں بم کا ایک گولہ پھٹا جس سے تین آدمی جو دوکان میں بیٹھے کام کر رہے تھے، بہت کافی زخمی ہوئے۔ ایک کی حالت تو بہت خراب ہے۔ پولیس تحقیقات میں ہے کہ یہ گولہ یہاں کہاں سے آیا!

ممالک غیر

شہنشاہ انگلستان جارج پنجم گزشتہ دو ہفتے سے بیمار ہیں اور ان کی بیماری میں بجائے کچھ افاقہ ہونے کے روز بروز ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹروں کا تازہ ترین بیان یہ ہے کہ حرارت کچھ اور بڑھ گئی ہے اور ایک قسم کا تکان محسوس ہو رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کے جگر میں کچھ شکایت ہے جس سے برابر حرارت رہتی ہے۔ ولایتی اخبارات لکھتے ہیں کہ بادشاہ سلامت کی خیر و عافیت دریافت کرنے کیلئے صبح و شام محل میں عورتوں اور مردوں کا ایک جمگھٹ لگا رہتا ہے۔ بہر حال اب تک حالت قابل اطمینان نہیں ہے اسی وجہ سے ولیعہد کے جنوبی افریقہ کا دورہ بھی ملتوی ہو گیا ہے اور وہ بلائے گئے ہیں۔

ترکی نے جس طرح اپنے ہاں عربی خط چھوڑ کر لاطینی رسم خط رائج کیا ہے، اسیطرح ایران بھی اپنا ایرانی رسم خط چھوڑ کر لاطینی خط رائج کرنا چاہتا ہے۔ ایران کے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ موجودہ خط تو اصل ایرانی یوں بھی نہیں ہے اسلئے کیوں نہ اُسے ترک کر کے لاطینی حروف استعمال کئے جائیں تاکہ اپنے ہاں بعض آوازوں کیلئے جو حرف نہیں ہیں، انکی دقت بھی رفع ہو جائے۔

شاہ افغانستان کی بعض اصلاحات سے سرحد پر کچھ بے چینی پھیل رہی ہے اور شنواری نامی ایک قبیلے نے سرکاری چوکی پر حملہ کر دیا اور شہر سے باہر شاہی محل میں آگ لگا دی۔ جلال آباد کو جو سڑک جاتی ہے، اسپر آمد و رفت بند ہو گئی ہے۔ شاہ موصوف اور انکی فوجیں کوشش کر رہی ہیں کہ یہ بغاوت کسی نہ کسیطرح فرو ہو اور ملک میں امن و سکون قایم ہو۔

چائیل میں ایک سخت زلزلہ آیا جس سے دو سو اشخاص کے قریب لقمۂ اجل ہو گئے۔ تین سو اور پانسو کے درمیان لوگ زخمی ہوئے۔ آس پاس کے تمام مکانات زلزلہ کی حرکت سے منہدم ہو گئے۔ بعض لوگ زلزلہ کی آہٹ پا کر گھروں سے باہر کھلے میدان میں آ گئے تھے اور اس طرح سے وہ بچ گئے۔

غالباً بعض دشواریوں اور مشکلات کا خیال کر کے افغانستان نے اپنی دوسری ہمسایہ اسلامی سلطنتوں سے معاہدے کرنا شروع کر دئے ہیں تاکہ بر وقت امداد دستیاب ہو سکے۔ ایران اور افغانستان کے معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں۔ ترکی اور افغانستان سے سمجھوتہ ہو رہا ہے اور اس سے زیادہ یہ رشتہ اتحاد دوسری طرح سے مضبوط ہو رہا ہے یعنی سنا جاتا ہے کہ مصطفی کمال پاشا کی شادی شاہ افغانستان کی بہن سے ہونیوالی ہے۔

مصر میں ابتدائی تعلیم

عہد قدیم

تعلیم اولی اور ابتدائی

مصر میں ابتدائی تعلیم کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ تعلیم اولی۔ یہ قومی تعلیم یا قوم کی تعلیم سے موسوم ہے۔ ذریعہ تعلیم عربی زبان ہے۔ بچہ کو حروف تہجی، حساب، عربی زبان، اخلاق، تدابیر صحت، وطنی تربیت اور معلومات عامہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔ تھوڑا سا جغرافیہ اور تاریخ بھی پڑھائی جاتی ہے تعلیم اولی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ تعلیم اولی قدیم اور لازمی تعلیم۔ اول الذکر کی مدتِ تعلیم ۴ سال اور موخر الذکر کی ۶ سال ہے۔ ان مدارس سے فراغت پانے کے بعد طلبہ یا تو صنعت کی طرف توجہ کرتے ہیں یا زراعت کی جانب یا کوئی اور پیشہ اختیار کر لیتے ہیں یا پھر ابتدائی مدارس میں داخل ہو جاتے ہیں جنکا ذکر آگے آئے گا

تعلیم اولی کی ایک اور بھی قسم ہے جو اعلی اور متوسط طبقے تک محدود ہے۔ یہ "کنڈر گارٹن" ہے جس کی مدت تعلیم ۳ سال ہے۔

۲۔ تعلیم ابتدائی۔ اس میں بھی تقریباً وہی چیزیں پڑھائی جاتی ہیں جو تعلیم اولی میں صرف انگریزی یا جدید قانون کے مطابق فرانسیسی زبان کا اضافہ ہوتا ہے اور اس کے لئے طالب علم کنڈر گارٹن سے لئے جاتے ہیں یا اولی مدارس سے۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد طالب علم ثانوی مدارس میں لئے جاتے ہیں یا متوسط درجہ کے زراعتی مدارس میں اور یا صنعتی کارخانوں میں داخل ہوجاتے ہیں

محمد علی پاشا کا زمانہ

مرحوم محمد علی پاشا نے جسطرح تعلیم کے دوسرے شعبوں کی جانب توجہ کی ابتدائی اور اولی تعلیم بھی ان کی توجہ سے محروم نہ رہی بلاشبہ انھیں کی ذات تھی جس نے مصر کو پستی اور انحطاط سے باہر نکالا۔ شروع میں تعلیم کا مقصد انھوں نے مصری فوج کی اصلاح و ترقی اور استحکام قرار دیا تھا اسی لئے تمام مدارس محکمہ جنگ کے ماتحت تھے لیکن ۹ مارچ ۱۹۲۷ء کو حکومت کے حکم سے مصری مدارس کے لئے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا گیا جس کے صدر امیر اللواء مصطفے مختار بک بنائے گئے۔ موصوف نے ابتدائی تعلیم کا ایک مسودۂ قانون بنایا جو ۷۲ دفعات پر مشتمل تھا۔ دوسری اور تیسری دفعہ میں اس امر کی تصریح کیگئی تھی کہ ۵۰ مدرسے قائم کئے جائیں جنمیں ۴ قاہرہ میں ہوں ایک اسکندریہ میں اور باقی تمام اطراف ملک میں قاہرا اور اسکندریہ کے ہر مدرسہ میں طلبہ کی تعداد ۲۰۰ تک اور صوبوں کے مدارس میں ۱۰۰ تک ہو۔

محمد علی پاشا کے زمانہ میں حکومت کے محاصل تین ملین پونڈ سے زیادہ نہ تھے اس پر بھی تعلیم پر ایک لاکھ پونڈ صرف کیا جاتا تھا۔

مدرسہ مبتدیان ناصریہ پہلا ابتدائی مدرسہ تھا جسے محمد علی پاشا نے قاہرہ میں قائم کیا۔ خود ان کے زمانہ میں اس مدرسہ کے طلبہ کی تعداد ۴۳۴ تک پہونچ گئی تھی ۱۲ استاد تعلیم دیتے تھے اور ۵۹ خادم تھے۔ اس مدرسہ کا سالانہ خرچ ۱۱۰۰ پونڈ تھا۔

صوبوں اور اضلاع میں ۳۸ مدرسے (یا مکاتب) قائم کئے گئے۔ ان میں ۴۵۰۹ طالب علم ۱۴۶ مدرس اور ۴۴۶ خادم تھے اور سالانہ خرچ ۸۶۵۴ پونڈ۔ ابتدائی مدارس میں تعلیم کی مدت ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۷ء تک تین سال تھی۔ اس میں طالب علم کو لکھنا پڑھنا، صرف و نحو اور مذہبی فرائض کی تعلیم دیجاتی تھی۔

عباس اول اور سعید پاشا کا زمانہ

۱۸۴۸ء میں عباس اول سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ انھوں نے تعلیم کا دائرہ بہت تنگ کر دیا۔ ابتدائی مدارس پر خاص طور سے توجہ تھی۔ چنانچہ تمام ابتدائی مدارس بند کر دئے صرف ۸ باقی رکھے۔ قاہرہ میں مدرسہ مبتدیان ناصریہ کو بھی باقی رکھا گیا تھا لیکن خرچ گھٹا کر ۸۰۰ پونڈ کر دیا گیا۔ اتنا ضرور کیا گیا کہ اعلی مدارس کے ساتھ ابتدائی اور ثانوی مدارس بھی قائم کر دئے گئے۔ سعید پاشا کے زمانہ تک یہی حالت رہی

ان دونوں کے زمانہ میں ابتدائی تعلیم کی مدت تین سال تھی۔ عربی زبان۔ تحریر۔ ترکی زبان اور علم ہندسہ کے ابتدائی اصول کی تعلیم دیجاتی تھی۔ فرانسیسی زبان سے بھی روشناس کر دیاجاتا تھا۔

خدیو اسمٰعیل کا زمانہ

۱۹ جنوری ۱۸۶۳ء کو عنانِ حکومت خدیو اسمٰعیل کو تفویض ہوئی اور اسی مہینہ کی ۲۶ تاریخ کو انھوں نے محکمہ تعلیم کو دوبارہ قائم کرنے کا حکم دیا (اس لئے کہ عباس اول نے اُسے بھی نظر بند کر دیا تھا) اس کے علاوہ ایک ابتدائی مدرسہ اور ایک

ہائی اسکول عباسیہ میں اور ایک ابتدائی مدرسہ اسکندریہ میں قائم کیا۔

عباس اول کی بے توجہی سے ملک کی تعلیم کو بہت صدمہ پہونچ چکا تھا۔ اب اس میں مزید تساہل ملک کے لئے اور بھی مہلک ثابت ہوتا اس لئے خدیو اسمعیل نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مصری طلبہ کو یورپ بھیجا۔ مدرسوں کی اصلاح پر توجہ کی۔ قبطیوں کے مدارس کو ڈیڑھ ہزار ایکڑ زمین مرحمت ہوئی ہر ضلع میں ایک ابتدائی مدرسہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ تعلیمی امور کی حوصلہ افزائی کے لئے وہ حوصلۂ شاہانہ سے کام لیتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس کی جانب سے محکمۂ تعلیم کو دس ہزار ایکڑ زمین مرحمت ہوئی اور دوسری مرتبہ ۲۲ ہزار ایکڑ زمین دی گئی۔

۱۸۷۳ء میں لڑکیوں کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا اس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ دستکاری بھی سکھائی جاتی تھی۔ اس مدرسہ کی برابر ترقی ہوتی رہی۔ بالآخر ۱۹۱۴ء میں ایک جدید نصاب تعلیم تیار کیا گیا۔ اس میں ابتدائی تعلیم کے لئے چھ سال کردئے گئے اور دستکاری کے ساتھ سینا، پرونا، تدبیر منزل، کھانا پکانا، کنڈرگارٹن وغیرہ کی تعلیم کا اضافہ کیا گیا۔

۱۸۶۷ء میں خدیو اسمعیل کے زمانہ میں ابتدائی تعلیم کے نصاب میں پھر تبدیلی کیگئی۔ تعلیم کی مدت بجائے چار کے تین سال کردی گئی اور نصاب اس طرح کردیا گیا

۱۔ عربی زبان۔ صرف نحو۔ مطالعہ۔ انشا۔ توحید کے عقائد۔ عبادت کے واجبات وغیرہ
۲۔ کوئی غیر ملکی یا ترکی زبان
۳۔ جغرافیہ اور تاریخ کے ابتدائی اصول
۴۔ حساب (تجارت و جامیٹری (مساحت) سے عملی تطبیق۔
۵۔ مقامی حیوانات، نباتات اور زراعت کے متعلق کچھ مفید معلومات۔
۶۔ خوشنطی وغیرہ

خدیو توفیق پاشا اور عباس پاشا ثانی کا زمانہ

خدیو توفیق پاشا اور عباس پاشا (۱۸۷۹ء تا ۱۹۱۴ء) کے زمانہ میں ابتدائی تعلیم برابر ترقی پذیر رہی اور اس کے لئے مستقل قوانین بھی بنا دئے گئے۔ تعلیم کی مدت چار ہی سال رہی لیکن نصاب تعلیم میں ہر دو تین سال کے بعد کچھ نہ کچھ تغیر و تبدل اور کمی بیشی ضرور ہوتی رہتی تھی لیکن لازمی اور اساسی علوم جن میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا حسب ذیل ہیں

(۱) قرآن کریم اور مذہب (۲) عربی زبان
(۳) ترجمہ (۴) حساب اور جامیٹری
(۵) تاریخ (۶) جغرافیہ
(۷) فرانسیسی زبان (۸) فرانسیسی تحریر
(۹) نقشہ کشی

موقع موقع سے معلومات عامہ اور تدبیر صحت کی تعلیم بھی دیجاتی تھی۔ جغرافیہ کی تعلیم اجنبی زبان میں دیجاتی تھی۔ توفیق پاشا کے ابتدائی عہد میں ترکی زبان لازمی تھی ۱۸۸۹ء میں اختیاری کردی گئی اور خدیو عباس کے ابتدائی عہد میں بالکل نکالدی گئی۔

انگریزی اور فرانسیسی زبانیں اختیاری تھیں۔ طالب علم کو آزادی تھی کہ ان میں سے جس کو چاہے ترجیح دے لیکن جب مسٹر کونلوب وزیر تعلیم ہوئے تو انھوں نے فرانسیسی زبان کے خلاف مسلسل سعی و جہد کی تاآنکہ اسے بالکل خارج کردیا۔

ابتدائی تعلیم کی تاریخ میں ایک اہم حادثہ یہ ہوا کہ ۱۸۹۱ء میں حکومت کی جانب سے ابتدائی سندی امتحان مقرر کیا گیا اور ثانوی مدارس آرٹ اسکول ٹیکنیکل اسکول، مدرسۂ زراعت۔ مدرسۂ طب حیوانات۔ پولیس ٹریننگ میں داخلہ اور سرکاری محکموں خصوصاً اضلاع میں، ڈاکخانوں میں اور ریلوے میں چھوٹی چھوٹی آسامیوں کے لئے ابتدائی سند ضروری قرار دیگئی۔ حکومت کے محکموں میں ہزاروں آدمی ہیں جنہوں نے محض ابتدائی تعلیم پائی ہے اور ان کے پاس صرف ابتدائی سند ہے لیکن یہ سند حکومت کے عہدوں کے اور مخصوص مدارس اور مدرسۃ الفنون میں داخلہ کے لئے کارآمد نہیں ہے اور صرف ثانوی مدارس متوسط زرعی مدارس اور صنعتی کارخانوں میں داخلہ کے وقت کام آتی ہے۔ (تلخیص المؤلف)

سائنس

پودے کیسے سفر کرتے ہیں؟

پودوں میں اپنے وجود کو قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی نسل کو بڑھانے کا بھی خیال رہتا ہے۔ جنھیں ہم بیج کہتے ہیں وہ دراصل پودوں کے انڈے ہیں جو ہوا کے ساتھ یا پرندوں کے ہمراہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں اور تھوڑے دنوں میں وہاں انھی پودوں کی شکل میں نمودار ہو جاتے ہیں۔ بعض پودے جو جگہ کی تنگی کی وجہ سے یہ نہیں چاہتے کہ ان کے انڈے ان سے جدا ہو کر دوسری جگہ چلے جائیں اور پھلیں پھولیں، وہ اپنے تخم اپنے پاس ہی بکھیر دیتے ہیں تاکہ وہ انھی کے قریب نشو و نما پائیں۔

پودوں میں جو پھول نظر آتے ہیں ان کا مقصد محض یہی نہیں ہے کہ وہ دیکھنے والوں کو خوبصورت و خوشنما نظر آئیں۔ بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ان پھولوں میں بیج پیدا ہوں اور وہ بیج پک کر زمین میں گریں تاکہ نئے نئے دوسرے پودے نکلیں اور نسل ختم نہ ہو جائے۔ بعض پودے تو ایسے ہوتے ہیں جو ایک فصل میں اپنی غرض پوری کر کے ختم ہو جاتے ہیں اور دوسری فصل میں نئے سرے سے انکی جگہ دوسرے پودے نکلتے ہیں۔ اگر تم سے پوچھا جائے کہ پھول میں سب سے بہتر حصہ کونسا ہوتا ہے؟ تو تم فوراً کہہ اٹھو گے کہ اسکی پنکھڑیاں ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں سب سے مفید حصہ پھول کا اسکے بیج کا حصہ ہوتا ہے جس میں بیج ہوتے ہیں۔ یہ حصہ پودے نہایت حفاظت سے رکھتے ہیں تاکہ ان کے اندر کے انڈے کوئی کیڑا مکوڑا خراب نہ کر ڈالے۔ بہت بڑا ذریعہ ان بیجوں کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے کا مکھیاں، تتلیاں اور بعض چڑیاں ہوتی ہیں۔ پھول میں خوشبو اور خوشنمائی خداوند تعالیٰ نے صرف اس وجہ سے رکھی ہے کہ یہ جانور اور پرندے اس رنگ و بو سے کھنچ کر ان پھولوں پر آئیں اور ان کے بیجوں کو اپنے ہمراہ لیجائیں۔ بیج اکثر انکے پروں بازوؤں اور پیروں میں لپٹ جاتے ہیں اور جب وہ پرندے اڑ کر کہیں دوسری جگہ جاتے ہیں تو وہاں وہ گر جاتے ہیں اور تھوڑے عرصہ میں پودے کی شکل میں نکل آتے ہیں۔

پرندوں کے علاوہ یہ بیج انسانوں کے ذریعہ بھی جاتے ہیں۔ بعض وقت دانستہ طور پر اور اکثر اوقات نادانستہ طور پر۔ کم ایسے موقع ہوتے ہیں جب کچھ لوگ ایک ملک سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک میں جاتے ہیں تو اپنے ہمراہ اپنے ملک کے بیج یا پودے بھی لے جاتے ہیں لیکن نادانستہ طور پر یہ بیج اکثر ان کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ شمالی امریکہ میں ایک قسم کا کیلا ہوتا ہے جو انگلستان کے کیلے سے بہت مشابہ ہوتا ہے، اس کو امریکہ میں "گورے آدمی کا پاؤں" کہتے ہیں اور اس کے متعلق روایت یہ نقل کرتے ہیں کہ جب شروع شروع میں انگلستان سے لوگ یہاں آئے تو انکے ساتھ غالباً کوئی ایسا کسان بھی آیا ہوگا جس نے اپنے دوسرے سامان کے ساتھ اپنے وہ بھاری جوتے بھی بند کئے ہونگے جنہیں پہنکر وہ ہل چلاتا تھا بہت ممکن ہے کہ جوتے کے تلے میں جو مٹی لگی ہو اس میں اس پودے کے ننھے ننھے بیجوں کا اثر رہا ہو اور وہ یہاں کی زمین میں آکر گرے ہوں اور اُگ آئے ہوں۔ اسی بنا پر اسے "گورے رنگ کا پاؤں" کہتے ہیں۔

پھل اور پھول کے پودوں کے ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہونچنے کا ایک اور دلچسپ قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انگلستان کے کچھ لوگ ایک دور دست جزیرہ کا پتہ لگانے کے لئے نکلے۔ جب وہ اس جزیرہ پر پہونچے تو انھیں کوئی آبادی نظر نہ آئی وہ یہ سمجھے کہ ہمیں پہلے لوگ ہیں جنھوں نے اس سرزمین پر قدم رکھا ہے لیکن انھیں اپنے ملک کا ایک پھول جا بجا اُگا ہوا نظر آیا۔ وہ یہ دیکھکر بہت متحیر ہوئے کہ آخر یہ پھول آئے کیونکر؟ چنانچہ وہ انھیں پھولوں کے پتہ پر چلے، یہاں تک کہ وہ ایک ٹیلے نما جگہ پر پہونچے جہاں انھیں وہ پھول بکثرت نظر آئے۔ جب قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ یہ ٹیلہ نہیں بلکہ کسی انسان کی قبر ہے۔ اب وہ یہ سمجھے کہ یہاں ہم سے پہلے کچھ لوگ ضرور آچکے ہیں اور ان میں کا کوئی شخص غالباً مر گیا ہے جس کو اس کے ساتھیوں نے قبر کھود کر یہاں دفن کیا ہے اور اس قبر کے کھودنے میں پھاوڑے کے ساتھ جو تھوڑی سی مٹی لگی رہ گئی تھی۔ اسی میں اس پھول کے بیجوں کا اثر رہا ہوگا جو یہاں کثرت سے اُگ آتے ہیں۔ بعض پودوں کے بیج میں پَر سے ہوتے ہیں۔ یہ بیج ہوا کے جھونکے سے اڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں۔ بعض پودوں کے بیج پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ مثلاً ناریل کا درخت ہے جو اکثر سمندر کے کنارے ہوتا ہے اور بہ کثرت پیدا ہوتا ہے۔ ایکمرتبہ چارلس ڈارون نے نباتات کی تحقیق کیلئے کچھ چڑیاں پکڑیں اور ان کے پاؤں کی مٹی دھو کر نکالی جس سے ہزاروں پودے اُگے۔ اسیطرح دوسری باتوں کا پتہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

تاریخ

گوتم بدھ

(آخری حالات)

اس کے بعد گوتم نے ارادہ کیا کہ اب تمام دنیاوی لذتوں اور عیش وارام سے یکقلم قطع تعلق کرلینا چاہئیے۔ چنانچہ اسی شب میں دریا کے کنارے جاکر اسنے اپنی زلفیں تراشیں۔ تمام زیور اور قیمتی جواہرات اتار کر گھر بھیجدیئے اور دل میں یہ ٹھان لی کہ اب مستقل طور سے اسی جنگل میں زندگی گزاریئے۔ چھ سال تک نہایت ریاضت اور نفس کشی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ غذا بالکل ترک کردی۔ ضعف ونقاہت سے بُرا حال ہوگیا۔ شاگردوں نے جب یہ حالت دیکھی تو ایک ایک کرکے اپنے گرد کا ساتھ چھوڑدیا۔ لیکن گوتم کے عزم واستقلال میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا اور اسی دوران میں انھیں نروان حاصل ہوگئی جس کی تلاش میں انھوں نے یہ سب تکلیفیں اور مصیبتیں جھیلی تھیں۔

عرفان (نروان) حاصل ہونے کے بعد انھوں نے خیال کیا کہ سب سے پہلے اپنے پُرانے گرُوؤں کے پاس چلنا چاہئیے اور ان کے سامنے یہ چیز پیش کرنی چاہئیے۔ لیکن وہ دنیا سے رخصت ہوچکے تھے۔ پھر خیال آیا کہ ان شاگردوں کے پاس چلیں۔ شاید وہ اب مطمئن ہوسکیں لیکن وہاں جب پہونچے تو ان کا اور ہی رنگ دیکھا۔ اپنے گرد کو راہبانہ زندگی ترک کرکے اس طرح تبلیغ واشاعت کا طریقہ اختیار کرنا انھیں پسند نہ آیا لیکن گوتم پھر بھی انھیں اپنے مسلک کی دعوت دینے سے باز نہ رہے۔

گوتم بظاہر ایک نہایت بااثر شخصیت رکھتے تھے۔ ان کی آواز نہایت پُر رعب تھی جس نے ان کو تبلیغ واشاعت کے کام میں بڑی مدد پہونچائی۔ ان کے یہ پانچوں شاگرد بالآخر ان کے مذہب پر ایمان لے آئے اور گوتم نے اپنے بنارس کے اس مختصر قیام میں اپنے پیروؤں اور معتقدین کی ایک اچھی خاصی جماعت پیدا کرلی۔ صرف بنارس کے پیروؤں کی تعداد ۶۰ کے قریب تھی۔ باہر کے لوگوں کا شمار اس سے کہیں زیادہ تھا۔ سب سے پہلا شخص جو گوتم پر ایمان لایا وہ یسہ نامی ایک شخص تھا جو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے خوف سے رات میں چھپ چھپ کر ملتا اور تعلیمات حاصل کرتا۔

گوتم کے باپ نے جب یہ سُنا کہ بیٹے نے راہبانہ زندگی ترک کردی ہے اور ایک مبلغ اور ہادی کی زندگی اختیار کرلی ہے، تو اس کے دل میں اس سے ملنے کی ایک بڑی خواہش پیدا ہوئی اور اپنے اسکو بلا بھیجا۔ چنانچہ گوتم کپلوستو آیا اور شہر سے باہر ایک باغ میں قیام کیا۔ اسکے اعزہ واقربا نے جب اس کی آمد کی خبر سنی تو وہ جوق جوق اسکو دعوتیں دینے کے لئے آئے لیکن گوتم نے اپنے مسلک کے مطابق ان کی پُرتکلف دعوتیں کھانے کی بجائے بھکشا مانگنا شروع کیا۔ باپ نے بیٹے کی جو یہ حرکت دیکھی، تو بہت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ ایک کشتری نسل کے لئے یہ کسیطرح زیبا نہیں بیٹے نے جواب دیا کہ "آپ کو اور آپ کے کنبہ والوں کو کشتری نسل سے ہونا کوئی قابل فخر بات ہو تو ہو لیکن میں تو بدھاؤں (انبیا) کے خاندان سے ہوں جن کا یہ ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے"۔ گوتم نے نہ صرف ان جدید خیالات سے اپنے باپ کو حیرت میں ڈالدیا بلکہ اس نے اپنے باپ کو اپنے نئے مذہب کی دعوت بھی دی اور کہا کہ "ایک لڑکا اگر کوئی خزانہ پاتا ہے تو سب سے پہلے اپنے باپ کو پیش کردیتا ہے۔ میرا بھی اس بنا پر فرض ہے کہ یہ خزانہ جو میں نے پایا ہے سب سے پہلے میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں"۔ باپ نے بیٹے کی یہ باتیں سنکر اس طرح ٹال دیں جس طرح کوئی دیوانہ کی باتیں سنکر ٹال دیا کرتا ہے۔ پیالہ ہاتھ سے چھین لیا اور اپنے ساتھ گھر کو لوا گیا۔

گوتم کی تعلیم وتلقین کا طریقہ ایسا تھا کہ وہ ملنے والوں کے دلوں میں گھر کرلیتا تھا گوتم اپنے اس نئے دین کی تعلیم اس انداز سے دیتے تھے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں گھر کرجاتی تھی۔ ایک بار ایک عورت کا بچہ مرگیا۔ عورت اپنے عزیز بچہ کی موت سے دیوانی ہورہی تھی۔ لوگ اسے مع بچہ کے گوتم کے پاس لائے۔ گوتم نے اس کی یہ دیوانگی دیکھ کر نہایت معمولی علاج بتایا اور کہا کہ رائی کے دانے پیسکر لگادو اور بچہ جی اٹھے گا لیکن یہ دانے ایسے گھر سے لانا جہاں کوئی شخص مرا نہ ہو۔ عورت دربدر پھری لیکن کوئی ایسا گھر نہ ملا جہاں کسی کو اپنے عزیز اور رشتہ دار کی جدائی کا صدمہ نہ اٹھانا پڑا ہو۔ مجبوراً وہ

(بقیہ صفحہ ۱۵-۱۶ پر)

جغرافیہ

قطب شمالی و جنوبی کا اکتشاف

قطب شمالی اور جنوبی کے اکتشاف کا آغاز گزشتہ ڈہائی سو سال سے ہوا ہے لیکن زمانۂ قدیم میں بھی بعض قومیں قطب شمالی کی حدود تک پہنچ گئی تھیں۔ یونانیوں کا دعویٰ ہے کہ ۳۲۵ ق۔م میں ایک یونانی سیاح پی تھیاس نے سیلا۔ جہاں آجکل مارسیلز سے واقع ہے کہ سے شمالی سمندروں کے سفر کے بعد انگلستان اور اسکاٹ لینڈ ہوتے ہوئے دائرہ قطب شمالی تک پہنچ گئے۔ پی تھیاس کا یہ سفر ایک عظیم الشان کارنامہ تھا اس لئے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے تین سو سال پہلے جب سمندر کے سفر کے لئے انسان کے پاس معمولی کشتیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا ان دور دراز سمندروں کا سفر کرنا ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہے۔ اگرچہ پی تھیاس کے بعد تاریخ سے کسی دوسرے سفر کا پتہ نہیں چلتا لیکن شمالی یوروپ کی جہازراں قومیں زمانہ قدیم ہی میں ان جزائر سے واقف ہوں گی جو قطب شمالی کی حدود پر واقع ہیں۔ چنانچہ آج ہم ایک ایک کرکے ان تمام واقعات کو تفصیل سے بیان کرسکتے ہیں جن سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ کسطرح نویں اور دسویں صدی عیسوی میں شمالی یوروپ کے باشندے بعض شمالی جزیروں مثلاً آئس لینڈ اور گرین لینڈ حتی کہ شمالی امریکہ تک پہنچ گئے تھے۔

پندرھویں صدی کی ابتدا میں اہل مغرب کے دل میں ہندوستان سے تجارتی تعلقات قایم کرنے کی آرزو پیدا ہوئی اور انھوں نے کوشش کی کہ کسی طرح سمندر کے کنارے سے ساحل ہندوستان پر پہنچ سکیں۔ آج ہر شخص کو معلوم ہے کہ کس طرح کولمبس ہندوستان کی تلاش میں امریکہ پہنچ گیا لیکن بہت کم لوگ جانتے ہونگے کہ ہندوستان کی دہن میں یوروپ کی قوموں نے تمام شمالی اور جنوبی سمندروں کو چھان مارا اور اسطرح راس امید اور ساحل افریقہ کا اکتشاف ہندوستان کے صدقے میں ہوا اسیطرح کئی ایک جہازراں جو شمالی سمندروں سے ہوکر ہندوستان آنا چاہتے تھے بالآخر ان جزیروں پر پہنچ گئے جو قطب شمالی کے قریب واقع ہیں اور جن کے نام سے آج ہر شخص واقف ہے۔

بہرکیف ان اکتشافی مہموں کا سلسلہ ڈہائی تین سو سال تک جاری رہا لیکن ان سب سے مقصود صرف اسقدر تھا کہ یورپ کی سفید رنگ قومیں سمندر پار اپنی نوآبادیاں قایم کریں اور اسطرح حلقہ تجارت کو وسیع کریں۔ یہ مطلب نہ تھا کہ زمین کے دور دراز حصوں کی سیاحت کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتک جسقدر بھی اکتشافات ہوئے تھے محض اتفاقی تھے۔ یہ صرف گزشتہ ڈیڑھ دو صدیوں کی حیرت انگیز ایجادات اور سائنٹفک ترقیوں کا نتیجہ تھا کہ انسان کی علمی کشش اسے کرۂ ارض کے انتہائی حصص تک کشاں کشاں لیگئی اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ جستجوئے علم کے علاوہ اور کوئی طلب نہ تھی جس نے قطب شمالی و جنوبی کے اولوالعزم سیاحوں کو ایسے دور دراز اور پرخطر سفر پر آمادہ کیا ہو۔

سب سے پہلا شخص جو ۹-۱۹۰۸ء میں قطب شمالی کی انتہائی حدود تک پہنچ گیا پیری تھا۔ اسکے بعد امریکہ اور یوروپ کی قومیں قطب شمالی میں پہنچنے کیلئے بیقرار تھیں۔ ہرسال گرمی کی آمد پر سیاحوں کی جماعتیں تیار ہوتی تھیں بڑے مرتب کئے جاتے تھے۔ ہرشخص کی یہی کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح دنیا کی انتہائی شمالی حد تک پہنچ جائے۔ ان مہموں کے نتائج اگرچہ انسان کی معلومات میں بیحد اضافہ ہوا اور بعض لوگ دوسروں سے آگے بھی نکل گئے لیکن منزل مقصود تک کوئی نہ پہنچا بعض ناکام واپس آئے۔ سردی اور برف کی نذر ہوگئے۔ بالآخر جولائی سنہ ۱۹۰۸ء میں پیری جو اس سے پہلے کئی ایکمرتبہ قطب شمالی کا سفر کرچکا تھا اپنی آخری مہم پر روانہ ہوا پیری اور اسکے رفقاء نیویارک سے چلکر ۵ ستمبر کو راس شیرائی ڈن پہنچے یہاں سے انھوں نے کچھ اسکیمو اپنے ساتھ لئے جاڑا راس کولمبیا میں بسر ہوا اور یہیں سامان خورد و نوش بھی پہنچتا رہا۔ تجویز یہ تھی کہ جس روز قطب شمالی میں اجالا ہوا اسروز یہ لوگ اپنی مہم پر روانہ ہوجائیں۔ ۵ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء کو یہ لوگ اپنے سفر کا بہت حصہ طے کرچکے تھے یہانتک کہ بالآخر ۶ اپریل کو قطب کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ اب یہاں سے قطب کا فاصلہ صرف ایک درجے کا تھا۔ چنانچہ تھوڑی سی دیر میں یہ لوگ کرۂ ارض کے انتہائی شمالی سرے پر تھے۔ یہاں انھوں نے اپنے آلات سے ضروری مشاہدات کئے اور جب ہرطرح سے یقین ہوگیا کہ اب وہ واقعی قطب شمالی میں کھڑے ہیں تو یہاں سنہلتے متحدہ امریکہ کا جھنڈا نصب کرکے واپس آگئے۔ یہ بتادینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یہاں ان لوگوں کو کہیں زمین کا سراغ نہیں ملا البتہ برف کو ٹھکرا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ نیچے ایک نہایت ہی گہرا سمندر موجزن ہے۔

ننگِ خدمت

حق نے شائستۂ ہر باب بنایا تھا ہمیں　　ایک ہی دام میں پھنسنا نہ سکھایا تھا ہمیں
رستہ ہر کوچہ و منزل کا بتایا تھا ہمیں　　زینہ ہر بام پہ چڑھنے کا دکھایا تھا ہمیں
ایسا کچھ بادۂ غفلت نے کیا متوالا
طوقِ خدمت کا لیا اور گلے میں ڈالا

درِ مخلوق کو ملجا و ماوے سمجھے　　طاعتِ خلق کو اعزاز کا تمغہ سمجھے
پیشہ و حرفہ کو اجلاف کا شیوہ سمجھے　　ننگِ خدمت کو شرافت کا تقاضا سمجھے
عیب گننے لگے نجاری و حدادی کو
بیچتے پھرنے لگے جوہرِ آزادی کو

نوکری ٹھیری ہے لے دیکے اب اوقات اپنی　　پیشہ سمجھے تھے جسے ہو گئی وہ ذات اپنی
اب نہ دن اپنا رہا اور نہ رہی رات اپنی　　جا پڑی غیر کے ہاتھوں میں ہر اک بات اپنی
ہاتھ اپنے دلِ آزاد سے ہم دھو بیٹھے
ایک دولت تھی ہماری سو اسے کھو بیٹھے

نوکروں سے ہیں بہائم کہیں رتبہ میں سوا　　کہ نہیں خدمتِ ہم جنس کا اُن پر دھبا
گائے ہو بیل ہو گھوڑا ہو کہ ہو اس میں گدھا　　ایک کا ایک کو تابع کہیں دیکھا نہ سُنا
کسی مخلوق کو رتبہ نہ خدا نے بخشا
جو غلاموں کو شرفِ عقل رسا نے بخشا

اِس سے بڑھ کر نہیں ذلت کی کوئی شان یہاں　　کہ ہو ہم جنس کی ہم جنس کے قبضہ میں عناں!
ایک گلہ میں کوئی بھیڑ ہو اور کوئی شباں　　نسلِ آدم میں کوئی ڈھور ہو کوئی انساں
ناتواں ٹھیرے کوئی۔ کوئی تنومند بنے
ایک نوکر بنے اور ایک خداوند بنے

ایک ہی تخم سے پیلو بھی ہو شمشاد بھی ہو　　ایک ہی اصل سے خسرو بھی ہو فرہاد بھی ہو
ایک ہی ڈار میں آہو بھی ہو صیاد بھی ہو　　ایک ہی نسل سے بندہ بھی ہو آزاد بھی ہو
ایک ہی سبزہ جو تازہ بھی ہو خشک بھی ہو!
ایک ہی قطرۂ خون ریم بھی ہو مشک بھی ہو

(حالؔی)

کہانی

ریحانہ

افضل کسی زمیندار کے ہاں نوکر تھا۔ چونکہ وہ محنتی اور اچھا آدمی تھا اس لئے زمیندار اُس سے بہت خوش تھا۔ ایک دن وہ کسی کام سے کھیت میں سے جا رہا تھا کہ ایک مینڈک پر اُس کا پانوں پڑتے پڑتے رہگیا۔ اُسی وقت اُسے ایک آواز سنائی دی۔ افضل نے پیچھے مڑکر دیکھا تو اُسے ایک خوبصورت لڑکی دکھائی دی۔ اُس لڑکی نے افضل سے کہا "تم شادی کیوں نہیں کرتے"؟

"میں شادی کیسے کرسکتا ہوں" افضل نے جواب دیا۔ "میرے پاس صرف ایک کپڑوں کا جوڑا ہے جو میں پہنے ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ پھر میرے ساتھ بھلا کون شادی کرسکتا ہے۔"

"تو تم پھر میرے ساتھ شادی کرلو" لڑکی نے کہا۔

افضل بہت متعجب ہوا کہ یہ لڑکی کون ہے! جب افضل نے اُس سے پوچھا تو لڑکی نے جواب دیا "اس وقت مت پوچھو۔ پھر کسی وقت بتاؤنگی"۔

خیران دونوں کی اُسی وقت شادی ہوگئی۔ اس کے بعد افضل اور لڑکی دونوں شہر کے کنارے ایک مکان میں رہنے لگے۔

ایک دن بادشاہ گھوڑے پر سے ادھر سے گزر رہا تھا کہ افضل کی بیوی اُسے دیکھنے کے لئے باہر آگئی۔ بادشاہ اُسے دیکھکر حیران رہ گیا۔ "تمہارا کیا نام ہے اور تم کون ہو" بادشاہ نے اُس سے پوچھا۔

لڑکی نے جواب دیا "میں افضل کی بیوی ہوں اور میرا نام ریحانہ ہے"۔

بادشاہ اور بھی متعجب ہوا۔ "تمہارا نام ریحانہ ہے اور تم اسی چھوٹے سے مکان میں رہتی ہو تمہیں تو بادشاہ کے محل میں رہنا چاہیئے"!

لڑکی نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا "میں اسی حال میں خوش ہوں"۔

اس کے بعد بادشاہ اپنے محل میں واپس چلا گیا لیکن ریحانہ کا خیال اُسے برابر رہا۔

دوسرے دن صبح کے وقت بادشاہ نے اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ افضل کا کسی نہ کسی طرح سے خاتمہ کر دینا چاہیئے۔

وزیر نے جواب دیا "حضور، یہ تو بہت آسان بات ہے۔ آپ افضل کو یہاں بلاکر کسی کام کا حکم دیجیے۔ ہم اُسے ایسا کام کرنے کو دیں گے کہ وہ نہیں کرسکے گا بلکہ تھک کر مر جائیگا"۔

بادشاہ نے افضل کو بلوا بھیجا۔ جب بادشاہ کا نوکر یہ حکم لے کر اُس جھونپڑی میں پہونچا تو ریحانہ نے افضل سے کہا۔ "جاؤ کام کرو لیکن شام سے پہلے واپس آجانا"۔

بادشاہ کے محل میں وزیر نے افضل کو دو آدمیوں جتنا کام کرنے کو دیا۔ افضل نے کام شروع کیا لیکن اُسے امید نہ تھی کہ کام ختم ہوجائیگا۔ شام ہوگئی لیکن افضل بہت حیران ہوا جب اُس نے دیکھا کہ کام ختم ہوگیا ہے۔

جب وہ گھر واپس آیا تو بیوی نے اُس کا حال پوچھا۔ افضل نے کہا کہ مجھے بہت زیادہ کام کرنے کو دیا جاتا ہے۔ ریحانہ نے کہا "تم اس کی فکر مت کرو۔ جب کام شروع کرو تو یہ مت دیکھو کہ میں کتنا کام کرچکا ہوں اور کتنا کام رہ گیا ہے۔ بس کرتے ہی جاؤ۔"

دوسرے دن وزیر نے اُسے چار آدمیوں کے برابر کام کرنے کیلئے دیا۔ افضل نے ریحانہ کے حکم کے بموجب اپنا کام شروع کیا اور شام تک ختم بھی کرلیا۔

اسی طرح ایک ہفتہ گزر گیا۔ افضل اسی طرح کام کرتا اور شام کو مکان واپس چلا جاتا۔ جب بادشاہ نے یہ دیکھا تو وزیر کو بلایا اور کہا "کیا میں تمہیں اس واسطے تنخواہ دیتا ہوں کہ بیکار پھرتے رہو۔ دو ہفتے گزر گئے لیکن تم نے ابھی تک کچھ نہیں کیا۔ تم نے کہا تھا کہ افضل کا خاتمہ ہوجائے گا"۔

وزیر نے پہلے معافی مانگی اور پھر کہا "حضور، وہ آدمی نہیں جن ہے، ہم نے اُسے بہت سا کام دیا لیکن وہ ہمیشہ اپنا کام ختم کر دیتا تھا۔ ہم خود اُس سے تنگ آگئے ہیں۔ ہم نے ایک ترکیب اور سوچی ہے۔ آپ افضل کو بلا کر حکم دیجیے کہ ایک دن میں اس محل جیسا ایک اور محل تیار کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرسکا تو قتل کر دیا جائے گا"۔

بادشاہ نے افضل کو بلاکر یہ حکم سنایا۔ جب افضل نے یہ سنا تو بھاگ کر مکان

پہنچا اور بیوی سے کہا سفر کا سامان درست کرو۔ جلدی چلو یہاں سے بھاگ چلیں۔

ریحانہ نے کہا آخر اس قدر پریشان کیوں ہو۔ کیا بات ہے۔

افضل نے بادشاہ کا حکم سنایا۔ ریحانہ نے کہا ڈرو مت۔ کھانا کھاؤ اور سوجاؤ۔ صبح کے وقت تمام کام ہو جائے گا۔

افضل صبح اٹھا اور چند ضروری آلات لیکر شہر میں پہنچا۔ وہاں جاکر کیا دیکھتا ہے کہ ایک اور محل تقریباً تیار کھڑا ہے۔ صرف تھوڑا سا کام باقی ہے۔ شام تک نہایت آسانی سے افضل نے اس کام کو ختم کر دیا۔

جب بادشاہ نے محل تیار دیکھا تو دل میں بہت ہی خفا ہوا اور وزیر کو بلاکر کہا ہم افضل کو قتل نہیں کر سکتے کیونکہ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اب کیا تدبیر کی جائے۔ اگر تم نے کوئی عمدہ تدبیر نہ بتائی تو تمہیں کو قتل کردونگا۔

وزیر نے کہا "اچھا آپ افضل سے کہئے کہ وہ محل کے ارد گرد ایک دریا جسمیں جہاز چل رہے ہوں بنا دے۔"

بادشاہ نے افضل کو بلایا اور کہا "اگر تم ایکدن میں محل تیار کر سکتے ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک دن میں محل کے ارد گرد ایک دریا جسمیں جہاز چل رہے ہوں نہ بنا سکو۔ ایک دن میں یہ کام کر دو نہیں تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔"

افضل بہت ہی رنجیدہ پھر ریحانہ کے پاس آیا اور کہا "اب بادشاہ نے اس سے زیادہ سخت کام مجھے دیا ہے۔"

ریحانہ نے کہا "فکر مت کرو صبح ہوتے ہی یہ کام ہو جائے گا۔"

جب صبح افضل شہر میں گیا تو اسکی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، جب اس نے دیکھا کہ محل کے ارد گرد ایک دریا بہہ رہا ہے جسمیں جہاز چل رہے ہیں۔

جب بادشاہ نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا تو بہت ہی حیران ہوا کہ سب کام تیار ہے اب تو اُسے بے انتہا غصہ آیا اور اپنے دل میں کہا کہ اس شخص کو جو کام دیا جاتا ہے کر لیتا ہے کیا کیا جائے۔ آخر اس نے پھر وزیر کو بلایا۔ وزیر نے کہا "میں اب ایسی ترکیب بتاؤں گا کہ وہ زندہ بچ ہی نہیں سکتا۔ آپ اس سے کہئے کہ ایسی جگہ جاؤ معلوم نہیں کہاں اور وہ چیز معلوم نہیں کیا لیکر واپس آؤ۔ وہ ضرور کہیں جائیگا اور کوئی چیز لیکر واپس آئے گا۔ آپ اس سے کہئے گا کہ یہ وہ چیز نہیں ہے۔"

بادشاہ بہت ہی خوش ہوا اور وزیر کو بہت سا انعام دیا۔ جب افضل کو یہ معلوم ہوا تو بہت ہی پریشان ہوا اور دل میں کہنے لگا اب کیا کیا جائے۔

افضل نے یہ تمام ماجرا اپنی بیوی سے بیان کیا۔ ریحانہ ذرا متفکر ہوئی اور کہا خیر کوئی بات نہیں۔ لیکن ہمیں احتیاط سے کام کرنا چاہئے۔ اس معاملہ میں تمہیں بہت دور ایک بڑھیا کے پاس جانا ہوگا۔ وہ بڑھیا سپاہیوں کی ماں ہے۔ اسکی مدد ضروری ہے۔ اگر اس نے تمہاری مدد کی تو تم سیدھے محل میں واپس آجانا کیونکہ اپنے گھر میں میں تمہیں نہیں ملوں گی۔ تمہارے جانے کے بعد بادشاہ کے نوکر مجھے زبردستی محل میں لیجائیں گے۔ لیکن اگر تم نے اس بڑھیا کی ہدایت کے مطابق کام کیا تو تم مجھے بچا لوگے۔ اتنا کہکر ریحانہ نے افضل کو ایک ڈنڈا دیا اور کہا اس ڈنڈے سے بڑھیا تمہیں پہچان لیگی۔

سفر کا سامان درست کرکے افضل بڑھیا کی تلاش میں نکلا اور دوسرے دن ایک ایسی جگہ پر پہنچا جہاں بہت سے سپاہی قواعد کر رہے تھے۔ افضل کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ قواعد کے بعد سپاہی آرام لینے کے لئے بیٹھ گئے۔ افضل ان کے قریب گیا اور پوچھا "دوستو! تم جانتے ہو اسجگہ کا معلوم نہیں کس جگہ کا راستہ کدھر ہے اور وہ چیز معلوم نہیں کیا مجھے کہاں مل سکتی ہے؟"

سپاہی بہت متعجب ہوئے اور کہا بھائی ہمیں تو معلوم نہیں۔ ہم اس کے متعلق خود کچھ نہیں جانتے۔

افضل یہ جواب سنکر پھر آگے کو بڑھا اور آخر کار ایک جنگل میں پہونچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک جھونپڑی میں ایک بڑھیا بیٹھی چرخہ کات رہی ہے۔ افضل نے دل میں کہا یقیناً یہی بڑھیا ہے۔ بڑھیا نے افضل کو دیکھتے ہی کہا تم یہاں کیوں آئے ہو اور تم ہو کون؟

افضل نے وہ ڈنڈا بڑھیا کو دیا۔ بڑھیا نے اُسے دیکھتے ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر پوچھا کیا کام ہے؟

افضل نے سارا حال کہہ سنایا۔ بڑھیا نے کہا "یہ لو دھاگے کا ایک گیند لو اور اس کو اپنے سامنے پھینک دینا۔ جدھر یہ گیند جائے گا اُدھر ہی تم جانا۔ آخر کار تمہیں سمندر کے کنارے ایک بہت بڑا شہر ملے گا۔ اس کے جنوبی دروازہ سے اندر داخل ہونا اور رات بھر کسی مکان میں ٹھہرنے کی اجازت طلب کرنا۔ وہاں جو کچھ تمہیں چاہئے مل جائے گا۔"

"لیکن جب میں اس چیز کو دیکھوں گا تو کیسے جان لوں گا کہ یہ وہی چیز ہے" افضل نے کہا۔ "دیکھو زبان ایک ایسی چیز ہے جس کا لوگ ماں باپ سے زیادہ حکم مانتے ہیں۔ جب تم کوئی ایسی چیز دیکھنا تو اس کو حاصل کرنے کی

کوشش کرنا۔ جب تم وہ چیز لے کر بادشاہ کے پاس جاؤ گے تو بادشاہ یقیناً کہیگا کہ یہ وہ چیز نہیں ہے جس کو میں چاہتا ہوں۔ تم کہنا اگر یہ وہ چیز نہیں ہے تو اسکو ٹکڑے کرکے دریا میں پھینک دینا چاہئے۔ اسکے بعد تمہاری بیوی تمہیں ملجائیگی"۔

افضل نے بڑھیا کو سلام کرکے وہ گیند اپنے سامنے پھینکدیا۔ تین دن اور تین رات کے بعد وہ سمندر کے کنارے ایک بڑے شہر میں پہنچا اور جنوبی دروازہ سے داخل ہوکر ایک مکان میں رات بھر کے لئے ٹھہر گیا۔

رات بھر خوب مزے سے سویا اور جب صبح اٹھا تو اس نے سنا کہ باپ اپنے بیٹے کو جگا رہا ہے لیکن بیٹا جگتا نہیں۔ باپ بہت سمجھاتا رہا لیکن بیٹا چارپائی سے نہ اٹھا۔ اس کے بعد ماں نے بہت کوشش کی لیکن بیٹے پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ پھر سو گیا۔ ابھی وہ سویا ہی تھا کہ گلی میں کسی چیز کے بجنے کی آواز آئی۔ لڑکا یہ آواز سنتے ہی اپنی چارپائی پر سے اٹھا اور کپڑے پہن کر گلی میں بھاگ گیا۔

اسی وقت افضل بھی اٹھا اور وہ بھی گلی میں چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی گلے میں ایک بڑی چیز لٹکائے اسے بجا رہا ہے افضل نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

اس آدمی نے کہا "ڈھول"۔

افضل بہت حیران ہوا اور کہا یہ ڈھول مجھے دیدو لیکن ڈھول والے نے انکار کر دیا۔ افضل سارا دن اسکے پیچھے پھرتا رہا۔ جہاں وہ جاتا افضل بھی جاتا۔ شام کے وقت ڈھول والا تھک کر ایک درخت کے نیچے سو گیا۔ افضل فوراً ڈھول اٹھا کر چلتا بنا۔ پہلے تو بھاگتا رہا اس کے بعد چلنے لگا اور چار روز کے بعد اپنے شہر میں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے گھر گیا مگر ریحانہ وہاں موجود نہ تھی پھر وہ محل میں گیا اور بادشاہ سے کہا "میں وہ چیز معلوم نہیں کیا لیکر آیا ہوں"

بادشاہ نے کہا یہ تو وہ چیز نہیں ہے۔ افضل نے کہا اگر یہ وہ چیز نہیں ہے تو اسے بجانا چاہئے اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے دریا میں پھینک دینا چاہئے"۔

بادشاہ نے کہا ہاں یہی ہونا چاہئے"۔

اس کے بعد افضل باہر آیا اور زور زور سے ڈھول بجانا شروع کیا ڈھول کی آواز سنتے ہی بادشاہ کی فوج کے سب سپاہی افضل کو سلام کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمیں کوئی حکم دیجیے ہم اسے پورا کریں گے۔

بادشاہ نے انہیں بہت منع کیا لیکن سپاہی نہ مانے۔ جب بادشاہ نے یہ حال دیکھا تو حکم دیا کہ ریحانہ افضل کو واپس کر دی جائے۔

جب ریحانہ افضل کو واپس مل گئی تو افضل نے ڈھول کے ٹکڑے کرکے دریا میں پھینک دئے۔ بادشاہ کو بہت ہی غصہ آیا اور غصہ میں اپنے وزیر کو قتل کرا دیا اور خود سلطنت چھوڑ کر کہیں جنگل میں چلا گیا۔

اب ریحانہ نے کہا میں فلاں بادشاہ کی لڑکی ہوں اور صرف اس بادشاہ کو سزا دینے کے لئے یہاں آئی تھی۔ اب اس کو کافی سزا مل گئی ہے۔ میرا والد بڑا زبردست شہنشاہ ہے اس کے قبضہ میں کئی جن ہیں۔ میں انہیں جنوں سے یہ کام لیتی تھی۔ چلو اب ہم اپنے ملک چلیں۔

دو دن کے بعد دونوں ریحانہ کے ملک میں پہونچ گئے اور ہنسی خوشی رہنے لگے۔

باہمی جنگ کا انجام

دو شخص ایک سمندر کے کنارے ٹہل رہے تھے۔ کہ اتنے میں انھوں نے ایک سیب دیکھا اور آپس میں لڑنے لگے' ایک نے کہا کہ یہ سیب سب سے پہلے میں نے دیکھا ہے اسلئے یہ میرا ہے' دوسرے نے کہا میں نے اسے زمین سے اٹھایا ہے اسلئے یہ میرا ہے۔ جبکہ وہ اس طرح آپس میں لڑ رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک وکیل صاحب ادھر آ نکلے۔ انھوں نے کہا تم لوگ آپس میں لڑتے کیوں ہو؟ میں فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک اس کا وعدہ کرے کہ وہ میرے فیصلہ سے مطمئن ہو' وہ اس بات پر راضی ہو گئے۔ تب وکیل صاحب نے کہا' میرا خیال ہے کہ اس سیب کے حقدار تم دونوں ہو۔ لہذا لاؤ میں برابر تم دونوں میں تقسیم کر دوں' یہ کہا اور کہکر اس نے سیب کے دو ٹکڑے کرکے بیچ میں جو گودا نکلا اسے اس نے اپنے منہ میں رکھا اور خول کے دونوں حصے ہر ایک کو دیدیئے۔ وکیل کی یہ حرکت دیکھکر وہ بہت خفا ہوئے' لیکن وکیل صاحب نے فرمایا کہ یہ تو میرا محنتانہ تھا۔ جو میں نے لیا۔ سیب کے دونوں حصے تم دونوں میں برابر تقسیم کر دیئے ہیں +

آج کل بھی اکثر ہوتا ہے۔ جب دو فریق آپس میں کسی چیز کے لئے لڑتے ہیں۔ تو اس سے فائدہ وکلا اٹھاتے ہیں۔ اور فریقین یونہی کھائے میں رہتے ہیں +

انجمن "خدام جامعہ" (رنگون)

انجمن کا قیام اور اس کی کارگزاری

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی ماہانہ امداد کی تحریک ماہ اگست ۱۹۲۸ء میں اسلامیہ نیشنل ہائی اسکول (ملحقہ جامعہ ملیہ) میں ہوئی اس تحریک کے بانی مبانی اسکول کے سپرنٹنڈنٹ مولوی شہباز خاں صاحب ہیں۔ اسکول کے تمام اساتذہ نے اس پر لبیک کہکر اپنے خلوص اور ہمدردی کا ثبوت دیا۔ اسکے بعد رنگون کی تعلیمیافتہ اور روشن خیال طبقہ میں بھی یہ تحریک کی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس میں دن بدن کامیابی ہوتی گئی نومبر کے شروع ہفتہ میں چند ایک ہمدردان جامعہ نے مشورہ دیا کہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی غرض سے ایک باقاعدہ انجمن قایم کی جائے۔ چنانچہ ۱۵ر نومبر بروز جمعرات بوقت ۸ بجے شب بعد نماز مغرب رنگون خلافت کمیٹی کے دفتر میں زیر صدارت مولوی شہباز خاں صاحب ایک جلسہ منعقد ہوا۔

جناب صدر نے اپنی افتتاحی تقریر میں جلسہ کی غرض و غایت اور جامعہ کی مالی مشکلات کا ذکر کرنے کے بعد علی احمد خاں (جامعی) کو گزشتہ تین ماہ کی کارروائی کی رپورٹ سنانے کے لئے مدعو کیا۔ پوری رپورٹ کا ماحصل حسب ذیل ہے۔ ماہ اگست میں کل ۵۲ جمع ہوئے ۱۵ر اگست کو ۲۵ کا منی آرڈر (۱۰ محصول) جامعہ کو بھیجدیا گیا۔ اسی ماہ میں دو اور حضرات کا ہمدردان جامعہ کی فہرست میں اضافہ ہوا جن کے چندہ کی مجموعی رقم ۱۳ تھی ماہ ستمبر میں کل ۶۱ جمع ہوئے چنانچہ ۱۳ ماہ گزشتہ کے ملاکر مبلغ ۷۵ بذریعہ منی آرڈر (جسکا محصول ماہوار چندہ کے علاوہ ایک صاحب نے ادا کیا) شیخ الجامعہ کے نام ارسال کردیا گیا۔ اسی ماہ میں پندرہ روپئے ماہوار کا اور اضافہ ہوا۔ اور ماہ اکتوبر میں ۹۷ جمع ہوئے۔ ماہ گزشتہ کے پندرہ روپیہ اور ماہ اکتوبر کا چندہ ملاکر کل رقم یکصد بارہ روپئے ہوئی۔ جس میں سے یکصد دس روپئے کا منی آرڈر (جسکا محصول ایک روپیہ ۲ر تھا) جامعہ کو بھیجا گیا۔ جو وہ انے ماہ اکتوبر کے چندہ میں سے مد محفوظ میں جمع ہیں۔ اس کے بعد سید بخشش احمد صاحب نے انجمن کے قیام کی تحریک پیش کی قطب الدین صاحب صدیقی سکریٹری خلافت کمیٹی نے اس کی نہایت شد و مد سے موافقت کی۔ کچھ بحث و تمحیص کے بعد بجز مخالف صاحب کے دیگر تمام حاضرین نے تحریک کی تائید میں رائے دی اور تجویز منظور ہوئی۔ ماسٹر یوسف کاکا صاحب نے انجمن کو "انجمن خدام جامعہ" کے نام سے موسوم کرنے کی تجویز پیش کی جو کہ متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ اس کے بعد حسب ذیل عہدہ داران کا انتخاب عمل میں آیا۔

صدر - مولوی شہباز خاں صاحب

نائب صدر - سید بخشش احمد صاحب معلم ایس۔ پی۔ جی ہائی اسکول اور ایم ایچ۔ علو صاحب سکریٹری اسلامیہ نیشنل ہائی اسکول۔

سکریٹری - علی احمد خاں بی۔ ایس سی (جامعہ)

جائنٹ سکریٹری - ایم قطب الدین صاحب صدیقی سکریٹری رنگون خلافت کمیٹی۔

محاسب - عبدالرحمٰن صاحب صدر مدرس مدرسہ عباسیہ رنگون۔

حاجی احمد مدنی ملا داؤد صاحب کی تجویز کا کثرت آرا سے یہ فیصلہ ہوا کہ انجمن کی کی مجلس انتظامیہ کا انتخاب عمل میں نہ لایا جائے بلکہ انجمن کے ہر رکن کو مجلس کا بھی رکن تصور کیا جائے۔ اخیر میں کرسئ صدارت سے انجمن کی سرپرستی کیلئے حاجی احمد مدنی ملا داؤد صاحب کا نام پیش ہوا۔ چنانچہ متفقہ طور پر مدنی صاحب انجمن کے سرپرست منتخب ہوئے۔ ٹھیک ۹ بجے جلسہ برخاست ہوا۔

اسمائے اراکین	رقم چندہ ماہوار
(۱) ایم۔ ایچ علو صاحب۔	۵
(۲) قطب الدین عالم صاحب۔	۵
(۳) مولوی شہباز خاں صاحب۔	عہ ر
(۴) منشی رفیع الدین صاحب۔	عہ ر
(۵) ماسٹر محمد مسلم صاحب۔	عہ ر
(۶) منشی محمد اسحٰق صاحب۔	عہ ر
(۷) مولانا سید اسمٰعیل احسن صاحب عیش۔	عہ ر
(۸) ایم۔ ولی محمد صاحب۔	عہ ر

نمبر شمار	اسمائے اراکین	رقم چندہ ماہوار
(۹)	ماسٹر نذیر احمد صاحب -	سے ر
(۱۰)	ماسٹر ای - ای - کاکا صاحب -	سے ر
(۱۱)	حاجی یعقوب گورا باوا صاحب -	سے ر
(۱۲)	سید بخشیش احمد صاحب -	سے ر
(۱۳)	ڈاکٹر ایم - این امین صاحب -	سے ر
(۱۴)	ماسٹر زین علی صاحب -	عا ر
(۱۵)	ماسٹر عارف حسین صاحب -	ععا ر
(۱۶)	ایم - بی - ڈیسائی صاحب -	ععا ر
(۱۷)	مولوی محمد حنیف صاحب دریاوی -	ععا ر
(۱۸)	ماسٹر قاسم علی صاحب -	ععا ر
(۱۹)	ڈاکٹر ایس - اے احمد صاحب -	ععا ر
(۲۰)	سید محمد یوسف احسن صاحب ظفر -	ععا ر
(۲۱)	ایم قطب الدین صاحب صدیقی -	ععا ر
(۲۲)	منشی کرم داد خاں صاحب -	ععا ر
(۲۳)	مولوی رفیع الدین صاحب فانی -	عہ ر
(۲۴)	اسماعیل قاسم منصور صاحب -	عہ ر
(۲۵)	مسٹر گرو باکھم صاحب -	عہ ر
(۲۶)	ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب ندوی -	عہ ر
(۲۷)	ماسٹر محمد نعیم صاحب -	عہ ر
(۲۸)	ماسٹر نیاز احمد صاحب -	عہ ر
(۲۹)	قاضی سید توکل حسن صاحب	عہ ر
(۳۰)	مسٹر محمد سلیم صاحب -	عہ ر
(۳۱)	مسٹر بسم اللہ خاں صاحب -	عہ ر
(۳۲)	مسٹر محمد سلیم صاحب -	صہ ر
(۳۳)	علی احمد خاں صاحب (جامعی)	صہ ر

کل میزان یکصد روپیے (مار)

مرسلہ علی احمد خاں سکریٹری انجمن خدام جامعہ

مایوس ہو کر گوتم کے پاس آئی اور اپنا ماجرا بیان کیا - گوتم نے اسے سمجھایا اور کہا کہ دنیا کی ہر چیز ایک نہ ایک دن فنا ہونیوالی ہے - عورت پر اس تعلیم کا اتنا اثر ہوا کہ اسے نہ صرف اپنے عزیز بچہ کی موت پر صبر آگیا بلکہ اس دن سے وہ اس کے مذہب میں داخل بھی ہو گئی -

گوتم کا قاعدہ یہ تھا کہ برسات بھر وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم و تلقین کرتے اور جب برسات کا موسم گزر جاتا تو دین کی اشاعت کیلئے انھیں مختلف سمتوں میں بھیجدیتے اور ہدایت کر دیتے کہ تمھارے ساتھ جو سختی سے پیش آئے تم اس کے ساتھ نرمی برتنا - جو تمھیں دکھ پہنچائے تم اسے سکھ دینا - تم پر جتنی مصیبتیں اور تکلیفیں آئیں، ان کے مقابلہ میں تم ہمت اور صبر سے کام لینا - گوتم نے سب سے پہلی بار جب اپنے چیلوں کو بھیجا ہے تو ان کو یہ نصیحت کی تھی "جاؤ میرے بھائیو! لوگوں کے فائدے اور نفع، دنیا کی بھلائی اور اچھائی کی خاطر ملک کے ہر ہر حصے میں پھرو - لوگوں کو یہ تعلیم سنا دو جو ابتدا میں بھی بھلی ہے اور انتہا میں بھی - پاک اور کامل زندگی بسر کرنے کی منادی کر دو - جاؤ، میں بھی فلاں گاؤں میں جاتا ہوں"۔

گوتم کا آخری زمانہ تمام تر تعلیم اور تبلیغ میں گزرا اور [illegible] میں انھوں نے اپنی جان بھی دی - ایک بار کپلوشو سے (جہاں وہ پیدا ہوئے تھے) کوسی نارا نامی ایک گاؤں کو جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کی طبیعت یکبارگی خراب ہو گئی اور انھیں یقین ہو گیا کہ اب وہ نہیں بچیں گے - انھوں نے اپنے ایک عزیز کو پاس بلایا اور اسے تجہیز و تدفین کی ہدایت فرمائی - عزیز نے جو یہ باتیں زبان سے سنیں تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے - گوتم نے عزیز کو روتے دیکھکر سمجھایا اور کہا کہ اے آنند! مت روؤ اور اپنے کو رنج میں نہ ڈالو - جلد یا دیر میں ہر انسان ایک نہ ایک دن اپنی عزیز اور محبوب چیز سے جدا ہو جائے گا - اس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جو منتشر اور ہلاک نہ ہو - تم بھی ایک دن الٹ پھیر کے اس پھندے سے چھٹکارا پا ؤگے"

اس کے بعد انھوں نے اپنے خاص شاگردوں کو بلایا اور یہ آخری نصیحت کی کہ "دیکھو جب میں مر جاؤں اور تمھارے درمیان باقی نہ رہوں تو یہ نہ سمجھنا کہ بدھ نے تمھیں چھوڑ دیا اور اب تم میں موجود نہیں ہے - تمھارے پاس میری تعلیمات ہیں جو میں نے وقتاً فوقتاً تمکو دی ہیں، وہ قوانین ہیں جو تمھارے ڈھنگھ کے لئے میں نے بنائے ہیں - یہ سب تمھاری رہنمائی کیلئے کافی ہیں بدھ تمھیں چھوڑ کر چلا نہیں گیا ہے" یہ کہتے ہی مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا -

بحکم جناب شیخ الجامعہ صاحب باہتمام سید عابد حسین صاحب پرنٹر و پبلشر زیر اہتمام مسٹر مجیب بی اے ... جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں طبع ہو کر دفتر پیام تعلیم قرول باغ دہلی سے شائع ہوا

فہرست مضامین

اعتذار

ہمیں نہایت افسوس ہے کہ اس بار کا پرچہ پھر دو نمبروں کا ساتھ نکل رہا ہے گو ہم نے اسکے حجم میں اضافہ کر دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ لیتھو کیساتھ کتابت کی ایسی دشواریاں رہتی ہیں کہ اُن پر قابو پانا جلد آسان نہیں لیکن شکر ہے کہ اب ہمنے اسکا مستقل انتظام کر لیا ہے اور امید ہے کہ آیندہ وقت پر برابر نکلتا رہیگا۔

مینیجر

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان

پنڈت موتی لال نہرو نے ہندوستان کے تمام اخبارات سے اپیل کی ہے کہ وہ "سائمن کمیشن" کی کارروائیاں اپنے صفحات میں شائع نہ کریں، اسلئے کہ یہ تمام کارروائیاں ایک جھوٹ موٹ کا ڈھکوسلا ہیں جن کے پڑھنے سے نہ ناظرین کو کوئی فائدہ پہونچ سکتا ہے، نہ ملک کو۔ سر تیج بہادر سپرو، ڈاکٹر اینی بیسنٹ، مسٹر چنتامنی اور دوسرے مقتدر لوگوں نے اس اپیل کی نہایت شوق سے تائید کی ہے۔ اخبارات پر اس اپیل کا نہایت اچھا اثر پڑا ہے اور وہ ان کارروائیوں کے چھاپنے سے پرہیز کر رہے ہیں۔

دسمبر کا آخری ہفتہ "قومی میلوں کا ہفتہ" ہوتا ہے جس میں تمام قومی انجمنوں کے اجلاس ہر سال مختلف مقامات پر ہوتے ہیں اب کی بار نیشنل کانگریس کا اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا۔ پنڈت موتی لال نہرو اس کے صدر تھے۔ ۲۰ دسمبر کو انکا نہایت شاندار استقبال ہوا جس میں ۳۴ گھوڑوں کی چاندی کی گاڑی پر انھیں پھرایا گیا جلوس کوئی ایک میل لمبا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایسا استقبال بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی مشکل سے نصیب ہوا ہوگا۔ کانگریس میں سب سے اہم مسئلہ "نہرو رپورٹ" کے پاس کرنے کا تھا جس میں ہندوستان کے لئے سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ حکومت کا مطالبہ پیش کیا گیا ہے اس طرز حکومت کو "ڈومینین اسٹیٹس" کہتے ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو، سری نواس آئینگر اور ایک بڑی جماعت اس کی مخالف تھی جو یہ کہتی تھی کہ ہم ہندوستان کیلئے حکومت زیر سایہ برطانیہ نہیں بلکہ مکمل آزادی چاہتے ہیں۔ اندیشہ تھا کہ کانگریس "نہرو رپورٹ" کے حامیوں کا ہاتھ سے نکلکر کہیں ان کے ہاتھ میں نہ پڑ جائے۔

اسی زمانہ میں دہلی میں مسلمانوں کی ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد کیگئی تھی تاکہ مسلمان جو باہم منتشر ہو رہے ہیں، وہ سب ایک نقطہ خیال پر آجائیں۔ سر آغا خاں اس کانفرنس کے صدر تھے۔ جنھوں نے اپنے خطبہ صدارت کا افتتاح ہی ملک معظم کی دعاء صحت سے کیا اور دوسرے پیچیدہ مسائل میں نہایت صفائی سے بچتے ہوئے نکل گئے۔ کانفرنس نے جو تجویزیں پاس کی ہیں ان سے بڑی حد تک سرکار پرستی کی بو آتی ہے اور وطن خواہی و قوم پروری کی کہیں جھلک تک نظر نہیں آتی ہے۔

ممالک غیر

شنواری جرگہ نے افغانستان کی مشرقی سرحد پر جو بغاوت کی تھی، وہ اب بہت نازک حد کو پہونچ گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بغاوت مولویوں اور ملاؤں کے اکسانے سے ہوئی تھی۔ شاہ افغانستان نے پہلے تو صلح جوئی سے کام لینا چاہا اور لوگوں کو سمجھانے بجھانے کیلئے اپنے آدمی بھیجے لیکن جب وہ باز نہ آئے تو ان کو فرو کرنے کیلئے فوجیں اور ہوائی جہاز بھیجے جنھوں نے تمام بغاوت و سرکشی کو چند دنوں میں دبا کر رکھدیا کہتے ہیں کہ اس ہنگامہ میں باغیوں کے ۱۴۰۰ آدمی مقتول اور مجروح ہوئے۔

حکومت افغانستان کی طرف سے جو قونصل ہندوستان میں رہتا ہے، اسکے پرائیویٹ سکریٹری نے یہ اعلان شائع کیا ہے کہ شاہ افغانستان نے سکھوں کو انگریزی ٹوپی (ہیٹ) پہننے کے متعلق کوئی حکم نہیں نافذ کیا ہے۔ سکھ جماعت اور اسکے ذمہ دار لوگوں کی احتجاج اور ناراضگی بالکل بے بنیاد ہے۔ یہ صرف چند غرضمند لوگوں کی پھیلائی ہوئی باتیں ہیں۔

شہزادہ ویلز جن کی آمد کا مریض باپ اور شاہی خاندان کے ہر رکن کو شدید انتظار تھا وہ اب لندن میں پہونچ گئے لیکن ملک معظم کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ علالت کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ کبھی حالت رو بصحت ہوتی ہے تو کبھی اسکے برخلاف۔ کہتے ہیں کہ شہزادہ موصوف جس وقت اترے ہیں تو انکے چہرے سے غم و فکر کے آثار نمایاں تھے۔

یہ خبر نہایت حیرت انگیز طریقہ پر سنی گئی کہ شاہ امان اللہ خاں افغانستان کے تخت سے دست بردار ہوگئے اور ان کی جگہ ان کے بڑے بھائی عنایت اللہ خاں تخت نشین ہوئے ہیں۔ گزشتہ چند ماہ سے افغانستان کے اندر بغاوتوں کا جو سلسلہ جاری ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اندر ہی اندر ایسی نازک صورت اختیار کرلی کہ شاہ موصوف کو مجبور ہو کر تخت و تاج چھوڑنا پڑا۔ اب وہ مع اپنی بیوی ثریا بیگم کے قندھار میں مقیم ہیں۔ دست بردار ہونے سے پیشتر انھوں نے یہ کہا تھا کہ تخت و تاج حاصل کرنے کے لئے ملک میں قتل و خونریزی ہونے کی بجائے میں اس سے دست بردار ہو کر امن و سکون دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ تازہ خبر یہ ہے کہ عنایت اللہ خاں بھی علیحدہ ہوگئے ہیں اور مشہور ڈاکو بچہ سقہ کابل کے تخت پر قابض ہے۔ خیال ہے کہ امان اللہ خاں قندھار اور غزنی کی مدد سے کابل کے تخت پر پھر قبضہ کریں گے۔

مصر میں ابتدائی تعلیم

عہد جدید

اس وقت مصر میں ابتدائی تعلیم نے حیرت انگیز وسعت اختیار کرلی ہے۔ جب سے ڈسٹرکٹ بورڈ کا نظام قایم ہوا ہے اس تحریک میں اور بھی جان پڑگئی ہے +

سنہ ۱۹۲۴ء (تعلیمی سال) میں ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ماتحت لڑکوں کے ۶۳ ابتدائی مدارس تھے، جن میں ۴۰۳۰۴ الڑکے تھے۔ ان میں سے ۱۰۴۰ طلبہ نے ابتدائی سندی امتحان دیا۔ اور ۴۲ ۶ کامیاب ہوئے۔ اسی طرح لڑکیوں کے لئے ۱۳ ابتدائی مدرسے تھے۔ جن میں ۱۱۹۵ طالبات تھیں۔ اس وقت ڈسٹرکٹ بورڈ کا شاید ہی کوئی ایسا مرکز ہے (ان مرکزوں کی تعداد سو کے قریب ہے۔) جس میں ڈسٹرکٹ بورڈ کی جانب سے کوئی ابتدائی مدرسہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ ڈسٹرکٹ بورڈوں کے تمام صدر مقامات میں (تمام ملک میں کل تیرہ ۱۳ صدر مقامات ہیں) اور بعض مرکزوں میں لڑکیوں کے لئے ابتدائی مدرسے ہیں +

سنہ ۲۵-۱۹۲۴ء میں حکومت کی جانب سے لڑکوں کے لئے ۴۰ ابتدائی مدرسے تھے، جن میں ۸۶۶ ۱۴ طلبہ تھے۔ ان میں سے ۲۲۶۵ امتحان میں شامل ہوئے اور ۱۱۹۴ کامیاب ہوئے۔ لڑکیوں کے لئے ۷ مدرسے ہیں۔ جن میں ۱۰۹۳ طالبات تعلیم حاصل کرتی ہیں +

سنہ ۲۶-۱۹۲۴ء میں لڑکوں کی ابتدائی تعلیم کے اخراجات ۲۶ لاکھ ۶۰ ہزار پونڈ تھے۔ اور لڑکیوں کی تعلیم کے ۸۶ ہزار پونڈ +

سنہ ۲۷-۱۹۲۶ء میں وزارت تعلیم کے ماتحت ابتدائی مدارس کی تعداد ۵ ۴ تک پہونچ گئی۔ ان میں سے ۲۰ خاص دار السلطنت میں ہیں۔ اور باقی تمام اطراف ملک میں۔ مدرسوں میں درجوں کی مجموعی تعداد ۴۷۵ ہے۔ اور معلمین کی تعداد ۱۶۳ ہے۔ ان میں قاہرہ کے جدید مدرسے شامل نہیں ہیں (جن کے مدرسین کی تعداد معلوم نہ ہو سکی۔) ان میں سے ۷۲ مدرس عربی زبان اور مذہبی تعلیم دیتے ہیں۔ ۲۶ حساب و جامیٹری، معلومات عامہ ابتدائی علوم اور نقشہ کشی وغیرہ کی تعلیم کے لئے اور ۵۴ علمی و اخلاقی مضامین، یورپی زبانوں، یورپی تحریروں، ترجمہ، تاریخ، تربیت وطنی، ورزش جسمانی اور تدبیر صحت کی تعلیم کے لئے۔ وزارت تعلیم اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے مدارس کے علاوہ اور بھی سینکڑوں ابتدائی مدارس ہیں۔ جو مسیحی مشنریوں (خصوصاً ارتھوڈکس چرچ کے مدارس) خیراتی اور تعلیمی انجمنوں کے مدارس ہیں۔ ان کے علاوہ بعض مدرسے ایسے بھی ہیں جو انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ حکومت کی جانب سے ان تمام مدارس پر پوری توجہ کی جاتی ہے اور بجز مشنری مدارس کے سبکو مالی امداد دی جاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم اب مصر میں ایک منفعت بخش مالی کاروبار ہو گیا ہے۔ بہت سے دولت مند اور اعلیٰ مدارس کے سند یافتہ برابر ابتدائی مدارس قائم کر رہے ہیں۔

جدید قانون

گذشتہ فروری میں ابتدائی تعلیم کی تنظیم اور ابتدائی سندی امتحانات کے لئے جسوقت نیا قانون پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا تو استاذ نقراشی یک رکن مجلس تعلیمی نے اس قانون کو پیش کرتے ہوئے بیان کیا کہ

"سنہ ۱۹۲۴ء تک ابتدائی اور ثانوی مدارس میں تعلیم کی مدت چار چار سال تھی۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں اس مدت میں ایک سال کا اضافہ کر دیا گیا۔ لیکن جب موجودہ وزارت برسر اقتدار ہوئی تو وزیر تعلیم نے ایک تعلیمی کمیٹی کے قیام کا حکم دیا جس میں پارلیمنٹ اور دار الاعیان کے ارکان کو بھی شریک کیا گیا۔ اس کمیٹی نے ثانوی تعلیم کی مدت میں ایک سال کا اضافہ مناسب خیال کیا لیکن اس کی رائے میں ابتدائی تعلیم کے لئے چار سال کی مدت کافی ہے۔

چنانچہ پارلیمنٹ میں طے بھی یہی ہوا کہ ابتدائی تعلیم کی مدت چار سال رہے علاوہ ازیں یہ بھی طے ہوا کہ پہلے سال میں کوئی ایسا طالب علم نہ رکھا جائے جس کی عمر ۱۰ سال سے زیادہ ہو۔ یا ۱۲ سال کی عمر کا لڑکا دوسرے سال میں ۱۴ سال

کی عمر کا تیسرے سال اور ۱۶ سال کی عمر کا چوتھے سال میں داخل نہ کیا جائے ۔

ابتدائی مدارس کا نصاب حسب ذیل تجویز کیا گیا :-

قرآن کریم دینیات ۔ عربی زبان ۔ انگریزی یا فرانسیسی زبان ۔ عربی رسم الخط مغربی رسم الخط ۔ تاریخ ۔ جغرافیہ ۔ حساب ۔ عملی جامیٹری ۔ ابتدائی علوم ۔ اخلاق تربیت وطنی ۔ تدبیر صحت ۔ نقشہ کشی ۔ دستکاری ۔ باغبانی ۔ ورزش ۔ کھیل

اختیاری مضامین حسب ذیل رکھے گئے ہیں :-

موسیقی ۔ آرٹ (مصوری) ٹائپ رائٹنگ ۔ دفتری کام ۔ دوسری زبانیں اور ان کے علاوہ وزیر تعلیم جن مضامین کو مناسب خیال کریں ۔

طالب علم اپنے سے اوپر کے درجہ میں اسی وقت منتقل ہو سکتا ہے جبکہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہو جائے جو خاص اسی غرض سے لیا جاتا ہے ۔ یہ امتحان محض لازمی مضامین میں ہوتا ہے ' اختیاری اور اضافی مضامین کے امتحان کا یہ طریقہ رکھا گیا ہے کہ ہر تعلیمی سال کے اختتام سے قبل ایک انعامی مقابلہ ہوتا ہے اور جو طالب علم وزیر تعلیم کی مقرر کردہ شرائط کے مطابق اس مقابلہ میں کامیاب ہوتے ہیں انھیں انعامات دیئے جاتے ہیں ۔

جو لوگ ابتدائی نصاب ختم کر چکتے ہیں ان کا ہر سال امتحان لیا جاتا ہے ۔ اس امتحان میں وہ طلبہ بھی شامل کر لئے جاتے ہیں جنہوں نے مدارس امیریہ یا آزاد یا تقریباً آزاد مدارس میں تعلیم پائی ہو ابتدائی سندی امتحان میں حسب ذیل مضامین کا امتحان تحریری لیا جاتا ہے ۔

عربی زبان ۔ انگریزی یا فرانسیسی زبان ۔ عربی رسم الخط ۔ یورپی رسم الخط ۔ حساب عملی جامیٹری جغرافیہ ۔ تاریخ اور نقشہ کشی وغیرہ ۔ انگریزی یا فرانسیسی اور عربی زبان کا تقریری امتحان بھی لیا جاتا ہے ۔ طالب علم کامیاب شمار اسی وقت کیا جائیگا جبکہ ہر مضمون میں اسنے مقررہ نمبر حاصل کئے ہوں ۔ یا نمبروں کی مجموعی تعداد کا اوسط ۵۰ فی صدی ہو ۔ ضمیمہ کا امتحان بھی رکھا گیا ہے ۔ وہ طالب علم جو سالانہ امتحان میں شامل نہ ہو سکے ہوں یا کسی ناگزیر مجبوری کی وجہ سے پورے پرچے نہ کر سکے ہوں وہ اس امتحان میں شامل ہو سکتے ہیں ۔ اسیطرح وہ طالب علم بھی جو سالانہ امتحان میں ایک یا ایک سے زائد مضامین میں فیل ہو گئے ہوں اسمیں شرکت کر سکتے ہیں ۔ بشرطیکہ تحریری امتحان میں ان کے مجموعی نمبروں کا اوسط ۴۰ فیصدی سے کم نہ ہو لیکن جو لوگ صرف تقریری امتحان میں ناکام ہوئے ہیں وہ دوسرے سال صرف انھی مضامین میں امتحان دے سکتے ہیں ۔

علی الشمسی پاشا سابق وزیر تعلیم نے پارلیمنٹ میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے قوانین سے متعلق ایک یادداشت پیش کی ہے اسمیں انھوں نے بعض بہت اچھی باتیں لکھی ہیں وہ لکھتے ہیں :-

" تعلیم کا اولین مقصد سرکاری عہدیدار پیدا کرنا ہرگز نہیں ہے بلکہ محب وطن اور روشن خیال افراد کا تیار کرنا ہے اسلئے ضروری ہے کہ تعلیم کو بالکل جدید بنیادوں پر قایم کیا جائے جو نئی پود کیلئے نئی نئی راہیں کھولدے ۔ جسکے حقوق کامل ہوں اور جسکی ذمہ داریاں بھی اسیطرح پوری ہوں ، وزارت تعلیم نے زمانہ کی ترقی یافتہ قوموں کی رفتار ترقی کو پیش نظر رکھکر جدید سے جدید طرز کا نظام تعلیم وضع کر لیا ہے اسے اس انقلاب کا احساس ہے جو جنگ عظیم کے بعد پیدا ہو گیا ہے ۔ قوموں کیلئے اسوقت ناگزیر ہے کہ وہ اپنی پیداوار کو بڑھائیں اور تعلیم کا اجتماعی اور اقتصادی ضروریات سے تعلق اور رابطہ پیدا کر دیں وہ نظری علم کوئی اہمیت نہیں رکھتا جس سے ملک کو کوئی محسوس فائدہ نہ پہنچتا ہو ۔ صنعتوں اور فنون کی ترقی کیلئے ضروری ہے کہ ملک میں عام عملی مہارت پیدا ہو ۔ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ قوم کا ایک بڑا طبقہ اپنی ناگزیر ضرورتوں اور حاجتوں سے مجبور ہو کر اپنی ابتدائی عمر میں میدان عمل میں آجاتا ہے اور محرری صنعت ، تجارت ، زراعت ۔ مختلف پیشے اختیار کر لیتا ہے اسوقت اگر کوئی چیز اسکی معین و مددگار ہوتی ہے تو عملی تعلیم ۔ اسلئے یہ متفقہ خیال ہے کہ تعلیمگاہوں میں عملی علوم کی تعلیم دیجائے اور علوم کی تحصیل عملی ذرائع سے ہو "

اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر وزارت تعلیم نے ابتدائی تعلیم میں جدید مضامین کے داخل کرنیکا ارادہ کیا ہے مثلاً اخلاق اور وطنی تربیت وغیرہ تاکہ ۔ یہ چیزیں ایک ایسی قوم کی تکوین میں ممد و معاون ہوں جو اپنی خود مختاری پر قایم ہو ، جو اپنے حقوق اور اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہو ۔ اور یہ سمجھتی ہو کہ ترقی یافتہ قوموں میں اسکا کیا مرتبہ ہے اسی طرح اس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ ابتدائی علوم اور دستکاری وغیرہ کی تعلیم دی جائے تاکہ بچوں کی اخلاقی اور جسمی دونوں طرح تربیت ہو ۔

وزارت تعلیم نے ترقی یافتہ ممالک کے تجربات سے فائدہ اٹھا کر ابتدائی اور ثانوی مدارس میں تنوع پیدا کر دیا ہے اور اسی غرض سے متعدد اختیاری مضامین داخل نصاب کر دیئے ہیں جو ممکن ہے کہ صوبوں کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوں لیکن انکا مقصد واحد ہے ۔ تعلیمگاہوں میں تعلیم کی غایت اور طلبا کے مقصد اور نقطۂ نظر کے اعتبار سے تنوع پیدا کر دینا ایک ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے مصر کے مدارس ملکی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے میں زبردست ترین معاون ثابت ہونگے اور ملک میں تازہ روح پھونکدیں گے ۔

محمد علی پاشا نے ابتدائی تعلیم کا پہلا مقصد فوجی خدمت اور دوسرا مقصد حکومت کے محکمے اور صنعتی کارخانے رکھا تھا لیکن اب سو برس گزر جانیکے بعد ہم فوجیوں یا عہدہ داروں کے ضرورتمند نہیں ہیں بلکہ ہمیں ضرورت ہے کاشتکاروں اور صناعوں اور کاریگروں کی جو علم کو عمل سے تطبیق دیتے ہوں ۔ اگر حکومت نے اس مقصد کو حاصل کر لیا ہے تو حکومت کے سامنے ایک بڑا کام ہے جو تجویز بازی اور قانون سازی سے کہیں زیادہ اہم ہے اور وہ یہ کہ اس ٹڈی دل فوج کیلئے جو سالانہ ابتدائی مدارس سے امتحان دیکر نکلتی ہے کوئی کام پیدا کیا جائے ۔ کیونکہ ابتدائی تعلیم کی سند پانیوالوں میں سے ایک بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ پھاوڑا اٹھائے یا ہل چلائے ۔

(تلخیص از " المقتطف ")

وفد مدراس کے حالات

جامعہ ملّیہ کے لیئے ۴۵ ہزار کا سرمایہ

جامعہ ملّیہ کی طرف سے مدراس وفد بھیجنے کا خیال ایک عرصہ سے تھا - لیکن کسی نہ کسی وجہ سے اسمیں ہمیشہ تعویق اور التوا ہوتا رہا - بحمد اللہ کہ نومبر کا تیسرا ہفتہ اس اہم اور مبارک کام کے لیئے قرار پایا - اور صدر جامعہ جناب ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری ۔ مولٰنا ابوالکلام صاحب آزاد ، اور شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب اس ہفتہ میں مدراس پہنچے - ڈاکٹر انصاری صاحب ۱۸ نومبر کو یہاں تشریف لائے ، اور ۲۲ ہی کو واپس ہوگئے لیکن مؤخر الذکر صاحبان ۱۹ نومبر سے ۱۵ دسمبر تک مقیم رہے ، بلکہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب تو چند دن میسور میں تمام دنیا کے طلبا کی کانفرنس میں ضروری شرکت کرنے کے بعد پھر مدراس تشریف لائے - اور یہاں سے ۲۳ دسمبر کو روانہ ہوئے - ہر سہ حضرات مدراس کے مشہور اور فیاض بزرگ سیٹھ جمال محمد صاحب کے مہمان رہے -

عمائدین شہر سے تعارف دونوں دن یعنی ۱۸ نومبر اور ۱۹ نومبر کو اسٹیشن پر عمائدین شہر نے ان معزز مہمانوں کا نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا - دوران قیام میں علاوہ ان مصروفیتوں کے جو ڈاکٹر انصاری صاحب کو بہ حیثیت صدر کانگریس کے رہیں، وفد کو وہاں کی مسلم لیگ نے ایک دعوت دی - نیز سری نواس آئنگر صاحب ، اور مشہور انگریزی اخبار ” ہندو “ کے کارکنان نے بھی ایک دن چائے پر بُلایا - اسکے علاوہ ایک دعوت سیٹھ یعقوب حسن نے بھی دی - اور ایک دعوت جناب سیٹھ جمال محمد صاحب نے چائے نوشی کی گئی - جسمیں خاص طور سے عمائدین شہر کو بھی بلایا گیا تھا - اس سلسلہ کی تقریبًا ان تمام دعوتوں میں شہر کے بااثر اور سربرآوردہ اشخاص مدعو ہوتے تھے - انہی صحبتوں میں وفد کو لوگوں سے جامعہ ملیہ کے حالات بتانے اور اپنے مقاصد کے متعلق گفتگو کرنے کا موقعہ ملتا تھا - جس دن سیٹھ یعقوب حسن صاحب کی دعوت تھی ، اُس روز کی صحبت میں گفتگو وغیرہ ہونے کے بعد لوگوں نے چندے بھی لکھوائے جنکی مجموعی تعداد ۳۰ ہزار تھی لیکن حاضرین میں سے بعض باہمت لوگوں نے اسے ۴۰ ہزار تک پہنچا دینے کا وعدہ کیا - یہی وہ وعدہ تھا جو سب سے پہلی بار اخبارات کے ذریعہ لوگوں کے کانوں تک پہنچا - (لیکن اب یہ وعدہ پورا ہوچکا ہے اور ۴۵ ہزار کے قریب سرمایہ وصول ہوچکا ہے) اڈیٹر

جلسے اور تقریریں اس سلسلہ میں کئی ایک جلسے بھی ہوئے - سب سے پہلا جلسہ یہاں کی مشہور تاجروں کی بستی ” پیری میٹ “ کی مسجد میں ہوا جسمیں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اور ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب نے مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق تقریریں کیں - ایک جلسہ مدراس کے طلبا کا شان کلم چیٹی صاحب کی صدارت میں ہوا جس میں ہر دو ڈاکٹر صاحبان نے طلبہ کو خطاب کیا - ” پیری میٹ “ کے تاجروں کے اصرار سے ایک جلسہ پھر اُن کی مسجد میں ہوا - جس میں مولٰنا ابوالکلام صاحب آزاد نے وعظ بیان فرمایا - ان جلسوں کے علاوہ ایک جلسہ خواتین مدراس نے بھی کیا جس میں مولٰنا ابوالکلام صاحب باوجود شدید علالت کے شریک ہوئے - ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب نے اس جلسہ میں تعلیم نسواں پر ایک تقریر کی اور آخیر میں حاضرات کے اصرار سے مولٰنا نے بھی مسئلہ نسواں پر ایک تقریر فرمائی - جلسہ کے بعد خواتین نے جامعہ کے لیئے چندہ بھی کیا -

افسوس ہے کہ ان تمام مصروفیتوں کے باعث مولٰنا ابوالکلام صاحب کی طبیعت جو کلکتہ سے روانگی ہی کے وقت درست نہ تھی ، اور زیادہ ناساز ہوگئی - اور مولٰنا کو یہاں سے اپنا سفر ایک ہفتہ کے لیئے ملتوی کرنا پڑا -

اسلامی ہند میں بے نظیر مثال مدراس کے مسلمانوں نے جامعہ کے کام سے جو عملی دلچسپی ظاہر کی ہے وہ جامعہ اور مسلمانوں کے لیئے ایک فال نیک ہے - جامعہ سیٹھ جمال محمد صاحب کی مدد کا کما حقہٗ شکریہ مشکل ہی سے ادا کر سکتی ہے - سیٹھ صاحب موصوف

ہمارے اسلاف کا ایک نمونہ ہیں۔ جامعہ کی اہمیت اور مسلمان قوم کے لیے اسکی اور اس جیسی تعلیم گاہوں کی ضرورت کو آپ نے خوب سمجھا ہے اسی لیے جامعہ کے کام کو آپ نے اپنا کام سمجھا۔ اور سچ یہ ہے کہ وفد جامعہ کی تمام کامیابی کا سہرا جمال محمد صاحب ہی کی توجہ اور ہمت کے سر ہے۔

تاجران مدراس کی تعلیمی خدمات

دوسرے لوگوں میں سیٹھ سی عبدالحکیم صاحب بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اپنی فیاضیوں کی وجہ سے آپ کا نام شمالی ہند میں بھی مشہور ہے۔ شہر مدراس میں ایک نہایت عالی شان مسافرخانہ اپنے صرف کثیر سے بنوایا ہے۔ ایک مشن ہائی اسکول کو خرید کر اب اسے مسلمان بچوں کے لیے چلا رہے ہیں۔ اس طرح اپنے وطن وشارم میں بھی ایک مدرسہ اپنی فیاضی سے جاری کر رکھا ہے۔ اسی طرح اور لوگ بھی اپنے اپنے حلقہ میں کام کر رہے ہیں۔ کافی روپیہ مسلمانوں کی بہبودی کے لیے صرف ہو رہا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اکثر جگہ مصارف کی مناسبت سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ اس لیے کہ دولت اور فکر میں جو اتحاد ہونا ضروری ہے اور جن دونوں کے بغیر ہر ایک کا کام ادھورا رہتا ہے۔ وہ اور جگہوں کی طرح یہاں بھی دشوار ہے۔ لیکن پھر بھی خدا کا شکر ہے کہ چمڑے کے تاجروں کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانان مدراس کی حالت خراب ہے۔ جو لوگ قوم کی قوت و کمزوری کا اندازہ تناسب آبادی سے کرنے کے عادی ہوتے جاتے ہیں انھیں مدراس اور بنگال کے مسلمانوں کی حالت کا غور سے موازنہ کرنا چاہیئے۔

خدا سے امید ہے کہ مدراس میں جامعہ کے کام کی یہ ابتدا دوسری جگہ کے کام کے لیے فال نیک ثابت ہوگی۔ موجودہ چندہ کی مقدار اگرچہ اتنی نہیں جتنی کہ توقع ہو سکتی تھی۔ لیکن ادھر مدت سے چمڑے کا بازار خراب رہا ہے۔ اس لیے یہ بھی غنیمت ہے لیکن موجودہ چندہ سے کہیں زیادہ قابل قدر اور لائق شکر یہ بات ہے کہ جامعہ کے کام سے بعض ایسے لوگوں کو دلی تعلق پیدا ہو گیا ہے جن میں سے ایک آدمی بھی اس کے تمام مصارف کا کفیل ہو سکتا ہے۔

چند کمیاب کتب

سرو آزاد (بزبان فارسی) استاد الاساتذہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کی تصنیف ہے جس میں فارسی اور ہندی زبانوں کے ۱۵۱ شعرا کے حالات معہ نمونہ کلام درج ہیں۔ حجم (۲۱۲) صفحے۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ قیمت ہے، مجلد ۱۲

تحقیق الجہاد مصنفہ مولوی چراغ علی مرحوم۔ اس کے تین حصے ہیں۔ ابتدا میں مولوی محمد عبدالحق صاحب بی۔ اے کا عالمانہ و محققانہ مقدمہ ہے۔ جلد اول میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جن کی رو سے رسالتماب صلعم اور اصحاب کبار لڑائیوں پر مجبور ہوئے۔ مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اشاعت و تعلیم اسلام و تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی گئی ہے۔ حصہ دوم میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ ثابت کیا گیا ہے کہ بانی اسلام نے اشاعت اسلام میں کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیران جنگ کے ساتھ ہمیشہ رحیمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔ حصہ سوم میں تین ضمیمے ہیں پہلے میں جہد و جہاد کی دوسرے میں لونڈی غلام کو حرم بنانے کی بحث ہے اور تیسرے میں آیات قرآنی کا ذکر ہے جو جنگ کے متعلق وارد ہوئیں۔ لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ حجم (۴۱۲) صفحے قیمت ہے، مجلد ۱۲

ملنے کا پتہ

منیجر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

رفتار تعلیم

مجلس جامعات ہند کا چوتھا سالانہ اجلاس

سر سلطان احمد صاحب نمایندوں کا خیر مقدم کریں گے

انٹر یونیورسٹی بورڈ کا چوتھا سالانہ جلسہ پٹنہ یونیورسٹی کی عمارت میں ۲۸ فروری، یکم مارچ و ۲ مارچ ۱۹۲۹ء کو منعقد ہوگا۔ مندرجہ بالا تاریخوں میں ہر روز اجلاس گیارہ بجے سے شروع ہوا کریگا جلسہ کی باقاعدہ کارروائی سے پہلے سر سلطان احمد صاحب وائس چانسلر پٹنہ یونیورسٹی نمایندوں کا خیر مقدم کرینگے۔ ڈاکٹر اے۔ سی وولنر وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی صدارت کے فرائض انجام دینگے اور پروفیسر میشاوری بطور سکریٹری کے کام کرینگے۔

اس سال کے پروگرام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ طبقہ وار اجلاس منعقد ہونگے۔ کانفرنس کے شروع ہونے سے پہلے چند ایام میں ان صوبجات کے نمائندے جنمیں ایک سے زیادہ نمایندے یونیورسٹی کے مفاد عامہ پر بحث کرینگے انٹر یونیورسٹی بورڈ کے جلسوں کے علاوہ اور بعض مفید کام انجام پذیر ہونگے مثلاً نمایندے تعلیمی اوارں، سائنس کالج میڈیکل کالج۔ خدا بخش اور ریلٹیل لائبریری اور مسلم لائبری وغیرہ وغیرہ کا معائنہ کرینگے

سر سلطان احمد صاحب پرنسپل ہارنس اور رائے بہادر ودھا کرشن جالان کی طرف سے مجلس مذکور کے ارکین کو ضیافتیں دی جائینگی۔

الہ آباد یونیورسٹی کورٹ کے سرکاری ارکان

چانسلر الہ آباد یونیورسٹی نے مندرجہ ذیل حضرات کو الہ آباد یونیورسٹی کورٹ کا رکن نامزد کیا ہے۔

(۱) مسٹر جسٹس سلیمان (۲) مسٹر جسٹس مکرجی (۳) سر تیج بہادر سپرو (۴) مسٹر اقبال احمد (۵) مسٹر ار۔ ایم۔ کبن (۶) مسٹر ایچ۔ آر۔ ہیرا،

وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کا استعفا

سر مزمل اللہ خانصاحب نے وائس چانسلری کے عہدہ سے استعفا دیدیا ہے اور اس امر کے کوشاں ہیں کہ وہ جلد منظور ہو جائے۔ یونیورسٹی کی مجلس انتظامیہ سے نواب صاحب نے اپنا جانشین مقرر کرنے کی درخواست کی ہے۔ ۱۰ دسمبر کو مجلس انتظامیہ کا جلسہ ہوا جسمیں نواب صاحب موصوف کا استعفا منظوری کیلئے پیش ہوا۔

بنارس ہندو یونیورسٹی کا آل انڈیا انٹر کالج ڈبیٹ

۴ دسمبر ۲۸ء کو بنارس یونیورسٹی کی زیر اہتمام ہندوستان بھر کے کالجوں کا آٹھواں سالانہ تقریری مقابلہ ہوا۔ اس مقابلہ میں پہلا انعام سنیٹ زیویر کالج بمبئی کے ایک طالبعلم کو ملا۔ دوسرا انعام کرسچین کالج لکھنؤ کے طالب علم کو ملا اور تیسرا انعام انجنیرنگ کالج بنارس یونیورسٹی کے طالب علم کو ملا۔

بہار میں اردو کی ترویج کا مسئلہ

یکم دسمبر ۲۸ء کو گورنر صوبہ بہار مظفر پور آئے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ، بلدیہ، زمینداره انجمن اور مسلم لیگ نے سپاسنامے پیش کیے۔ زبان اردو کو لازمی قرار دینے کے مسئلہ پر گورنر نے کہا کہ فرقہ دارانہ جذبات کو نظر انداز کرکے میں اس مسئلہ کا واقعات کی بنا پر فیصلہ کرونگا۔

لاجپت رائے فیلوشپ فنڈ

پروفیسر اے۔ کے سدھانتا دیال سنگھ کالج لاہور کی تجویز ہے کہ لاہور اور بیرون لاہور کی درسگاہیں ملکر ایک "لاجپت رائے فیلوشپ فنڈ" جمع کریں

سائمن کمیشن کی تعلیمی کمیٹی نے اپنا کام ختم کردیا

سر فخر الدین وزیر تعلیمات حکومت بہار کی جانب سے جو گارڈن پارٹی دیگئی تھی، اسمیں شرکت کرنے کے بعد تعلیمی کمیٹی کے ارکین دہلی جارہے ہیں جہاں وہ مقیم رہ کر اپنی رپورٹ مرتب کرینگے۔

بنارس میں جسمانی ورزش کی تعلیم کیلئے ایک کالج کے قیام کی تجویز

جسمانی حالت کو بہتر بنانے کے لیے اور ورزش کرنے کی باقاعدہ تعلیم دینے کے لئے بنارس میں ہندؤں کی جانب سے ایک کالج کھولا جائیگا

مذہب

اچھی باتیں

۱۔ جب کوئی بات کرو یا سوچو تو ہمیشہ یہ خیال رکھو کہ تمھارے اوپر خدا ہے جو سب کچھ دیکھتا سنتا اور جانتا ہے۔

۲۔ اپنے ہم سبق لڑکوں اور ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر اور دوستانہ طریق سے رہو انھیں بھی اپنا بھائی سمجھو۔

۳۔ اگر اساتذہ تم کو سزا دیں تو سر تسلیم خم کرو کوئی اعتراض نہ کرو اور اپنے حق میں اسے مفید سمجھو جس طرح کوئی ڈاکٹر یا حکیم اپنے کسی مریض کو کڑوی دوا دشمنی سے نہیں دیتا اسی طرح کوئی استاد اپنے شاگرد کو دشمنی سے سزا نہیں دیتا۔

۴۔ استادوں کا ہر وقت اور ہر جگہ ادب ولحاظ رکھو خواہ مدرسہ میں ہوں یا باہر۔

۵۔ اگر کوئی شخص لکھ رہا ہو یا پڑھ رہا ہو، تو اس کی عبارت کی طرف نہ دیکھو ایسا کرنا سخت بد تہذیبی ہے۔

۶۔ اپنے استادوں اور بزرگوں کو سلام کیا کرو اور برابر والوں سے بھی بتعت کیا کرو شریف لڑکوں کا یہی دستور ہے۔

۷۔ بڑوں کا ادب و احترام کرو چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آؤ۔

۸۔ زور سے کھنکھارنا یا قہقہ لگا کر ہنسنا سخت بے ادبی ہے۔

۹۔ ناک ہاتھ سے نہ صاف کیا کرو۔ اور نہ آستین یا دامن سے پونچھو یہ وحشیوں اور بدتمیزوں کی عادت ہے۔

۱۰۔ مدرسہ میں کھانا گلی میں کچھ کھانا سخت عیب ہے پنسل یا قلم کو موہنہ میں رکھنا بھی بہت برا ہے اور صحت کے لئے مضر ہے۔

۱۱۔ مدرسہ میں ہمیشہ صاف کپڑے پہنکر جاؤ اگر ممکن ہو تو مدرسہ کے کپڑے الگ رکھو۔

۱۲۔ مدرسہ کے جو قوانین ہوں ان پر سچے دل سے اور سختی کے ساتھ عمل کرو۔

۱۳۔ وعدہ ایک طرح کا قرض ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے جھوٹا وعدہ کرنا یا وعدہ کر کے بھول جانا بد تر عیب ہے جو کسی شریف آدمی میں نہ ہونا چاہیئے۔

۱۴۔ آرام طلبی اور کاہلی وسستی سے بچو۔ یہ آدمی کو کم زور اور ناکارہ بنا دیتی ہیں اور آنے والی مسرتوں کا خون کر دیتی ہیں۔

۱۵۔ ہر کام کے لئے ضرورت کے موافق اوقات مقرر کر لو اور اس پر سختی کے ساتھ عمل کیا کرو وقت کی پابندی تمام کاموں کو آسان بنا دیتی ہے۔

۱۶۔ وقت کی قدر کرو کیونکہ یہ بڑی بیش قیمت چیز ہے کھوئی ہوئی دولت مل سکتی ہے گئی ہوئی صحت حاصل ہو سکتی ہے لیکن گزرا ہوا وقت کبھی ہاتھ نہیں آسکتا۔

۱۷۔ برے لوگوں کی صحبت سے بچو ورنہ تم بھی برے ہو جاؤ گے۔

۱۸۔ کسی پر حسد نہ کرو دوسروں کی کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھو۔

۱۹۔ قسم ہر گز نہ کھاؤ یہ بازاری لوگوں کی اور جھوٹے لوگوں کی پہچان ہے۔

۲۰۔ قرض سے بچو۔ جتنی چادر دیکھو اتنا ہی پیر پھیلاؤ۔

اردو کے اسالیب بیان

مصنفہ جناب زور صاحب۔ یہ بھی اردو ادب میں پہلی کتاب ہے جس میں اردو نثر کے ابتدائی زمانہ سے لیکر موجودہ زمانہ تک نثر نگاروں کے طرز تحریر و اسلوب بیان کے متعلق ایک عبوری ادبی تاریخ و تنقید ہے مصنف نے اخیر میں اردو نثر کے مستقبل کی نسبت اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔ حجم (۲۰۴) صفحے۔ لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ، پاکٹ ایڈیشن سادہ مجلد قیمت عہ

سائنس

سمندر کے اندر کی دنیا

اس دنیا کا بڑے سے بڑا عقلمند آدمی بھی نہیں جانتا کہ سمندر کے اندر کی دنیا کن کن عجائبات سے بھری ہے، لیکن روز بروز حالات کے معلوم کرنے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں، اس سے اب اتنا اندازہ ہو گیا ہے کہ پانی کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی جاندار شے نہ رہتی ہو۔ قدرت بر و بحر کے کسی حصہ کو خالی چھوڑنا نہیں چاہتی۔ ہر چیز کے لئے ایک جگہ ہے اور ہر جگہ کیلئے کوئی نہ کوئی شے ضرور موجود ہے۔ سمندر کی سطح پر ہم کو ایسے جانور تیرتے نظر آتے ہیں جو خشکی پر نہیں چل سکتے اسی طرح بیچ سمندر میں ایسے جانور ملیں گے جو اوپر سطح پر نہیں آسکتے، ٹھیک اسی طرح تہ میں بھی بعض ایسی مخلوق نظر آئیگی جو وہیں رہتی ہے۔

اچھا اب اگر ہم تحقیق کی نظر سے دیکھیں تو ہمکو اسی پانی میں ایک نہایت عجیب و غریب چیز ملیگی تجربہ کے طور پر کسی تالاب کا ایک چمچہ پانی لو تو تمہیں اس پانی کے اندر اس مخلوق کی اس سے زیادہ تعداد ملیگی جتنی اس پوری دنیا میں انسانوں کی ہے۔ ان کے بڑھنے کی رفتار نہایت عجیب و غریب ہے پہلے ایک ٹوکڑے دو ہوتا ہے پھر دو چار بنجاتا ہے۔ اسیطرح چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ۔ انکے لئے اگر مناسب گرمی اور غذا ملتی رہے تو چار دن کے عرصہ میں ایک دس لاکھ ہو جائے، ۶ دن میں ایک ارب اور ساڑھے سات میں ایک کھرب لیکن ترقی کی یہ رفتار قایم نہیں رہتی ہے۔ بعض دوسرے اسباب ایسے ہوتے ہیں جو ان کی تعداد کے اضافہ کو روکدیتے یا کم کرتے رہتے ہیں ورنہ تمام پانی ان سے بھر جائے۔

یہ کیڑے جسقدر کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اسیقدر کثرت سے مرتے بھی ہیں۔ انکے مرنے کے بعد انکے جسم کی نہایت چھوٹی چھوٹی خول یا ننھی ننھی گھونگھیاں جو جمع ہوتی جاتی ہیں انسے ایک مدت کے بعد کھریا مٹی کی سی ایک چٹان بنجاتی ہے جو کبھی کبھی تو سمندر کے اوپر بھی نمودار ہو جاتی ہے۔ اس ایک چٹان کے بننے میں اربوں کیا کھربوں سے بھی زائد کے جسم کام آتے ہونگے اور ان کے اس حد تک پہنچنے میں ہزاروں سال لگے ہوں گے۔

نہ صرف چھوٹی چھوٹی کھریا مٹی کی چٹانیں بلکہ بڑے بڑے پہاڑی سلسلے بھی ان جیسے کیڑوں کے مردہ جسموں سے تیار ہوتے ہیں۔ عرب کا کوہستانی سلسلہ ایسے ہی کیڑوں کے جسموں سے بنا ہے۔ ایک زمانہ میں یہ تمام علاقہ پانی کے اندر ڈھکا تھا لیکن بعض قدرتی تغیرات کی بنا پر یہ حصہ خشکی سے بدل گیا اور اس علاقہ میں کوہستانی سلسلے جو ہم دیکھتے ہیں وہ اسی زمانہ میں پانی کے اندر ہی اندر تیار ہوئے ہیں۔ لہذا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مصر کے اہرام اور ابو الہول جو دنیا کے عجائبات میں سے سمجھے جاتے ہیں، انہی مردہ کیڑوں کے جسم سے بنے ہیں اسیطرح یہ بھی کہنا غلط نہ ہوگا کہ پیرس و لندن کی اکثر خوبصورت عمارتیں بھی اسی مخلوق کے گوشت پوست سے بنی ہیں۔ ایک پتھر کی عمارتوں ہی پر کیا موقوف ہے، بعض بہترین زیورات مثلاً ہار اور کنٹھے وغیرہ بھی جو نہایت خوشنما اور قیمتی پالش کئے ہوئے گھونگھوں سے بنتے ہیں، انھیں کیڑوں کی بدولت میسر آتے ہیں۔ بہت عرصہ قبل یہ گھونگھیاں مچھیروں کے جال سے پکڑی جاتی تھیں اور اسوقت انکے متعلق یہ خیال تھا کہ سمندر کے پھول ہیں۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ گھونگھیاں پانی کے اندر نہایت نرم اور ملائم ہوتی ہیں لیکن جونہی انکو پانی سے باہر نکالا جاتا ہے، ہوا کے لگتے ہی وہ سخت ہو جاتی ہیں لیکن واقعہ ایسا نہیں ہے ایک عقلمند شخص نے اسی بات کا تجربہ کرنیکے لئے ایک بار پانی کے اندر غوطہ لگایا اور دیکھا کہ وہاں بھی یہ گھونگھیاں اسی قدر سخت ہیں جسقدر باہر معلوم ہوتی ہیں۔

ان گھونگھوں کی زندگی بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی شہد کی مکھیوں کی۔ وہ بھی اپنے لئے اسیطرح گھر بناتی ہیں جسطرح شہد کی مکھیاں اور انھی کی طرح اپنے لئے سمندر کے پانی سے غذا فراہم کرتی ہیں۔ یہ مکانات مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں، کوئی نیلا، کوئی اودا، اور کوئی گلابی رنگ کا ہوتا ہے۔ انکے اور شہد کی مکھیوں کے مکانات میں تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔ یہ اپنے مکانات کسی خارجی چیز سے نہیں بناتیں بلکہ انکے مکانات خود انکے جسم کا حصہ ہوتے ہیں۔ یہ سب سے پہلے اتھلے پانی سے بنانا شروع کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ اپنی دیواریں اتنی بلندی تک لے آتے ہیں کہ وہ سطح کے باہر چٹانکی شکل میں نظر آنے لگتی ہیں۔ وہ بعض وقت لمبائی اور چوڑائی دونوں میں اسقدر وسعت سے پھیل جاتی ہیں کہ ایک جزیرہ سا بنجاتا ہے اور اسٹریلیا کے قریب آج کتنے جزیرے ایسے ہیں جو انھی گھونگھوں سے بنے ہیں۔ تمھیں معلوم ہوگا کہ طوفانی سمندروں کے اندر ایک لائٹ ہوس بنانا کس قدر دشوار کام ہوتا ہے لیکن یہ گھونگھے سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل لمبی دیواروں کی بنیادیں انھی طوفانی سمندروں میں رکھتے ہیں۔ اسٹریلیا کے شمال مشرقی ساحل پر انکی ایک دیوار ہزار میل لمبی ہے۔ کسی شخص کا قول ہے کہ ان گھونگھوں کے حیرت انگیز کارنامے دیکھکر تو دیوار چین اور اہرام مصر بچوں کا کھیل معلوم ہوتے ہیں۔

تاریخ

ارسطو (۳۸۴ - ۳۲۲ قبل از مسیح)

موسم گرما میں ایک روز دوپہر کے بعد جبکہ گرمی پڑ رہی تھی ایک اجنبی اور نازک نوجوان جسکی عمر بمشکل اٹھارہ سال ہوگی اتھینز (Athens) کی بڑی منڈی میں وارد ہوا اور اس نے شہر کے ایک باشندہ سے جو کہ کاہل اور آوارہ گرد شخص تھا سوال کیا کہ افلاطون فلسفی کے مکان کو کون سا راستہ جاتا ہے؟

"یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ تم وحشی اور جنگلی آدمی ہو" اُس کاہل شخص نے اس نوجوان کی وضع قطع کو حقارت کی نظر سے دیکھکر جواب دیا۔ اور پھر قہقہہ لگا کر کہنے لگا کہ تمہیں اتنا معلوم نہیں کہ افلاطون فلسفی کسی دوسرے ملک میں بغرض سیاحت گیا ہوا ہے اور یہ دور دور تک مشہور ہوچکا ہے۔ خیر یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کہاں سے وارد ہوئے ہو؟

"میں نکومیکس کا لڑکا ہوں جو بادشاہ مقدونیہ کا طبیب ہے اور میرا نام ارسطو ہے اور میں اسٹیجرا کا رہنے والا ہوں۔ میں اتھینز میں فلسفہ اور حکمت سیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ میں تمہاری لغویات سننے کیلئے تیار نہیں ہوں" نوجوان ارسطو نے حقارت سے جواب دیا۔

"شریر لڑکے" اس اتھینز کے باشندے نے جواب دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد کہنے لگا اگر تمہیں افلاطون کی درسگاہ میں پہونچنا ہو تو شمال کی طرف ڈپلن دروازے سے نکلکر دریائے سفیسز کے پار ایک میل کے فاصلہ پر ایک باغ ملے گا جس کے چاروں طرف دیوار ہے۔ وہاں تمہیں لڑکوں کے پڑھنے اور شور کرنے کی آواز سنائی دیگی۔ وہاں ٹھہر جانا کیونکہ وہی افلاطون کا مکان ہے"۔

نوجوان ارسطو اس آوارہ گرد کی بدتمیزی پر ناک بھوں چڑھا کر چلا گیا اور راستے میں اُن سر بفلک عمارتوں کو بنظر حیرت دیکھتا گیا۔

ارسطو جس وقت اپنے گھر میں اپنے باپ سے علم طب سیکھا کرتا تھا تو اسکی یہ انتہائی خواہش تھی کہ اتھینز جو اُس وقت فلسفہ اور آرٹ کا مرکز تھا وہاں جائے اور افلاطون سے درس حاصل کرے جس کی شہرت دور دراز تک پھیل چکی تھی۔

اپنے باپ کی وفات پر وہ ایک چودہ سالہ لڑکا تھا اور اب اُس کیلئے یہ زریں موقع تھا کہ اپنی دیرینہ تمناؤں کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے۔ چنانچہ آج ارسطو اتھینز کے بیت العلوم کے دروازہ پر کھڑا افلاطون کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ افلاطون کو تین سال کے لئے اتھینز سے باہر رہنا تھا چنانچہ نوجوان ارسطو کو تین سال تک بوڑھے فلسفی کا انتظار کرنا پڑا اور اس عرصہ میں اُس نے شہر اتھینز کو اچھی طرح دیکھا اور جو چیز نئی دیکھتا اسکو بغور مطالعہ کرتا۔

اتھینز کی سیاسی طاقت بوجہ ان جنگوں کے جو اسکو اسپارٹا (Sparta) اور تھیبز (Thebes) کے خلاف لڑنی پڑی بالکل تباہ ہو چکی تھی اور شمال کیطرف مقدونیہ کی بڑھتی ہوئی طاقت اُن کے لئے ہر وقت باعث خطرہ تھی۔ مگر باوجود ان باتوں کے اتھینز اپنی پُرانی عظمت اور شوکت کا مرقع تھا۔ اسمیں ہر قسم کے عیش و عشرت کے سامان موجود تھے گو وہاں ظالم اور جابر بادشاہوں نے حکومت بھی کی تھی مگر جہانتک دماغی ترقی کا تعلق تھا وہ بالکل آزاد تھی۔

باوجود اس بات کے کہ نوجوان ارسطو کے پاس کثیر دولت تھی اُس نے ایک سنجیدہ اور شریفانہ زندگی بسر کرنا پسند کی چنانچہ اُس نے اتھینز میں ایک مکان خریدا اور ایک کتب خانہ بنانا شروع کیا۔

افلاطون کی مدت انتظار میں ارسطو ایک دنیا دیدہ ذہین اور آزاد خیال آدمی بن چکا تھا۔

جب افلاطون اپنی سیر و سیاحت سے لوٹا تو اُس نے اپنے اس نئے شاگرد کی زبردست ذہانت اور قوت ادراک کو بیک نظر بھانپ لیا اور ارسطو کا وہ ذہن جس کو افلاطون کے اصولوں کو تہ و بالا کرنا تھا جسکو نئی علمیت اور نئے اصولوں کی بنیاد رکھنی تھی جسکو اس اسٹیجرا (Stagira) کے نوجوان کو دنیا کا سب سے بڑا فلسفی بنانا تھا افلاطون کی تدریس سے اور چمکا۔ ارسطو ۲۰ سال تک اتھینز میں رہا جبکہ افلاطون ۳۴۷ء ق م میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد مقدونیہ کے بادشاہ فلپ نے ارسطو کو اپنے ہونہار بیٹے کا اتالیق مقرر کیا جو بعد میں صفحۂ تاریخ میں اسکندر اعظم کے لقب سے موسوم ہوا ہے۔ بارہ سال تک یہ زبردست

فلسفی اس مشہور روزگار فاتح کے ساتھ رہا۔ پہلے پہل اسکا اتالیق، پھر مشیر اور بعدازاں ایک دوست کی حیثیت سے۔

اس عرصہ میں جبکہ ڈی ماستھینز (Demosthenes) جو کہ ارسطو کے ایک سال بعد پیدا ہوا تھا۔ اُس نے ایتھنز میں ارسطو کے خلاف بڑا زبردست پروپیگنڈا کیا۔ کیونکہ وہ مقدونیہ کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف تھا۔ اور ارسطو اہلِ مقدونیہ کے پاس تھا۔ مگر دوسری طرف ارسطو اہل مقدونیہ کے دلوں میں تہذیب اور فلسفہ کا بیج بو رہا تھا۔ غرض یہ اسی فلاسفر ارسطو کی بےنظیر عقل اور اثر کا نتیجہ تھا کہ ایتھنز ان سکندری طوفانوں سے بال بال بچ گیا۔ جبکہ اس کا فتح ہونا قطعی ممکن تھا۔ جب سکندر اعظم ایشیائی معرکوں کے لئے نکلا تو ارسطو ایتھنز واپس چلا آیا۔ اور وہاں ایک بیت العلوم کی بنیاد ڈالی۔ جسکو لیسی ام (Lyceum) کہتے ہیں یہ درسگاہ، آپالو لی سیسی ام (Apoll [illegible]) کے مندر کے نزدیک تھی اور اس درسگاہ میں ارسطو نے اپنے اُستاد افلاطون کی طرح ایک اِدھر اُدھر ٹہل کر پڑھانے کی جگہ بنائی۔ جسکو یونانی میں پیری پیٹیس ( ) کہتے ہیں۔ اور اس لئے ارسطو کی فلاسفی کو پیری پیٹیٹک (Pinpatistic) فلاسفی کہتے ہیں۔

سکندر کی وفات کے بعد اہل ایتھنز نے بغاوت کا علم بلند کیا حالانکہ ارسطو کو سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور اس کے دشمنوں نے محض اسکی سکندر سے دوستی کی وجہ سے وہی کفر کا فتویٰ ارسطو پر عاید کیا جسکی بنا سقراط ۷۵ سال ارسطو سے پہلے موت کا ذائقہ چکھ چکا تھا۔ مگر ارسطو ۳۲۳ قبل مسیح میں (Clalss) جو کہ جزیرہ این لویا (Enlivia) میں ہے وہاں بھاگ گیا۔ اور وہیں ۶۳ برس کی عمر میں مرگیا۔

ارسطو نے نہ تو اپنے زمانہ میں کوئی انقلاب پیدا کیا۔ اور نہ اپنے ساتھیوں میں کوئی برقی لہر دوڑائی۔ کیونکہ وہ ان تمام باتوں سے بالا تر تھا وہ ایک عالم تھا جس کا دماغ تمام چیزوں پر حاوی تھا۔ وہ نہ صرف غور و خوض کرنے والا فلاسفر تھا، بلکہ زود فہم قدرت کا مشاہدہ کرنیوالا علم کو باقاعدہ ترتیب دینے والا تھا۔ وہ حقیقی فلاسفر تھا جسکی بنی نوع انسان کی سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ اُس نے سائنس اور فلاسفی کے اصُول کو پختہ بنیادوں پر قائم کیا۔

اس نے علم کی مختلف شاخیں مثلاً علم طبعیات، علم الٰہی، معرفت علم النفس، علم اخلاق، علم سیاسیات، علم انشاء، فصاحت و بلاغت شاعری اور علم منطق کی تشریح کی۔ اور اُن کی باقاعدہ ترتیب دی۔ اور در اصل مروجہ سائنس کا وہی بانی تھا۔

اسکندر کہا کرتا تھا کہ مجھے اپنے باپ کی قسم مجھے سب کچھ ارسطو نے سکھایا۔ اور بتایا کہ شرافت کی زندگی کیسے بسر کرنی چاہیئے۔

دو ہزار سال بعد مشہور شاعر گوئٹے (Goete) نے کہا کہ اس پُرامن زمانے میں میرے پاس جوانی کی سی دماغ میں قوت اور طاقت ہوتی تو میں تمام یونانی حکمت پر صرف کرتا۔ اور قدرت (Nature) اور ارسطو کو میں صرف مطالعہ کرتا۔ ارسطو ایک دنیا کا بڑا محسن ہی جو تمام علوم پر سب سے بڑا اُستاد مانا جاتا ہے۔ جیسا کہ دانتے (Danto) نے کہا ہے کہ وہ دنیا کے ان بڑے اُستادوں میں سے ہے جن کی زندگی حقیقت کی محبت سے لبریز ہے۔

ارسطو اور اس کے شاگردوں نے علم سائنس کے اصُولوں کو اکٹھا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

غرضکہ اس کا مشہور شاگرد سکندر جس وقت دنیا کو تلوار کے زور سے فتح کر رہا تھا، اُس وقت ارسطو نے اپنے دماغ سے دُنیا کو مسخر کر لیا۔

صداقت کی طاقت

بہت زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک جگہ ایک بڑا دیو عفیر نامی رہتا تھا - یہ دیو نہایت قوی ہیکل تھا - اور اسقدر اسمیں طاقت تھی کہ کیسا ہی زبردست اور مشکل کام ہو آناً فاناً کر ڈالتا تھا - پہاڑوں کو اپنی انگلی کے سرے پر اٹھا کر اِس ملک سے اُس ملک میں منتقل کر دینے کی اُسمیں طاقت تھی اس طاقت وقوت کے اظہار کا اسکو کوئی موقع حاصل نہ تھا - اس کی یہی آرزو اور یہی تمنا تھی کہ اس کا کوئی حریف اور مدمقابل ملے تاکہ وہ اپنی طاقت اور اپنے زور کا امتحان اور اس کی نمائش کر سکے - اور وہ شب وروز اسی فکر میں غرق رہا کرتا - ایک دن وہ اپنی دھن میں ایک اونچے ٹیلے پر چہل قدمی کر رہا تھا کہ اُسے ایک بوڑھا آدمی ٹیلے کے نیچے نظر پڑا عفیر اسے دیکھتے ہی اسکی طرف لپکا - اور اُس سے دریافت کیا کہ "بڑے میاں! تم مجھے جانتے ہو؟ اور کیا کسی ایسے دیو سے بھی واقف ہو جو مجھ جیسا قوی و زورآور ہو؟" بوڑھے آدمی نے غور سے عفیر کو دیکھا اور کہا "میں اگرچہ تم سے واقف نہیں، لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تم ایک ہٹے کٹے دیو ہو - لیکن اگر تم میرے ہمراہ چلو تو میں دریا پار ایسی مخلوق سے ملا دوں گا جسکا ہر بچہ تم جیسے دیو سے زیادہ مضبوط اور توانا ہے"

بوڑھے کی اس بات پر پہلے تو دیو ہنسا - لیکن جب اس نے بوڑھے کی بزرگ صورت اور سنجیدہ نظروں کو دیکھا تو اسکی ہنسی خود بخود رک کر ادب وتعظیم کے اظہار سے بدل گئی - دیو نے کہا "بڑے میاں! اگرچہ آپ کی یہ بات مضحکہ خیز ضرور ہے کہ آدمی! اور پھر آدمی کا بچہ میری طاقت، میرے زور اور میری قوت کا مقابلہ کرنے کی جراُت تو درکنار مجھ سے بازی لے جانے کا دعویٰ کر سکتا ہے - لیکن آپ کی بزرگی سے ضرور مجھے آپ کی بات باور کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے - اور چلیے! میں آپ کے ہمراہ چلنے کو طیار ہوں"

"آئیے! آپ بوڑھے ہیں اور میں جوان! میں آپ کو اپنی پُشت پر سوار کر لوں - اس طرح یہ راستہ جلد اور بآسانی طے ہو جائے گا"

بڑے میاں نے پہلے تو تامل کیا - لیکن عفیر کے اصرار پر رضامند ہوگئے - اور عفیر نے انہیں اپنی پشت پر سوار کر لیا - بڑے میاں کی رہبری اور ہدایت پر عفیر دریا پار صداقت نگر میں پہنچ گیا - اور کچھ فرلانگ کی مسافت طے کرنے کے بعد بستی میں آیا تو دیکھتا کیا ہے کہ ہر بچہ ہر بوڑھا اور ہر جوان نہایت بشاش، خوش وخرم اور توانا نظر آتا ہے - لیکن چونکہ دیو کے اور آدمی کے جثہ اور جسم میں آسمان وزمین کا فرق ہے اس لئے پھر اُسے بڑے میاں کی بات پر شک ہوا - اور اُس نے اپنے دل میں کہا کہ اب دور ہی کیا رہا ہے - ابھی امتحان ہوا جاتا ہے - بڑے میاں عفیر کو صداقت نگر کے امیر کے پاس لے گئے - اور انکی خدمت میں اُسے پیش کیا - امیر نے جب عفیر کی خواہش کا احوال سُنا تو بڑے میاں سے کہا کہ "اچھا ہے - آج بعد نماز عصر جامع مسجد کے سامنے والے میدان میں عفیر جس بچہ اور جس شخص کے ساتھ جس طرح پر طاقت آزمائی کرنا چاہے کر سکتا ہے - اور اس نبرد آزمائی کی باقاعدہ نمائش کا انتظام ہو - صداقت نگر کا ہر فرد عصر کے بعد میدان میں جمع ہو جائے -

امیر کے اس فرمان پر تمام بستی میں ڈھنڈورا پٹ گیا - اور عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد کے سامنے ایک جمِ غفیر لگ گیا - عفیر نے اپنا مقابل طلب کیا - اور مجمع میں سے ایک بچہ جسکی عمر کوئی ۱۲ یا ۱۳ سال کی ہوگی سامنے آیا اور دیو سے طریق قوت آزمائی دریافت کیا - عفیر چونکہ وزن کشی اور باربرداری میں زیادہ مشاق تھا اُس نے یہی مطالبہ کیا کہ جو ہم دونوں میں سے زیادہ وزن اپنی پشت پر اٹھا کر ایک میل کی مسافت طے کر لے وہی فاتح اور زورآور ہے -

لڑکے نے کہا بہت بہتر! آپ مجھے اٹھا کر لے چلیے اور میں آپ کو۔

عفیر اس بات پر زیرلب مسکرایا اور ایک مسرت کے اظہار کے ساتھ اُس نے لڑکے کو اپنی پشت پر سوار ہونے کے لئے کہا - لڑکا خود ہی اُچک کر

عفیر کی پشت پر سوار ہو گیا۔ لیکن عفیر کا خیال قطعی غلط تھا کہ لڑکا چھوٹا سا ہے وہ اُسے بآسانی اپنی پشت پر سوار کر کے ایک میل لے جا سکے گا۔ اور لڑکا مجھ جیسے قوی ہیکل دیو کا وزن کس طرح برداشت کر سکے گا۔ اس لیے یہ شرط قطعی طور پر میں ہی جیتونگا۔ مگر بالکل اس کے برعکس معاملہ تھا۔ لڑکے میں بلا کا وزن تھا۔ اُسکے بار سے عفیر کی پشت ٹوٹی جا رہی تھی۔ اور وہ پسینہ پسینہ ہو گیا تھا۔ ایک قدم چلنا دشوار تھا۔ پانچ چھ قدم بڑی مشکل اور بڑی جان ہاری سے طے کیے تھے کہ بارِ عظیم سے اُسکے قدم لڑکھڑائے اور عفیر پست ہو کر گر پڑا۔

عفیر گرا اور گرنے سے بیحد شرمندہ تھا۔ وہ گویا اپنی شرط میں ہارا۔ ایک بچہ کے اور پھر آدمی کے بچے کے مقابلہ میں وہ ناکام رہا۔ اُسکو جو گھمنڈ اور جو غرور اپنی قوت و زور پر تھا وہ غلط ثابت ہوا۔ وہ اٹھا اور بڑے میاں کے قدموں پر گر پڑا۔ اور اپنے غرور و تکبر کی معافی مانگی

بڑے میاں نے اُسے سینہ سے لگایا۔ اور صداقت نگر کے ہر شخص نے اسکی تشفی کی۔ اور تسلی و دلاسہ دیا۔

عفیر نے بڑے میاں سے دست بستہ عرض کیا کہ "اب آپ نے جہاں اتنے احسان کیے وہاں اتنا کرم اور کیجیے کہ میری اس حیرت کو اور اس تعجب کو اور رفع فرما دیجیے کہ اس دیس کے مرد و زن طفل و جوان اسقدر سحتور اور قوی و تندرست کیوں ہیں۔ اور ان کی اس غیر معمولی قوت کا کیا سبب ہے؟

بڑے میاں نے کہا کہ "بیٹا! یہ صداقت نگر ہے۔ سچائی کی بستی ہے۔ یہاں کے لوگ حق پرست ہیں۔ سچی باتوں کے عامل ہیں اور سچ پر قائم ہیں۔ راستی اُنکا شیوہ ہے۔ راست بیانی اور راست روی کی بدولت اُن میں یہ زبردست قوت ہے۔ اور یہ قوت وہ طاقت ہے کہ جسکو کبھی زوال نہیں۔ اور مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد دنیا و آخرت دونوں میں یہ قوت قائم رہتی ہے۔"

عفیر نے کہا "تو اے چچا! میں بھی اب اسی دیس میں رہونگا۔ اور میں بھی اسی روحانی قوت کو حاصل کرونگا جو اس ملک کے باشندوں کو حاصل ہے۔" چنانچہ عفیر نے ایک منڈیا ڈال لی۔ اور بستی کے کنارے رہنے لگا۔

چوہا شیر بن گیا

کسی زمانہ میں ایک برہمن تھا جو ایسی پاک اور مقدس زندگی بسر کرتا تھا کہ اسے خدا نے چیزیں پیدا کرنے اور ان کی ہیئت بدل دینے کی طاقت عطا کر دی تھی۔ ایک دن کا قصہ ہے کہ ایک چوہے پر ایک چیل نے حملہ کیا۔ چوہا بیچارا چیل کے حملہ سے ڈر کر برہمن کی آستین میں جا چھپا۔ "چھوٹے چوہے! چھوٹے چوہے!" برہمن نے کہا "یقین رکھ تو بہت جلد ایک بلی بن جائے گا" چنانچہ تھوڑی سی دیر میں چوہا ایک بلی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک کتے نے اس بلی کو دوڑایا۔ بلی ڈر کر برہمن کے ہاں پناہ گزین ہوئی "چھوٹی بلی! چھوٹی بلی!" برہمن نے کہا "یقین رکھ تو بہت جلد ایک کتا ہو جائے گی" پس وہ چھوٹی بلی عنقریب ایک کتا بن گئی۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک شیر نے اس کتے کا پیچھا کیا۔ کتا غریب آکر برہمن کے مکان میں چھپ رہا۔ "اچھے کتے! اچھے کتے" برہمن نے کہا "یقین رکھ تو بہت جلد ایک شیر ہو جائے گا" چنانچہ وہ کتا شیر ہو گیا اور اب برہمن اور شیر دونوں نہایت خوش خوش رہنے سہنے لگے۔

ایک دن اس برہمن کے کچھ دوست اس سے ملنے آئے۔ ان میں سے ایک شخص اس شیر کو دیکھ کر بولا "دیکھو، یہ شیر کبھی بلی تھا؟ بلی تھا؟" دوسرے نے حیرت سے پوچھا "ہاں، ہاں وہ بلی خود بھی کبھی چوہا تھی" تیسرے نے کہا۔ "چوہا؟" سب حیرت سے بول اُٹھے اور اپنے برہمن دوست سے پوچھنے لگے کہ "آیا یہ سچ ہے؟" "ہاں!" میرا یہ شیر کبھی چوہا تھا اور اپنے یقین کی وجہ سے یہ رفتہ رفتہ شیر بن گیا" شیر نے جب لوگوں کے سامنے برہمن کی یہ باتیں سنیں تو دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا اور سوچنے لگا کہ جب تک یہ برہمن زندہ ہے بھلا میری کون عزت کرے گا۔ بہتر ہے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ ارادہ کر کے ایک دن اس نے جب برہمن کو اکیلا پایا تو اس پر حملہ کرنا چاہا برہمن نے جب اس کی یہ نیت بد دیکھی تو اس سے مخاطب ہو کر بولا "اُے شیر! چونکہ تو نے اپنا یقین کھو دیا ہے۔ اس لیے پھر تو چوہے کا چوہا ہو جا" اتنا کہنا تھا کہ وہ شیر چوہا بن گیا اور وہی چیل اس کے سر پر منڈلاتی ہوئی نظر آئی۔ چیل نے ایک جھپٹا مارا اور چوہے کو لیکر آسمان میں اُڑ گئی۔

ایک پاگل ہاتھی

آج کل البتہ کوئی داروغہ جی کو نہیں پوچھتا ۔ لیکن پہلے ان لوگوں کی بڑی بنی ہوئی تھی ۔ جس کسی کو داروغائی ملی بس سارا خاندان نہال ہوگیا ۔ اور بستی کے سارے بھائی بند حسد کی آگ میں جلنے لگے ۔ دیہات کے غریب لوگ تو ایسے سہمے رہتے تھے کہ خدا کی پناہ کوئی پچاس سال کا زمانہ ہوا ہوگا جب تیغ علی خاں پٹنہ ضلع کے اطراف میں داروغہ ہوئے یہ آدمی تھے بڑے رعب داب کے ، بڑے بڑے زمینداران سے تھر تھر کانپتے تھے ۔ ہر پرب میں چاہے ہندو کا یا مسلمان کا داروغہ جی کو تحفہ ملنا ضرور رہتا ۔ ورنہ غریب زمیندار کو کسی آفت سے دوچار ہونا پڑتا تھا ۔ ایک مرتبہ داروغہ جی کو بہت دور جانا تھا ایک مستعد سپاہی کو بابو جنگ موہن سنگھ کے یہاں بھیجا کہ داروغہ جی نے سلام کہا ہے اور ایک ہفتہ کے لئے ہاتھی مانگا ہے ۔ بیچارے بابو صاحب سہم گئے ۔ کیونکہ ان کا ہاتھی اُس زمانہ میں گرم ہو رہا تھا ۔ اور ایسے زمانہ میں وہ بالکل سواری نہیں دیتا ۔ اگر کوئی سواری کی ہمت کرے تو گویا جان کی خیر نہیں ۔ بابو صاحب نے نہایت معذرت کا خط لکھا اور سپاہی جی کو دو روپے نذرانہ اور سوا سیر باسمتی دینے کے بعد سمجھا دیا کہ یہ مال داروغہ جی ہی کا ہے ۔ لیکن ہاتھی ایسا گرم ہو رہا ہے کہ ہم اپنے دشمن کو بھی نہیں دے سکتے ۔ اور وہ تو خود داروغہ جی اپنی سواری کے لئے مانگتے ہیں ۔ ایسا نہ ہو کہ داروغہ جی کچھ اور سمجھیں ۔ للہ آپ خود بھی دیکھ کر انہیں اپنے طور پر سمجھا دیجئے گا ۔ جب دو تین مہینے گزر جائیں گے تو یہ ہاتھی کیا ہم لوگ خود خدمت کے لئے حاضر ہیں ۔ بلکہ آپ لوگوں کے بغیر کہے ہاتھی بھیج دینگے ۔ اور اتنا چارہ بھی ساتھ کر دیں گے کہ مہینوں کے لئے کافی ہوگا ۔ چپراسی کچھ تو دو روپے پاکر اور کچھ واقعی جان کے خوف سے مطمئن ہوگیا ۔ اور داروغہ جی کو آکر من و عن جیسا دیکھا تھا کہہ سنایا ۔ داروغہ جی بھلا کب سننے والے تھے ۔ کہہ اٹھے

”حرامزادہ جگموہن اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو فوراً ہاتھی بھیجدے ۔ ورنہ اینٹ سے اینٹ بجا دونگا ۔ اور اسکے سارے علاقہ کو ہاتھی کرا دونگا“

اور ایک دوسرا خط لیکر ایک بد معاش راجپوت سپاہی کو دوڑایا کہ کام ضروری ہے ۔ ہاتھی فوراً حاضر کیا جائے ۔ سپاہی کو زبانی کہدیا کہ بابو صاحب سے کہدینا کہ داروغہ جی کہتے تھے کہ ہم سرکار بہادر کے ملازم ہیں اور میرے پیشاب میں چراغ جلتا ہے ۔ سب کام درست رہیگا ۔ کتنے ہاتھی اور گھوڑے ختم ہوچکے ہیں ۔ بابو صاحب کے یہاں جب یہ پروانہ پہنچا تو اُن کے حواس جاتے رہے ۔ اُن کو ہاتھی کا خیال نہ تھا ۔ وہ غریب اُس سے گھبرا رہے تھے کہ اگر ہاتھی کے پاگل پنے سے داروغہ جی مرگئے تو گھربار سب برباد جائیگا ۔ غدر کو زیادہ دن نہ ہوئے تھے اور بابو صاحب کے والد کالے پانی جاچکے تھے ۔ خاندان پر حکومت کی دہشت بیٹھی ہوئی تھی ۔ پھر بھی داروغہ جی کے خوف سے خود ہاتھی لیکر حاضر ہوئے ۔ داروغہ جی نے حقہ پان سے تواضع کی ۔ بابو صاحب دبی زبان سے کچھ اور کہنا چاہتے تھے ۔ لیکن داروغہ جی کی لال پیلی آنکھ دیکھ کر سہمے بیٹھے رہے ۔ بڑی مشکلوں سے ایک نمک خوار فیلبان ساتھ لائے تھے ۔ فیلبان نے ہاتھ جوڑ کر داروغہ جی سے جان کی امان مانگی ۔ اور عرض کیا کہ چار چھوٹے چھوٹے بچے گھر پر چھوڑ کر آیا ہے آپ خود ہاتھی کو دیکھ کر جان بخشی کریں ۔ داروغہ جی نے جب ہاتھی کی آنکھیں دیکھیں اور اسکا مست جھومنا دیکھا تو ان کے بھی ہوش اڑ گئے لیکن اب ہاتھی کو واپس کرنا پٹھانی ذات پر دھبہ لگانا تھا ۔ بول اُٹھے کہ نہیں میں ضرور جاؤنگا ۔ ایک راجپوت چپراسی کو حکم دیا کہ تم بھی ساتھ چلو ۔ اور تحقیقات کی وجہ سے منشی جی کو بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا منشی جی نے ہزار بہانہ کیا کہ مہمان آئے ہوئے ہیں ۔ ایک شنوائی نہ ہوئی بلکہ اُن کے ساتھ تمام کایستوں کی بزدلی پر قہقہہ لگانے لگے چار ناچار یہ قافلہ چلا ابھی میدان کی پوری ہوا بھی ہاتھی نے نہ کھائی تھی کہ چال تیز ہوگئی اور گیند کی مانند ہاتھی چلنے لگا ۔ تب تو داروغہ جی کو بھی احساس ہوا ناچار داروغہ جی نے فیلبان کو حکم دیا کہ ”اچھا بھی ہاتھی کو واپس لے چلو غریب فیلبان نے کہا کہ سرکار ہم لوگوں کی جان کی خیر نہیں ہاتھی قابو سے نکلا جاتا ہے

فیلبان نے جب دو چار گرز لگائے تو ہاتھی اور آگ بگولا ہوگیا۔ اور خود فیلبان کو سونڈ سے مارنے لگا۔ منشی جی نے حفظ ماتقدم کے لحاظ سے داروغہ جی کی بغیر اجازت ایک لٹکتی ہوئی شاخ کو تھام لیا۔ سمجھا تھا کہ جب ہاتھی آگے نکل جائیگا تو بلا سے لنگڑے لولے ہو جائینگے جان بچ جائیگی۔ لیکن ہاتھی ایک حساس جانور ہے۔ فوراً تاڑ گیا اور ستم ظریفی سے لالہ جی کے ایک پیر کو اپنی سونڈھ میں لیکر لگا ہچکولے دینے۔ داروغہ جی سپاہی اور فیلبان کے ہوش پراں تھے۔ لیکن کیا کرلتے۔ تھوڑی دیر تک تو لالہ جی نے زور کیا۔ آخر بیچارے زمین پر آرہے۔ ہاتھی نے انکا ایک پیر دبا کر دوسرے پیر کو کھینچ لیا اور بیچارے چر گئے۔ اس جسم کو لیکر لگا گھمانے اور تھوڑی دیر کے بعد ہوا میں پھینکدیا۔ اب تو خطرہ کا پورا احساس سب کو ہوگیا۔ داروغہ جی اور سپاہی ہودہ میں بیہوش پڑے تھے۔ اور غریب مہاوت بیہوش ہوکر زمین پر آرہا۔ اسکی لاش کے ساتھ بھی بیرحم ہاتھی نے یہی سلوک کیا۔ جب ہاتھی آگے بڑھا تو ایک لاٹھا کھینچنے والے کی طرف لپکا۔ لاٹھا کھینچنے والا آدمی عقلمند تھا فوراً کنوئیں میں اُتر گیا۔ اسطرح اسکی جان بچی۔ لیکن ہاتھی نے لاٹھے کو اکھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ آگے بڑھا تو ایک کھیت تھا۔ کھیت میں بیٹھ کر خوب جی بھر کر کھاتا رہا۔ داروغہ جی تو بیہوش تھے لیکن سپاہی کو ہوش آگیا تھا۔ غریب سمجھا کہ یہی موقعہ ہے۔ آہستہ سے اُتر کر ایک طرف کی راہ لی۔ .... لیکن ہاتھی کو پتہ معلوم ہوگیا کہ کوئی اُترا ہے۔ فوراً غریب سپاہی پر آپڑا اور اس کے جسم کو اپنے وزنی پیر سے دبا کر چور کردیا۔

جب ...... کھا چکا تو پانی پینے کے لیے ندی کے کنارے گیا پیاس کی شدت میں تیزی سے پانی کی طرف اُترا۔ خوش قسمتی سے داروغہ جی دریا کے ساحل پر آ رہے تھے۔ جب ہاتھی پانی پی کر چلا تو اس نے محسوس کیا کہ ایک شکار پیٹھ پر نہیں ہے۔ لیکن اُس نے تلاش کرنے میں غلطی کی اور پھر کتاری کے کھیت کی طرف واپس چلا گیا۔ وہاں پولیس کی کافی تعداد موجود تھی۔ کیونکہ چار پانچ گاؤں کی اس غارتگری سے سارے علاقہ میں تہلکہ مچ گیا تھا۔ اور صاحب کلکٹر کے پاس تار بھیج کر رائفل چلانے والے بلالیئے گئے تھے۔ ایک باڑھ سے ہاتھی کی تواضع کی گئی۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔

جب داروغہ جی کو تلاش کیا جانے لگا تو وہ کسیطرح ملتے ہی نہ تھے آخر خدا خدا کرکے ندی کے کنارے ملے۔ اُن کو جب اُٹھایا گیا تو بالکل مردہ معلوم ہوتے تھے۔ ہوش حواس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ہسپتال میں رکھے گئے۔ دو تین دن کے بعد کچھ ہوش آیا۔ لیکن فوراً "ہاتھی ہاتھی" کہہ کر بیہوش ہو جاتے۔ غریب کے حواس کبھی بھی درست نہ ہوئے۔

نوکری الگ گئی اور گھر الگ تباہ ہوا۔ مدت تک وہ پاگل خانہ میں رکھے گئے۔ ان کی بس ایک یہی رٹ تھی۔ ہاتھی ہاتھی ہاتھی۔ بچاؤ۔ جان گئی۔ ہزار علاج ہوا۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جب داروغہ جی بوڑھے ہوگئے تو ان کے آدمی اُنہیں گھر لے گئے۔ ایک کوٹھری میں بیٹھے ہوئے داروغہ جی ہمیشہ بس یہی رٹ لگاتے تھے۔

محمود شبیر لودیگڑھ ٹپنہ ستی

خدائی انتقام

(۱)

کسی کے دن سدا ایک سے نہیں رہتے ۔ بھلے کے بعد بُرے ، اور بُرے کے بعد اچھے دن آتے ہی رہتے ہیں ۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ بارہ برس بعد مٹی کے دن بھی بھلے آجاتے ہیں ۔

امین کے دن بھی اسی طرح پھرے ۔ جو کسی دن مٹھی بھر چنوں کے لئے بھی ترستا رہتا تھا وہ اس وقت اپنے گاؤں کا پٹواری ہے ۔ گاؤں بھر میں اس کا رعب چھایا ہوا ہے ۔ غرور خوشحالی کا دوست اور ساتھی ہے امین کے دن پھرتے ہی غرور اور گھمنڈ کا سودا اس کے سر میں سما گیا ۔ وہ بات بات میں لوگوں کو ڈرا دھمکا کر رشوت وصول کرتا ۔ اور مونچھوں پر تاؤ دیتا پھرتا تھا ۔ گاؤں بھر کے لوگ اس سے ناراض تھے ۔ اور پیٹھ پیچھے بُرا کہتے تھے ۔ مگر مُنھ پہ زبان ہلانے کی کسی کو تاب نہ تھی ۔

امین جب لڑکا تھا ، اور اس کے ماں باپ سوکھی روٹی کو محتاج تھے اُسوقت گاؤں کے ایک بابو خدا بخش برابر ان لوگوں کی روپے پیسے سے امداد کرتے رہتے تھے ۔ امین ان کو چچا کہہ کر پکارتا تھا ۔ مگر اب پٹواری ہوتے ہی اسکی آنکھیں پھر گئیں ۔ اور وہ چچا کا بھی چچا بن گیا ۔ اسکے گھمنڈ ۔ اکڑ اور اینٹھ کے بارے میں ہمارے بابو صاحب بھی اُس سے کچھ کہتے ہوئے ہچکچاتے تھے ۔ ایک دن جرات کر کے وہ اسکے گھر گئے ۔ امین اُن سے نہایت تپاک سے ملا ۔ اور اپنی بیٹھک میں بڑی عزت سے بٹھلا کر پان اور حقے سے تواضع کی ۔ اِدھر اُدھر کی بات چیت کے بعد بابو جی نے امین سے کہا ۔ بیٹا تم کو کیا تنخواہ ملتی ہے ؟

امین ۔ بیس روپے ۔

بابو ۔ لیکن تمہارا خرچ تو شاہانہ ہے ۔ اِتنا روپیہ کہاں سے لاتے ہو

امین ۔ آپ کی دعا سے سب مل ہی جاتا ہے ۔ اوپر سے کافی آمدنی ہو جاتی ہے ۔

بابو ۔ اوپر کی آمدنی ہے ! یہ آمدنی تو لوگوں کا پیٹ کاٹ کر اور گردن مروڑ کر ہی ہوتی ہے ۔ بیٹا ، لوگ تمہارے بہت شاکی ہیں ۔ زمیندار کے پاس بھی تمہاری شکایت پہنچی ہے ۔ لوگ تمھیں بڑا راشی اور ظالم کہتے ہیں ۔ بیٹا ! روپے کے لیے بد دعائیں لینا اچھا نہیں ۔ دنیا میں روپیہ ہی سب کچھ نہیں ہے ۔ تمہیں اس کا خیال کرنا چاہیئے " ۔ یہ میٹھی پھٹکار سنتے ہی امین تو آگ بگولا ہو گیا ۔ گاؤں کا کوئی آدمی اُسے اتنی باتیں سُنا جائے اور وہ چپکا بیٹھا ہوا سُن لے ۔ اتنا صبر اُس میں کہاں تھا ۔ بگڑ کر بولا :-

" سچ ہے کہا کر بلی حج کو چلی اپنی رعایا کے ساتھ جیسا سلوک تم کرتے ہو وہ کیا مجھے معلوم نہیں ۔ جاؤ ۔ جاؤ یہ باتیں کسی مجلس یا لکچر میں کہنا " ۔

خدا بخش کو " کاٹو تو لہو نہیں " ۔ ان کا خیال تھا کہ امین میرے قدیم احسانات کو یاد کر کے میرا لحاظ کریگا ۔ لیکن خلاف اُمید یہ تلخ باتیں سُنکر چُپ ہو گئے ۔ تھوڑی دیر بعد اٹھ کھڑے ہوئے ۔ اور جاتے ہوئے بولے :-

" اچھا بھائی مجھ سے خطا ہوئی معاف کرو "

(۲)

اُسدن سے امین بابو خدا بخش کا دشمن ہو گیا ۔ اُس نے سوچ لیا کہ اس بڈھے سے ایک نہ ایک دن سمجھونگا ۔ لیکن دو سال تک اُسے بابو صاحب سے انتقام لینے کا موقعہ نہ مِل سکا ۔ گاؤں کے کچھ لوگ خوشامد کے مارے امین کی ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے ۔ لیکن بہتیرے لوگ بابو صاحب جیسے نیک اور شریف آدمی کے طرفدار تھے ۔ کچھ آدمی ان دونوں کی جنگ کا تماشہ دیکھنے کے لیئے چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے ۔

سنہ ۱۹۰۱ء میں پنجاب میں بڑے زور کا پلیگ پھیلا ۔ سینکڑوں بچے یتیم ہو گئے ۔ ہزاروں عورتیں بیوہ ہو گئیں ۔ کتنے گھر ویران ہو گئے ۔ آدم پور میں ابھی تک پلیگ نہیں پہونچا تھا ۔ گاؤں کے لوگ مطمئن تھے ۔ باہر سے کوئی آدمی آنے نہیں پاتا تھا ۔ لوگ ڈرتے تھے کہ کوئی پلیگ کا مریض یہاں نہ آجائے ۔ اور پلیگ کے قدم نہ جم جائیں ۔ امین اس گاؤں کا پٹواری تھا ۔ اور بابو خدا بخش مشہور زمیندار تھے ۔ لیکن آخر میں یہ روک تھام قائم نہ رہ سکی ۔ یہاں کے نمبردار نے کچھ لپنے عزیز و اقارب کو

جالندھر سے جو کہ پلیگ میں مبتلا تھے ۔ بُلایئے ۔ اسکا نتیجہ بہت بُرا ہوا ۔ آدم پور میں بھی پلیگ پھیل گیا ۔ اور سب سے پہلے بابو خدا بخش اس میں مبتلا ہوئے ۔ اور انتقال کر گئے ۔

(۵)

بابو خدا بخش کے بیوی بچہ کوئی نہ تھا ۔ ان کی ساری دولت اور جائداد کا مالک ان کا بھتیجا شریف تھا ۔ امین نے سوچا کہ خدا بخش مرگیا ہے ۔ اب اس کا بدلہ اسکے بھتیجے سے لینا چاہیئے ۔ اُس نے محمود نام ایک لڑکے کو جو ان کے یہاں رہتا تھا ۔ سکھا پڑھا کر اور دو چار بے ایمان گواہ طیار کر کے اسکو بابو خدا بخش کا لڑکا بنایا ۔ اور اسکی طرف سے بابو خدا بخش کی جائداد پر دعویٰ دائر کر دیا ۔ شریف کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو بیچارہ پریشان ہو کر امین کے پاس آیا اور کہنے لگا :۔ دیکھیے پٹواری جی یہ محمود مجھے مفت میں حیران کرنا چاہتا ہے آپ میری مدد کیجیے ۔"

امین نے اُداس ہو کر جواب دیا "میں کیا کروں ۔ تم بھی درخواست دیدو ۔ یا اس کے دعوےٰ کا جواب دینے کی طیاری کرو ۔ سننے میں آیا ہے کہ محمود نے بہت گواہ اور ثبوت اکٹھے کیے ہیں"۔

شریف :۔ لیکن آپ تو جانتے ہیں کہ اس کا دعویٰ سراسر جھوٹا ہے

امین :۔ بتاؤ میرے کئے کیا ہو سکتا ہے ۔ جب اسکی ماں بارہ برس سے آپ کے یہاں رہتی ہے ۔ اور یہیں وہ پیدا بھی ہوا ہے ۔ اور بابو صاحب بھی اُس سے بہت محبت کرتے تھے ۔ اُن کے تمام کاموں کا بھی مختار وہی تھا دوسرے قاضی گواہی دیتا ہے کہ میں نے نکاح پڑھایا ہے ۔ وکیل کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا ہے ۔ پھر تم کیسے انکار کر سکتے ہو کہ وہ ان کا بیٹا نہیں ہے ۔ اور جناب اب تو اسکا انصاف تحصیلدار کے ہاتھ میں ہے ۔

پندرہ بیس روز بعد تحصیلدار بھی آ دھمکے ۔ امین نے گاؤں والوں کو ڈرا دھمکا کر محمود کی طرف سے بہتوں کی گواہی دلوا دی ۔ اسکی ماں نے آکر اظہار دیا کہ میں خدا بخش کی زوجہ ہوں ۔ اور محمود اسکا لڑکا ہے ۔ قاضی اور گواہوں نے اس کی تائید کی ۔ پٹواری نے پہلے ہی سے تحصیلدار کے کان بھر رکھے تھے ۔ ان گواہیوں اور ثبوتوں کی بنا پر انہوں نے فیصلہ میں لکھ مارا کہ خدا بخش کی تمام جائداد کا مالک محمود ہے ۔

بیچارہ شریف سب کچھ کھو بیٹھا ۔ یہانتک کہ بھیک مانگنے کی نوبت آگئی ۔

محمد جمیل دیوبندی ۔ طالبعلم ثانوی اول

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

دکن میں اُردو

قدیم اُردو کو چار دوروں میں تقسیم کر کے اس کے نظم و نثر کی عبوری تاریخ پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے ۔ ہر دور کے شعرا کے جستہ جستہ حالات کے ساتھ ان کے کلام کا نمونہ پیش کر کے اُردو زبان کا ارتقا دکھلایا گیا ہے ۔ جس کو جناب احمد عارف صاحب نے نہایت سلیقہ کے ساتھ ترتیب دیا ہے ۔ یہ علمی گلدستہ اس قابل ہے کہ ہر تعلیم یافتہ اس سے اپنے کتب خانہ کو زینت دے ۔ کاغذ لکھائی، چھپائی عمدہ ۔ حجم (۴۱۰) صفحے پاکٹ ایڈیشن سادہ مجلد قیمت دو روپیہ آٹھ آنے (عہ)

معمہ

داہنے سے بائیں جانب

(۱) عیسائیوں کا بزرگ
(۴) اَنْ پڑھ
(۸) شک و گمان
(۱۰) انکار
(۱۱) عورت
(۱۲) ایک پیغمبر
(۱۳) کو
(۱۶) نام صحابی
(۱۷) قسم پیغمبر
(۲۱) اُو یا آن
(۲۳) بردباری
(۲۴) ساتھ
(۲۵) حصہ جسم
(۲۷) ایک حرف کا نام
(۲۸) ہندُ کا مشہور جنگجو
(۲۹) ابر

اوپر سے نیچے کی طرف

(۱) عبادت کی قسم
(۲) ایک دہات
(۳) ایک اسم ضمیر
(۵) ایک مشہور پھل
(۶) ایک فن
(۷) تھوک
(۹) خدا کا نام
(۱۴) رنج و غم
(۱۵) اطلاع
(۱۸) خدمتگار
(۱۹) مقبول خدا
(۲۰) عمل کرنے والا
(۲۲) ایک مشہور پرند
(۲۴) ہوا
(۲۶) صف
(۲۷) حکم صیغۂ امر یا نہیں

۷	۶	۵	۴	■		۳	۲	۱
		۱۰	■	۹	■			۸
	۱۳	■			۱۲	■		۱۱
	■	۱۵	■		■	۱۴	■	
■			۱۷	■			۱۶	■
۲۰	■		■	۱۹	■		■	۱۸
	۲۴	■			۲۳	■	۲۲	۲۱
		۲۷	■		■	۲۶		۲۵
			۲۹	■				۲۸

ہدایات

(۴) اس معمہ کا حل ۷ر فروری ۱۹۲۹ء تک ایڈیٹر "پیام تعلیم" کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔
(۲) ایک سے زائد حل کا فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا۔
(۳) ہر حل کے ساتھ دو پیسہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔
(۱) اول انعام میں ایک مفید اور قیمتی کتاب دی جائے گی۔

۱

اردو کی منتخب کتابیں

سیر المصنفین

از مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا وکیل غازی آباد ادب اردو میں یہ بالکل پہلی اور قابل قدر کتاب ہے ابتدا سے اردو نثاروں اور مصنفین کا ایک دلچسپ تذکرہ ہے جو بڑی محنت وکاوش اور خوش ترتیبی اور سلیقہ سے لکھا گیا ہے۔ حالات کے ساتھ ہی اردو زبان کے مختلف زبانوں اور دوروں کی تبدیلیوں اور ترقیوں کا بھی دلچسپ انداز میں ذکر ہے۔ مصنفوں کی تحریروں کے نمونے کتاب کی دلچسپی بڑھا دیتے ہیں۔ یہ کتاب داخل نصاب ہونے کے قابل ہے جسطرح آب حیات اردو شاعری کی تاریخ ہے۔ یہ اردو نثاری کی سرگذشت ہے قیمت حصہ اول عا۸ ۔ حصہ دوم ہے

ہماری شاعری

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی کا وہ مشہور مضمون جو عام طور پر بہت مقبول و مشہور رہا - اب مع چند اضافوں کے کتابی صورت میں چھپا ہے۔ پوری کتاب بڑے اہتمام و دیدہ زیبی کے ساتھ دو رنگوں میں چھاپی گئی ہے۔ اردو شاعری پر یہ ایک مبسوط و مکمل تصنیف ہے اور قابل دید ۲۰۰ صفحات۔ کپڑے کی خوشنما جلد قیمت عا۸

ایشیائی شاعری

مولوی سید امجد علی صاحب اشہری کی یہ وہ معرکۃ الآرا تصنیف ہے جو مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سلسلہ شعبہ علمی کی ایک قابل قدر کڑی ہے۔ اردو شاعری پر یہ ایک اچھی کتاب ہے۔ جس میں بڑی نفیس زبان استعمال کی گئی ہے اور بڑی ضروری اور کارآمد باتوں کا ذکر ہے۔ شاعری پر بہت خوب چیز ہے ۔ ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۱۳۶- اور قیمت صرف عہ

محشر خیال

سجاد علی انصاری مرحوم وکیل بارہ بنکی کے چند بے حد دلکش ادبی و اصلاحی مضامین کا مجموعہ نادر جو صرف ڈھائی سو چھپا تھا۔ اب چند کاپیاں باقی ہیں۔ چونکہ اسے مرحوم کی جوانمرگی کی یادگار کے طور پر شائع کرنا تھا اس لئے بڑے اہتمام اور نفاست سے چھپا ہے اور جلد پر سنہرے حروف میں نام تحریر ہے۔ سجاد مرحوم خوش فکر خوش گفتار ادیب تھے۔ ان کے مضامین میں خاص قدرت و ادبیت اور کلام میں خاص کیف و بلند خیالی اور جذبات نگاری ہوتی ہے۔ آخر میں تھوڑا سا مجموعہ غزلوں اور نظموں کا ہے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے (عا۸)

تمنائے دید

اخلاق، تمدن اور معاشرت پر بے حد دلکش انداز اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں۔ بعض ضروری مسائل زندگی۔ از جناب سجاد مرزا بیگ مرحوم۔ ۵۰ صفحات قیمت صرف عہ

رنج وراحت

جناب آفتاب عمر صاحب برادر مسٹر ظفر عمر نے یہ ناول پوری کامیابی کے ساتھ لکھی ہے۔ ظفر عمر صاحب کی کتابیں جس درجہ مقبول ہوئیں سب جانتے ہیں لیکن اگر آپ اس کتاب کو پڑھیں گے تو کسی طرح کم نہ پائیں گے۔ اس میں غدر کی تباہی عام انتشار۔ مضطرب زندگی کا ہوبہو نقشہ ہے۔ ایک درد انگیز کہانی ہے۔ ایک ہندوستانی بی بی اور ان کی بیٹی کے شریفانہ کارنامے ہیں۔ غرض یہ کتاب ناول بھی ہے اور عبرت کا بصیرت خیز مرقع بھی۔ قیمت صرف عہ

جور فلک

مشہور ومعروف انگریزی ناول ایسٹ لین کا دلکش سلیس اردو ترجمہ از پروفیسر انعام اللہ خاں علیگڑھ۔ تین حصوں میں مجموعی تعداد صفحات ۱۲۶۶ نفیس طباعت اور قیمت صرف مہ

منیجر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قرولباغ دھلی

بچوں کا کتب خانہ

سرکارؐ کا دربار

لڑکوں لڑکیوں مردوں اور عورتوں کیلئے سیرۃ مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین تالیف

مقتدر مشاہیر علما اور ادیبوں کی رائیں

اردو۔ زیر ادارت مولوی عبدالحق صاحب۔ معتمد انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن

"یہ کتاب سلسلہ تعلیم (آقائے امت کی سیرت) کی کتاب ہے۔ مولف صاحب جامعہ ملیہ کے قدیم مخلص رکن ہیں۔ انھوں نے یہ نہایت اخلاص کے ساتھ تیار کی ہے اور اپنے معیار و مضامین کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے۔ موصوف نے اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ دس بارہ برس کے بچے اس کتاب کو پڑھ سکیں اور مطالب سے فائدہ اٹھا سکیں اور آپنے آقا کی سیرت سے اپنی اصلاح اخلاق کر سکیں۔ یہ سچ ہے کہ مجیبی صاحب کو اس کتاب کی تالیف میں پوری کامیابی ہوئی ہے۔ ہم ان کو اس تالیف پر مبارکباد دیتے ہیں۔ ان کی یہ کوشش کامیاب اور ملک و قوم میں مشکور ہوگی۔ کتاب بچوں کے لئے دلچسپ بنانے کی خاطر خانۂ کعبہ، بیت المقدس اور مسجد نبوی کے فوٹو بھی شامل کر دئے ہیں۔ اس نے کتاب کے محاسن میں اور خوبی پیدا کر دی ہے۔ سرورق بھی بہت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے جس سے مولف صاحب کا سلیقہ معلوم ہوتا ہے"۔

سچ (لکھنؤ) زیر ادارت مولٰنا عبدالماجد دریابادی۔ بی۔ اے

"سیرۃ نبوی پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن شاید ہی کوئی ایسی ہو جو صاف و سادہ زبان میں بچوں کے پڑھنے کے قابل ہو اور واقعات بھی جس میں حتی الامکان صحیح بیان کئے گئے ہوں۔ خوشی کی بات ہے کہ یہ سعادت احمد الیاس صاحب مجیبی کے حصہ میں آئی وہ نہ کوئی مذہبی مقتدا و عالم دین ہیں اور نہ اردو کے مصنف و ادیب لیکن اللہ پاک اپنے کام جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے اس نے اس خدمت کے لئے ان کو چن لیا۔ ضخامت ۱۶۸ صفحے۔ سرورق۔ کاغذ۔ کتابت ہر شے خوشنما اور مؤلف کی لطافت مذاق پر دلیل۔ صرف زبان ہی سلیس و سادہ نہیں بلکہ انداز بیان بھی لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے دلکش اور ادب و احترام کا سررشتہ کہیں بھی ہاتھ سے جانے نہیں پایا۔ جا بجا حرم کعبہ۔ حرم مدینہ وغیرہ کے فوٹو دئے ہوئے ہیں۔ شروع میں "دربار کا سلام" کے عنوان سے مدیر سچ کا دیباچہ ہے۔ آخر میں چالیس چھوٹی چھوٹی حدیثیں مع ترجمہ اردو۔ اور بالکل خاتمہ پر مولٰنا حالی کے مشہور مسدس کے چند بند۔ مسلمانوں کا کوئی گھرانا جسمیں لڑکے اور لڑکیاں تعلیم پانے کے قابل موجود ہوں اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ کتاب کا مطالعہ لڑکوں کے علاوہ بڑے بوڑھے مردوں اور بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے بھی مفید ہوگا۔ قیمت ایک روپیہ"

ہمارے رسولؐ

خواجہ عبدالحیٔ صاحب فاروقی جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں تفسیر کے پروفیسر ہیں قرآن شریف کی تفسیر لکھ رہے ہیں یہ تفسیر بڑی عمر کے لوگوں کے لئے ہیں لیکن ہماری درخواست پر خواجہ صاحب نے چھوٹے بچوں کے لئے یہ کتاب لکھی ہے جس میں رسول کریم صلعم کے حالات زندگی ہیں۔ زبان اتنی سہل اور طرز بیان ایسا موثر ہے کہ بچوں کے دل میں اچھے کام کرنے کی اور خدا اور رسول کے حکم ماننے کی خود بخود شوق پیدا ہوتا ہے۔ ملنے کا پتہ

منیجر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قرولباغ دہلی

بحکم انجمن تعلیم جامعہ باہتمام ڈاکٹر سید عابد حسین پرنٹر و پبلشر بحسن انتظام مسٹر محمد مجیب صاحب بی۔ اے (آکسن) جامعہ ملیہ پریس دہلی میں چھپکر دفتر پیام تعلیم قرولباغ دہلی سے شائع ہوا

جلد ۶ — ۷ فروری ۱۹۲۹ء — نمبر ۷

فہرست مضامین

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان

مہاتما گاندھی جی عنقریب بدیشی کپڑوں کے بائیکاٹ کی ایک اسکیم پیش کرنے والے ہیں۔ آپ کا ارادہ ہے کہ گھر گھر پھر کر لوگوں کو بدیشی کپڑوں کے چھوڑنے اور کھدر کے اختیار کرنے کی ترغیب دی جائے اور لوگوں سے کھدر کے آڈر بھی لئے جائیں، نیز بدیشی کپڑا بیچنے والے تاجروں پر بھی زور ڈالا جائے کہ وہ کھدر بیچیں اور ضرورت ہو تو ان کی دکانوں پر پہرے بٹھلائے جائیں۔

دہلی کے بڑے بڑے ہندو مسلمان لیڈروں نے ایک بیان شائع کیا ہے جس میں ان لوگوں نے حکومت ہند کو آگاہ کیا ہے کہ وہ افغانستان کے معاملات میں ہرگز کوئی دخل نہ دے اور اگر اس نے اس خانہ جنگی میں کسی فریق کا ساتھ دیا تو ہندوستان گورنمنٹ کو روپیے اور آدمی کسی طرح سے کوئی مدد نہ دیگا۔

اردو کے مشہور اخبار "مدینہ" کے لائق اڈیٹر مولوی نور الرحمٰن صاحب بی اے (علیگ) کو حکومت نے اس جرم میں گرفتار کر لیا تھا کہ انھوں نے اخبار کے کسی نوٹ میں غالباً یہ لکھ دیا تھا کہ افغانستان کی موجودہ پیچیدگیوں میں گورنمنٹ کا بھی ہاتھ ہے۔ موصوف ضمانت پر رہا ہو کر پھر اپنے کام پر واپس آگئے ہیں، ہم ممدوح کی خدمت میں اپنی پرخلوص مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

۲۵ر جنوری کا دن لاہور میں یوم امان اللہ کے طور پر منایا گیا۔ اس دن تمام لوگوں نے غازی امان اللہ خاں کی دوبارہ تخت نشینی سے اپنی تائید و حمایت کا اظہار کیا اور نہ صرف یہی بلکہ بہت سے لوگوں نے عملاً بھی طبی امداد کے لئے یا رضاکاروں کی حیثیت سے قندہار جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ دہلی اور ہندوستان کے دوسرے بڑے بڑے شہروں میں بھی ایسے ہی جلسے منعقد کئے گئے ہیں جس میں غازی امان اللہ خاں کے ساتھ ہمدردی و حمایت کا اظہار کیا گیا ہے۔

ممالک غیر

آج کل کابل کے تخت پر بچہ سقہ نامی ایک معمولی درجہ کا آدمی حکمراں ہے۔ شاہ امان اللہ خاں کے دست بردار ہونے کے بعد ان کے بھائی عنایت اللہ خاں تخت نشین ہوئے لیکن ان کو تخت پر بیٹھے ہوئے چند روز بھی نہیں گزرے تھے کہ یہ باغی لیڈر انھیں ہٹا کر کابل کے تخت پر قابض ہو گیا۔

اس وقت افغانستان میں تین قوتیں ہیں۔ کابل کے تخت پر بچہ سقہ حبیب اللہ خاں غازی کے نام سے بیٹھا ہے۔ جلال آباد وغیرہ کے علاقہ میں شنواری قبیلہ کا اثر ہے اور قندھار وغیرہ کے لوگ غازی امان اللہ خاں کے علم کے نیچے آرہے ہیں خیال ہے کہ امان اللہ خاں قندھاریوں کی مدد سے کابل کے تخت پر پھر قبضہ کریں گے اور غالباً شنواری بھی آپ کا ساتھ دیں۔

ہندوستان میں افغانستان کے شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے جتنے اشخاص نظربند یا آزاد حالت میں موجود تھے ان کو یہ خیال احتیاط حکومت ہند نے قید کر لیا ہے۔ چنانچہ الہ آباد اور میرٹھ سے اکثر شہزادے قید کر کے رنگون وغیرہ کی طرف بھیجدیئے گئے ہیں۔

انھی افغان شہزادوں میں سے ایک شخص سردار محمد عمر خاں جو الہ آباد میں نظربند تھے ۱۹ر دسمبر سے لاپتہ ہیں۔ ۲۹ر دسمبر کو گورنمنٹ کو اس کا علم ہوا اور ان کی گرفتاری کے لئے انعام رکھا گیا لیکن اب تک ان کے متعلق کوئی علم نہ ہو سکا۔ خیال ہے کہ وہ سرحد پار چلے گئے ہیں اور غالباً کابل کے تخت کیلئے خود بھی قسمت آزمائی کریں۔

ہنگری کے پایہ تخت بخارسٹ سے ایک اکسپرس ٹرین جا رہی تھی جو راستہ میں ایک پسنجر ٹرین سے ٹکرا گئی۔ اس تصادم میں ۲۴ آدمی جل کے ہلاک ہوئے اور ۴۰ زخمی۔ ڈاک کا ڈبہ اور کئی ایک معمولی ڈبے جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ اکسپرس کا ڈرائیور نشے کی حالت میں تھا۔

بچوں کی تربیت اور تعلیم

بچہ شروع میں جب ٹوٹی پھوٹی زبان میں بولنا شروع کرتاہے تو قدرتاً اس کے دلیں بے شمار سوالات پیدا ہوتے ہیں اسے خواہش ہوتی ہے کہ جس چیز کو وہ دیکھتا ہو اسے ہاتھوں سے چھوئے اسی طرح جو چیز اس کے ہاتھ لگ جاتی ہے چاہتاہے کہ توڑ پھوڑ کر اس کی قلب ماہیت کردے۔ نیز ہر چیز کو دیکھکر زمین پر یا کاغذ پر اس کی تصویر اتارنے کی کوشش کرتاہے۔ بچے زیادہ سوال اس لئے کرتے ہیں کہ انھیں یقین ہوتاہے کہ ان کے والدین یا ہر بڑا شخص تمام چیزوں سے واقف ہوتاہے لیکن اکثر والدین کی عادت ہوتی ہے کہ بچے جب ان سے زیادہ سوالات کرنے لگتے ہیں تو پریشان ہوکر اور لایعنی گفتگو سمجھ کر انھیں جھڑک دیتے ہیں لیکن یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ ہر بات کی کوئی وجہ ہوتی ہے بچوں کے ان سوالات کی وجہ ان کے عقلی قوا کی ابتدائی اور نشو و نما ہوتی ہے والدین اگر ان کی بات کا تشفی بخش جواب نہ دیں تو وہ خاموش نہیں رہتے بلکہ دوسروں سے پوچھتے ہیں اس پر بھی اگر ان کی تسکین نہ ہو تو ان پر ناامیدی اور مایوسی چھا جاتی ہے۔

والدین کی سب سے بڑی کمزوری ہے کہ زندگی کے دوسرے دھندوں میں منہمک رہتے ہیں اور بچوں کی تربیت کی جانب توجہ نہیں کرتے۔ ان کے مستقبل کی انھیں کوئی فکر نہیں ہوتی اور ان کی تعلیم و تربیت سے وہ قصداً بے اعتنائی ظاہر کرتے ہیں یا انھیں ماماؤں کے حوالے کردیتے ہیں۔ جو بچوں کے جذبات اور تربیت کے اصول سے بالکل بیگانہ ہوتی ہیں ان کو یہ بھی خیال پیدا ہو جاتاہے کہ جب والدین ہی اپنے بچوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تو ہمیں کیا ضرورت ہے۔ ظاہر میں تو وہ توجہ کی بہت نمایش کرتی ہیں لیکن پس پردہ اپنا کام نکالتی ہیں۔

بچوں کی یہ بھی عادت ہوتی ہے کہ جب انکے بھائی یا بہن پیدا ہوتی ہے تو وہ اکثر سوال کر بیٹھتے ہیں کہ یہ بچہ کہاں سے آیا۔ والدین اس سوال کو سنکر حیران رہجاتے ہیں کہ کیا جواب دیں۔ خصوصاً جب وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ بچہ کو گمراہی میں رکھیں اس موقع پر دوسرے لوگ جواب دیتے ہیں کہ اللہ میاں نے بھیجدیا ہے بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کہیں سے چرا لائے ہیں یا دائی ساتھ لے آئی ہے۔ اس قسم کے جوابات سے بچہ اگرچہ خاموش ہوجاتاہے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور حقیقت اسی طرح مستور رہتی ہے۔ جو لوگ اس قسم کے جوابات دیتے ہیں غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ جہالت بھی ایک فضیلت ہے اور عفت و طہارت کی بنیاد ہی علم کی کمی ہے وہ کہتے ہیں کہ بچہ کی ولادت کے واقعات اس درجہ متانت و تہذیب سے گرے کہ بچوں کے سامنے ان کی حقیقت کا اظہار کسی طرح مناسب نہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جہالت کی تاریکی سے بڑھکر کوئی تاریکی نہیں اکثر لوگوں کو اس تاریکی میں گر کر پھر ابھرنا نصیب نہیں ہوا ہے ان میں بہت کم ایسے ہیں کہ سن بلوغ تک پہونچنے پر ان کے قوا درست اور سلامت رہے ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ والدین کو اپنے بچوں کو انکی پیدائش کے راز سے آگاہ کرنا چاہئیے یا نہیں خصوصاً جب کہ ان کی عمر اس قدر کم ہو اور آیا ان کی ان اعلیٰ اصولوں پر تربیت کرنی چاہیے ؟ یہ ایک سوال ہے جسکا جواب ہمارے لئے بہت مشکل ہو اس لئے کہ ہمیں نہیں معلوم اس کے نتائج کیا ہوں گے ؟

ایک مشہور انگریزی خاتون نے اس کے متعلق حسب ذیل خیالات ظاہر کئے ہیں جب کوئی چھوٹا بچہ اپنی ماں سے حیران ہوکر دریافت کرے کہ مجھے کس نے بنایا (پیدا کیا) اور میں کہاں سے آیا تو غالباً اس کا جواب خاموشی سے دیا جائیگا اور اگر صحیح جواب دیا جائے گا تو یہ کہ دیا جائے گا کہ تمھیں خدا نے بنایا ہے۔ لیکن یہ سوال اسی طرح صحیح ہوگا جس طرح ایک بچہ کو کھانے میں بے اعتدالی کی وجہ سے بدہضمی ہوجائے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ خدا نے تجھے اس بدہضمی میں مبتلا کیا ہے۔ کیا ماں اور اس بچہ کے لئے یہ اچھا نہیں ہے کہ ماں اس سے صاف صاف کہدے کہ۔ بیٹے ! تم اپنے ماں اور باپ سے پیدا ہوئے ہو اور ہم دونوں کے جسم سے بنے ہو اس لئے تم ہمارے ہی دل کے ٹکڑے ہو۔ میں نے تمھیں مہینوں اپنے دل کے نیچے اٹھائے رکھا ہے جہاں رفتہ رفتہ تمھاری یہ شکل و صورت بنی ہے اور آخر شدید درد اور کرب کے بعد تم پیدا ہوئے ہو۔

اب خیال کیجئے یہ بات بچہ کے دل کو لگے گی۔ برخلاف اس کے اگر آپ جھوٹی سچی باتیں کہکر اسے ٹال دیں تو اس کی تسکین نہ ہوگی وہ حقیقت کی تلاش کرے گا اور جب وہ اس کا انکشاف کرے گا تو وہ اسے سربستہ راز کی طرح اپنے دل میں رکھے گا۔ اور کسی سے ظاہر نہیں کرے گا کہ کہیں اس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی خبر دوسرے کو نہ ہوجائے "

یہ ایک انگریزی خاتون کی رائے ہے لیکن ہم نے جہاں تک عمرانی اور تمدنی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے ہم اندازہ نہیں لگا سکے کہ آیا حمل اور ولادت کا راز پوشیدہ رکھنا بہتر ہے یا ظاہر کردینا۔ تاآنکہ وہ پختہ عمر کو پہونچ جائیں

ہمارا خیال ہے کہ ایک معین سن تک اس کو پوشیدہ ہی رکھنا بہتر ہے اس لئے کہ بچوں کو ہر بات بتلا دینا ضروری نہیں ہے اور نہ وہ ہر بات کو معلوم کرنے پر اصرار کرتے ہیں جس چیز کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں یہ کیا ضروری ہے کہ بچوں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر دیں۔ اگر ہم بچوں سے یہ کہیں کہ تمہارے بھائی کو خدا نے بھیجا ہے۔ یہ بھی کوئی غلط بات نہ ہوگی، اسی طرح اگر ان سے کہا جاتے کہ یہ بدہضمی اس وجہ سے ہوئی ہے کہ تم نے کھانے میں بے اعتدالی کی [illegible] تو ان چھوٹے بچوں کے لئے اس کا سمجھنا آسان نہ ہوگا۔

بہرحال ہمارے خیال میں جہاں والدین کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر مفید بات سے اپنے بچوں کو آگاہ کریں ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان باتوں کو ان سے پوشیدہ رکھیں جن سے مضر اثرات کا اندیشہ ہو۔

بغاوتِ افغانستان کا اصلی سبب

(از اڈیٹر)

گزشتہ چند مہینوں سے افغانستان کے اندر ایک عام بےچینی اور خلفشار پھیلا ہوا ہے۔ امیر امان اللہ خاں غازی جو دس سال سے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ حکومت کرتے آرہے تھے، یکبارگی تخت سے دست بردار ہوگئے۔ آپکے بعد آپ کے بڑے بھائی عنایت اللہ خاں تخت حکومت پر بیٹھے لیکن وہ بھی دو چار روز سے زیادہ نہ جمے۔ جتنے افغانی شہزادے یا شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، ان میں سے تقریبًا ہر ایک کے منہ میں پانی بھر رہا ہوگا کہ کوئی موقع ہاتھ آئے اور وہ خود تخت پر قبضہ کر بیٹھیں۔ شاہی خاندان کے لوگوں میں اگر یہ خواہش اور آرزو پیدا ہو تو چنداں موجب حیرت نہیں لیکن غیر شاہی خاندان کے لوگ جب اسے مال یتیم سمجھکر ہضم کرنے کی کوشش کریں تو یہ سب سے زیادہ تعجب کی بات ہے۔ بچہ سقہ ایک معمولی بہشتی کی اولاد جو پہلے پشاور میں چائے کی دکان کیا کرتا تھا اور اسکے بعد وہ فوج میں سپاہی ہوگیا اور پھر یہ بھی چھوڑ کر جسنے تھوڑے دنوں سے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کرلیا ہے، وہ جب کابل کے تخت پر قابض ہو جائے اور افغانستان کا مطلق العنان بادشاہ بن بیٹھے، تو پھر حیرت و استعجاب کی انتہا ہی نہیں۔

امیر امان اللہ خاں غازی اور انکے شاہی خاندان کے ساتھ لوگوں کی یہ بیوفائی اور غیر ہمدردانہ روش صرف اسوجہ سے ہے کہ افغانستان میں دراصل چند کج فہم اور نادان ملاؤں اور پیروں کی حکومت ہے امیر امان اللہ خاں کا تمام قصور صرف یہ ہے کہ انھوں نے اپنے سفر یورپ کے بعد اپنے ملک میں چند اصلاحات رائج کرنی چاہی تھیں جنھیں یہ ملّا خلاف مذہب سمجھتے تھے۔ مثلاً امیر افغانستان یہ چاہتے تھے کہ تعلیم ہر ایک کے لئے لازمی کر دیجائے، عورتوں کے لئے پردہ میں رہنا کوئی ضروری نہو، فوج میں جو ملازم بھرتی ہوں وہ کسی پیر یا شیخ کے مرید نہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں ایسی تھیں کہ ان پر تھوڑا بہت اختلاف ہونا ممکن ہوسکتا تھا، لیکن نہ اسقدر کہ ایک مدت کی قائم شدہ حکومت کے تخت کو الٹ دیں، اپنے ایسے محسن اور بہی خواہ بادشاہ کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیں اور ایک بہشتی زادے کو تخت پر لا بٹھائیں۔

لیکن ان شورشوں اور بغاوتوں کا اصل سبب ہمکو فوجی نظام کی خرابی، افغانی قوم کی شورش پسندی، تخت افغانستان پر بعض لوگوں کا نظریں لگائے رکھنا یا کسی خارجی طاقت کا درپردہ ہاتھ ہونا نہیں بلکہ اسکا اصل سبب اور واحد سبب یہ ہے کہ ملک میں تعلیم کی کمی ہے اور جہالت کا ہر چہار طرف دور دورہ ہے۔ مانا کہ فوجی قوت کتنی ہی کمزور ہوتی اور کتنے ہی لوگوں کی نظریں افغانستان کے تخت کی طرف لگی ہوتیں، اور یہ بھی مانا کہ خارجی قوت کا درپردہ اثر و نفوذ بھی ہوتا لیکن یہ سب کچھ بے اثر اور بے سود تھا اگر افغانستان کے لوگوں میں آج تعلیم کا عام چرچا ہوتا اور وہ اپنے بھلے برے، اور بہی خواہ و بدخواہ کی صحیح تمیز کر سکتے۔ یہ جہالت نہیں تو کیا ہے کہ امیر امان اللہ خاں کو چھوڑ کر جس نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ افغانستان کے ملک و قوم کی خدمت و حفاظت میں صرف کیا ہو وہ ایک بہشتی زادے کے پیچھے لگ جائیں جس نے ساری زندگی لوگوں کی لوٹ مار میں گزاری ہو۔ اگر امیر صاحب موصوف سب سے پہلے تعلیم ہی کے کام کو ہاتھ میں لیتے اور اس طرح رفتہ رفتہ اس کو بڑھاتے تو دوسری اصلاحات کا رائج کرنا ان کے لئے بہت آسان ہوتا اور ملّا نہ یوں یکبارگی بھڑک سکتے اور نہ ان کے بہکانے میں عام لوگ اس طرح آجاتے!

بہرحال امید کی ایک جھلک نظر آرہی ہے۔ امیر صاحب موصوف نے تخت چھوڑنے سے پہلے ہی تمام اصلاحات واپس لے لی تھیں اور اب وہ پھر دوبارہ تخت پر قبضہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ خدا کی نصرت و حمایت کیساتھ ہماری آرزوئیں اور دعائیں بھی ان کے ساتھ ساتھ ہیں، اور اسوقت جبکہ وہ تخت افغانستان پر دوبارہ پورے طور سے تسلط حاصل کرینگے ہمیں امید ہے کہ وہ سب سے پہلے شمع علم کو روشن کرینگے اور آہستہ آہستہ اسکے نور و ضیا سے اپنے ملک میں روشنی پھیلائینگے جسکے آگے تمام تاریکی و سیاہی کافور ہو جائے گی۔

جغرافیہ

افریقہ کے حالات کیونکر دریافت ہوئے

افریقہ کو "ملک ظلمات" یا Dark Continent کیوں کہتے ہیں؟ کیا اس وجہ سے کہ وہاں سورج کی روشنی نہیں پہونچتی؟ نہیں، افریقہ سے زیادہ شاید ہی کسی دوسرے ملک میں آفتاب کی اس درجہ روشنی و گرمی ہوتی ہو۔ اصل سبب یہ ہے کہ سینکڑوں برس تک افریقہ کی ہزاروں میل زمین کا حال لوگوں کو ایک ذرہ بھی معلوم نہ تھا اور اس کا پتہ لگانا طرح طرح کی دشواریوں اور خطروں سے خالی نہ تھا۔ اس وسیع براعظم کے اندرُونی حصہ میں جانے کے صرف دو ہی ذرائع تھے، یا تو اس کے دریاؤں کے دہانے سے کشتی کے ذریعہ یا پھر پیدل۔ اس کے بہت سے حصوں میں آج بھی ریل وغیرہ کی قسم سے کوئی چیز نہیں ہے اور سیاحوں کو ملک کے حالات معلوم کرنے کے لئے وسیع اور گھنے جنگلوں کو طے کرنا پڑتا ہے جن میں جنگلی جانوروں اور زہریلے کیڑوں مکوڑوں سے اکثر سابقہ پڑتا ہے، بعض جگہ بخار اور طاعون سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے، لیکن ان مشکلات کے باوجود افریقہ کے حالات لوگوں نے معلوم کئے جو آج ہمارے آپ کے سامنے موجود ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدایش سے سینکڑوں برس پہلے لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر افریقہ کے کنارے کنارے سفر کیا کرتے تھے ہیرو ڈوٹس (یونان کا ایک مشہور مورخ) نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیدایش سے تقریباً ۶۰۰ برس پیشتر ایک شخص تھا جو افریقہ کے جنوبی سرے تک پہونچا اور "راس امید" کو گھوم کر وہ افریقہ کے مشرقی ساحل پر آیا۔ لیکن ملک کے اندر جانے کی ہمت کسی شخص کی نہ پڑتی تھی۔ لوگ ایک عرصہ تک اس کے شمالی حصہ میں زندگی بسر کرتے رہے لیکن انھیں اس کی مطلق خبر نہ تھی کہ ملک کے اور حصوں کا کیا حال ہے؟ اگر تم افریقہ کا کوئی نقشہ اٹھا کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کے جنوب و شمال میں دریائے نیل بہتا ہے جو بحر روم میں گرتا ہے۔ اس دریا کے کنارے دنیا کی ایک نہایت مہذب اور ترقی یافتہ قوم گزری ہے اور یہ اس وقت جب کہ یونان اور روما کی تہذیب کا کہیں پتہ بھی نہ تھا۔

لیکن باوجود اس ترقی و شائستگی کے مصر کے لوگوں نے اندرونی حصہ کے حالات معلوم کرنے کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔

مصریوں کے بعد ایک دوسری قوم آئی جو فنیشین کہلاتی تھی۔ یہ لوگ شام کے علاقہ میں رہتے تھے اور بحری سفر میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ یہ لوگ اس زمانہ میں بادبانی کشتیوں کے ذریعہ انگلستان تک پہنچے تھے جہاں اُس وقت لوگ جنگلوں میں پھرا کرتے تھے۔ لیکن انھوں نے بھی افریقہ کے اندرونی حصہ میں گھسنے کی جرات نہ کی۔

انکے بعد یونانی آئے جو کشتی رانی میں بہت مہارت رکھتے تھے لیکن انکی بھی اس معاملہ میں ایک نہ چلی۔ یونانیوں کے بعد رومی ہوئے جو اسوقت کی کل دنیا کے مالک سمجھے جاتے تھے، مگر وہ بھی سوائے شمالی علاقہ کے باقی حصہ ملک سے محض ناواقف تھے۔ غرض ایک مدت دراز تک دنیا کی بڑی سے بڑی اور طاقتور سے طاقتور قومیں آئیں لیکن ان میں سے کوئی بھی اس اندھیرے گھر میں روشنی نہ پھیلا سکا۔

اسکی اصل وجہ یہ تھی کہ لوگ ریگستان کے اس بڑے سمندر کو پار کرتے ہوئے ڈرتے تھے جسکو "صحرائے اعظم" کہتے ہیں۔ یہ ایک نہایت وسیع ریتیلا میدان ہے جسمیں نہ کہیں پینے کو پانی ملتا ہے نہ کھانے کو کوئی چیز۔ اور اسپر اضافہ یہ کہ آئے دن آندھیوں کے بڑے بڑے طوفان آیا کرتے ہیں جنکی وجہ سے بڑے سے بڑے قافلے بھی ریت میں ڈھک کر ہلاک و برباد ہو جاتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی اس "صحرائے اعظم" سے بچکر جنوب کی جانب ساحل کے کسی راستہ سے ملک اندر جانا چاہے تو اسے وہاں بھی چھوٹے چھوٹے صحراؤں، پہاڑوں اور ان سب سے زیادہ گھنے جنگلوں سے گزرنا ہوگا جہاں ہو کا ویسا ہی سامان ہے جیسا اس بڑے ریگستانی سمندر میں۔

باوجود اسکے یورپ کے بعض ملکوں سے کچھ ایسے لوگ نکلے جو کشتیوں کے ذریعہ جنوبی اور مشرقی ساحل تک پہنچے اور ساحلی علاقوں پر بسنا شروع ہوئے لیکن اندرونی حصہ میں جانے کی پھر بھی انکی ہمت نہ پڑی۔

آیندہ صحبت ہم یہ بتائیں گے کہ کس شخص نے سب سے پہلے اندرون ملک میں قدم رکھا اور اس کے بعد پھر کون کون سے لوگ آئے۔

مذہب

مخلوق کیساتھ نرمی و انصاف

قرآن کریم:-

۱- إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ	۱- بیشک اللہ تعالےٰ انصاف اور نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے۔
۲- إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ	۲- ہم نے تجھ کو زمین کا نائب بنایا ہے، بس تو لوگوں کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کر۔
۳- وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ-	۳- جب تم لوگوں کے فیصلے چکاؤ تو انصاف کے ساتھ چکاؤ۔
۴- إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ-	۴- اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
۵- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ	۵- اے ایمان والو انصاف کے زبردست ذمہ دار بنو۔
۶- اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ	۶- انصاف کرو یہ پرہیزگاری سے بہت زیادہ قریب کرنے والا ہے۔
۷- وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	۷- جو مومن تیری پیروی کریں ان کے لئے (مہربانی سے) اپنے بازوؤں کو جھکا دے

احادیث:-

۱- إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَقْرَبَهُمْ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ	۱- قیامت کے دن اللہ کا محبوب ترین بندہ اور اسکی مجلس میں سب سے قریب، امام عادل ہوگا۔
۲- عَدْلُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً	۲- ایک گھڑی کا انصاف بہتر ہے ساٹھ سال کی (بے روح) عبادت سے۔
۳- كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّ رَاعٍ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ-	۳- ہر شخص تم میں چرواہا (یا ذمہ دار) ہے اور ہر چرواہے (ذمہ دار) سے اسکی ذمہ داری کی بابت پوری باز پرس ہوگی۔

امثال و حکم:-

۱- ثَبَاتُ الْمُلْكِ بِالْعَدْلِ	۱- ملک کا قائم رہنا انصاف پر ہے۔
۲- وَالٍ عَادِلٌ خَيْرٌ مِنْ مَطَرٍ وَابِلٍ	۲- انصاف کرنے والا حاکم موسلا دھار بارش سے بہتر ہے۔
۳- أَيُّ مَلِكٍ عَدَلَ فِي حُكْمِهِ وَقَضِيَّتِهِ اسْتَغْنَىٰ عَنْ جُنْدِهِ وَرَعِيَّتِهِ	۳- جو بادشاہ اپنے احکام اور معاملات میں انصاف کرے اسکو لشکر و رعایا کی ضرورت (لڑنے کے لئے) نہیں ہے۔
۴- بِالرَّأْيِ تَصْلُحُ الرَّعِيَّةُ وَبِالْعَدْلِ تُمْلَكُ الْبَرِيَّةُ	۴- تدبیر سے رعایا کی اصلاح اور انصاف سے مخلوق (کے دلوں) پر قبضہ ہوتا ہے۔
۵- الْعَدْلُ سَبَبُ الْكَوْنِ وَالْجَوْرُ سَبَبُ الْفَسَادِ-	۵- انصاف سے دنیا کی سلامتی ہے اور ظلم سے دنیا کی تباہی۔
۶- أَفْضَلُ الْمَعْرُوفِ نُصْرَةُ الْمَلْهُوفِ-	۶- بہترین نیکی مظلوم کی مدد ہے۔

سائنس

پُل کیسے بنتے ہیں؟

کوئی شخص نہیں بتا سکتا کہ دنیا میں سب سے پہلا پل کس نے بنایا اور اس نے کس سے سیکھا - قدرت انسان کی سب سے بڑی معلم ہے - اکثر انسان کو ایسا اتفاق ہوا ہوگا کہ اس نے کوئی درخت کسی چشمے یا نالے کے آر پار گرا ہوا دیکھا اور وہ ڈالیوں پر سے گزرتا ہوا چشمہ کے پار ہو گیا - یہ پل بنانے کا سب سے بنیادی تخیل ثابت ہوا ہوگا -

پھر اس کے بعد یہ ہوا ہوگا کہ کسی شخص نے پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر کسی پایاب چشمے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بنائے ہوں گے اور پھر ان ڈھیروں پر درخت کی ڈالیاں وغیرہ رکھکر پار ہو گیا ہوگا - یہ پل بنانے کی راہ میں دوسری منزل ہوگی لیکن عمدہ اور مضبوط پل بنانے کے لئے ابھی دنیا کو بہت انتظار کرنا پڑا ہوگا -

پرانی قوموں میں اہل روما سب سے پہلے لوگ ہیں جنھوں نے اپنی سلطنت کے اندر محراب دار پل مضبوط اور عمدہ بنائے جن میں سے بعض آج تک موجود ہیں لیکن تھوڑے عرصہ بعد اس سلسلہ میں ایک بڑی اصلاح عمل میں آئی - اب تک پل کی محراب بہت گولائی لئے ہوئے ہوتی تھی - جس سے ایک طرف گاڑیوں وغیرہ کے چڑھنے میں دشواری ہوتی تھی، دوسری طرف اترنے میں ڈھلکنے کا اندیشہ رہتا تھا - اب پل کی محراب نصف دائرہ کی طرح گولائی لئے ہوئے نہیں بلکہ اس طرح چپٹی ہوئی بنائی جانے لگی جیسے انڈے کو لمبائی میں نصف کرنے سے گولائی بنتی ہے -

اس کے بعد وہ زمانہ آیا جب کہ ڈھلے ہوئے لوہے سے پل بننے لگے - اس میں یہ تو فائدہ ضرور تھا کہ اس قسم کے پل زیادہ سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتے تھے لیکن بوجھ پڑنے کے وقت جو کھنچاؤ ہوتا ہے، اسے وہ نہیں برداشت کر سکتے تھے - لیکن کچھ عرصہ بعد رابرٹ اسٹیفنسن نامی ایک انگریز نے بجائے محراب دار پل کے ایک طرح کی چوکور سرنگ بنائی جس میں سے ہو کر ریلیں چلتی تھیں - اس قسم کا سب سے بہتر پل

انگلستان میں دریائے ٹے پر ہے جس کے بنانے والے کا نام سر ٹامس باؤچ ہے - ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک ٹرین اس پل سے گزر رہی تھی کہ یکایک پل درمیان سے ٹوٹ گیا اور تمام مسافر ڈوب گئے - سر ٹامس نے جب یہ سنا تو وہ بھی اس غم میں مر گیا -

پل میں ایک سب سے بڑی دقت پانی کے اندر بیچ کے ستونوں کی ہوتی ہے اس دشواری سے بچنے کیلئے بعض پل ایسے بنائے گئے ہیں جس میں اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور وہ دریا کے ایک سرے سے دوسرے تک محراب کے ذریعہ بنے ہوتے ہیں - اس قسم کا سب سے عمدہ پل انگلستان میں کلفٹن مقام پر ہے - یہ پل ۷۰۲ فیٹ لمبا، ۱۸۲ فیٹ چوڑا اور ۲۰۰ فیٹ پانی کی سطح سے بلند ہے - جنوبی افریقہ میں اس قسم کا جو پل دریائے زیمبسی پر ہے، وہ پانی کی سطح سے ۴۰۰ فیٹ اونچا ہے -

اس کے علاوہ ایک قسم کا اور پل بننے لگا جو دریا کے آر پار دو میناروں کے سہارے پر رہتا ہے - اس قسم کا بہترین پل لندن میں ہے جو ۸۰۰ فیٹ لمبا ہے - جب کوئی جہاز گزرتا ہے تو دونوں طرف سے اسے کھینچ لیا جاتا ہے اور بیچ میں راستہ ہو جاتا ہے جس سے جہاز گزر جاتا ہے -

نیویارک (امریکہ) میں ایک طرح کا پل ہے جو صرف ایک بڑی محراب سے بنا ہے اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہزار فیٹ کا فاصلہ ہے اور پانی کی سطح سے اسکی بلندی ۱۴۰ فیٹ ہے - اس کے بڑے ہونے کا اندازہ کسی حد تک اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے ایک حصہ کے بننے میں سہزار ڈالر صرف ہوئے اور مضبوطی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دونوں جانب کے ستون سو سو فیٹ زمین کے اندر ہیں -

مختلف قسم کے پُلوں کی تصویریں آیندہ اشاعت میں شائع ہونگی ناظرین اسکے انتظار کی زحمت گوارا فرمائیں

تاریخ

اشوک اعظم

اشوک سلطنت مگدھ کا ایک بہت بڑا راجہ گذرا ہے۔ یہ سلطنت اب سے کوئی سوا دو ہزار برس پیشتر ہندوستان میں قایم تھی۔ پٹنہ یا پاٹلی پتر اس کا پایہ تخت تھا۔ کہتے ہیں کہ اشوک کے سو بھائی تھے اور اسے اپنے ننا نوے بھائیوں کو قتل کرکے تخت پر بیٹھنا پڑا لیکن یہ صحیح نہیں، ہاں اتنا البتہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اسے شروع شروع میں تخت کیلئے اپنے بھائیوں سے کچھ مقابلہ ضرور کرنا پڑا ہوگا اس لئے کہ اس کی تاجپوشی کی رسم تخت نشینی سے چار سال بعد عمل میں آئی۔

اشوک کو کسی بیرونی دشمن سے مقابلہ کرنے یا خود اپنی سلطنت کو وسعت دینے کے لئے جنگ و جدل نہیں کرنا پڑی۔ اس نے اپنے باپ سے خود ایک نہایت پر امن اور وسیع سلطنت پائی تھی۔ اسکا دادا چندر گپت ہندوستان کے بڑے مشہور راجاؤں میں شمار کیا جاتا ہے اور اس کی سلطنت تقریباً تمام ہندوستان کو گھیرے ہوئے تھی۔

البتہ صوبہ مدراس کے شمالی ساحل پر کلنگ نامی ایک صوبہ تھا جس کے انتظامات کچھ درست نہ تھے اور اشوک کو اس علاقہ کی درستی و اصلاح کیلئے لشکر کشی کرنی پڑی یہ عجیب اتفاق کہ اس چھوٹی سی جنگ میں لاکھوں آدمی قتل ہوگئے، ہزاروں گرفتار ہوئے اور کتنوں کو تکلیفیں اور ایذائیں پہونچیں۔ اشوک کا دل ان مصائب اور تکالیف سے بہت دکھا اور اس نے اسکے بعد سے عہد کرلیا کہ ملک گیری اور سلطنت کیلئے وہ اب کوئی جنگ نکریگا۔ یہ واقعہ اسکی زندگی میں ایسا انقلاب انگیز ثابت ہوا کہ اشوک وہ اشوک ہی نہیں رہا۔ اس نے ہندو مذہب چھوڑ کر بدھ مت اختیار کرلیا جسمیں جانوں کی حفاظت کی سخت تاکید اور دوسروں کو ایذا رسانی کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ اس نے اب یہ عہد کرلیا کہ بجائے دنیاوی احکام کی تکمیل کیلئے وہ دھرم، اور تقوے کے احکام کی تبلیغ و اشاعت کریگا اور اسکے بعد سے اشوک نہ صرف خود بدھ کی تعلیمات اور اسکے بتلائے ہوئے طریقہ کا پابند اور عامل رہا بلکہ طرح طرح سے دوسروں نے اس کی پابندی کرانے اور اسکو ہر طرف پھیلانے میں بھی نہایت سعی و کوشش سے کام لیا۔

اس سلسلہ میں اشوک نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بدھ مذہب کے جتنے مقدس مقامات اور زیارت گاہیں تھیں اس نے سب کی زیارت کی۔ اور وہاں جا جا کر خانقاہیں بنوائیں جن کو "وہار" کہتے ہیں۔ صوبہ بہار کا نام ہی اسوجہ سے یہ پڑا کہ یہاں بکثرت "وہار" تھے۔ ان "وہاروں" اور خانقاہوں میں بدھ مذہب کے پیرو خواہ مرد ہوں یا عورت رہا کرتے تھے جنہیں "بھکشو" اور "بھکشنی" کہتے تھے۔ ان خانقاہوں پر اشوک نے بڑی بڑی جائدادیں وقف کیں اور انمیں رہنے والوں کیلئے آرام و آسایش کا تمام سامان مہیا کیا۔ اشوک نے نہ صرف یہی بلکہ بدھ مذہب کی تعلیمات کو احکامات کی صورتمیں بڑی بڑی چٹانوں اور اونچی اونچی لاٹوں پر کندہ کراکے مختلف مقامات پر نصب کرادیئے تاکہ راہگیر اور دور دور مقامات سے آنے جانیوالے ان احکامات کو پڑھیں اور پڑھکر انسے فائدہ اٹھائیں۔ اشوک نے ان احکامات کو بجائے سنسکرت کے کہ جو خاص ہندو ودوانوں (علماء) کی زبان تھی، پالی زبان میں لکھوایا جسے ہر ایک خاص و عام سمجھ سکتا تھا۔ یہ احکامات آج تک ان چٹانوں اور لاٹوں پر موجود ہیں جو دہلی، الہ آباد، سانچی، اور دوسرے مقامات پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

اشوک نے بدھ مذہب کی تبلیغ کا نہ صرف یہی طریقہ اختیار کیا کہ جو صرف ہندوستان تک محدود تھا، بلکہ اسنے ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک مثلاً چین، افریقہ اور سیلون میں مبلغین اور پرچارک بھیجے، جنھوں نے ان ملکوں میں جاکر اس دین کی منادی کی اور جسکی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر بدھ مذہب تین بڑے براعظموں یعنی اسوقت کی تمام معلوم شدہ دنیا میں پھیلگیا آج دنیا میں بدھ مذہب کے پیرووں کی سب سے بڑی تعداد جو نظر آتی ہے وہ اسیکا طفیل ہے اشوک کی یہی تسخیر ملکی اور فتوحات تھیں جن کا اس نے کلنگ کی جنگ کا توبہ کرنیکے بعد انجام دینے کا عہد کیا تھا۔ یہی وہ احکامات تھے جنکی تعمیل کرانے میں اس نے اپنی پوری قوت صرف کی۔ انھی اسباب کے بنا پر اسکا نام نہ صرف اسوقت کی تمام معلوم شدہ دنیا میں روشن ہوگیا بلکہ آجتک بھی زندہ ہے اور اسیوجہ سے دنیا اسے اشوک اعظم کے نام سے پکارتی ہے جسکی عظمت و شوکت کی شہادت ہندوستان کے قدیم آثار کے جدید اکتشافات سے برابر ملتی جارہی ہے۔

تعلیمی دنیا

رفتار تعلیم

بالآخر یہ قانون پاس ہو گیا کہ ۱۹۳۰ء کے امتحان کے بعد کسی شادی شدہ طالبعلم کو ہائی اسکول کے امتحان میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے الا یہ کہ اس کی شادی یکم جولائی ۱۹۲۹ء سے قبل ہو چکی ہو یا شادی کے وقت اس کی عمر ۱۸ سال سے کم نہ رہی ہو۔

گجرات ودیا پیٹھ کے سابق گریجویٹوں کی کانفرنس نے یہ تجویز پاس کی ہے کہ جو فارغ التحصیل طلبا کھدر نہیں پہنتے ہیں انھیں انجمن طلبائے قدیم کا رکن نہ بنایا جائے، نیز جو سند یافتہ طلبا سرکاری محکموں سے تعلق رکھتے ہیں ان سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنی سندیں واپس کر دیں۔

گجرات ودیا پیٹھ کا ساتواں جلسۂ تقسیم اسناد جنوری کے پہلے ہفتہ میں منعقد ہوا۔ ودیا پیٹھ کے چانسلر مہاتما گاندھی جی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اس درس گاہ کا سب سے بڑا مقصد قومی کارکن پیدا کرنا ہے اسی جلسہ میں سابق پرنسپل مسٹر کرپلانی کی خدمت میں ۵۹۰۰ روپیوں کی ایک تھیلی اس صلہ میں پیش کی گئی کہ انھوں نے مسلسل ۸ سال تک بلامعاوضہ کام کیا ہے۔ یہ رقم کھدر کے کاموں میں صرف کیجائے گی۔

اوائل جنوری میں صوبہ بنگال کے طلبا کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پنڈت جواہر لال نہرو، مسٹر کے۔ ایف۔ نریمان اور مسٹر سبھاش چندر بوس نے خاص طور پر شرکت کی تینوں صاحبان نے جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے خاص طور سے اس امر پر زور دیا کہ طلبا کو سیاسیات میں پورے طور پر حصہ لینا چاہیئے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہماری سیاست نہ صرف حکومت کے معاملات سے تعلق رکھتی ہے بلکہ اس میں ملک کی اقتصادی اور معاشرتی حالت درست کرنا بھی داخل ہے۔

احمد آباد کالج کے طلبا آج کل اسٹرائک کئے ہوئے ہیں اور ان کی ہمدردی میں احمد آباد کی دوسری درس گاہوں کے طلبا نے بھی اپنے اسکولوں اور کالجوں میں جانا بند کر دیا ہے۔ احمد آباد کالج کے طلبا کی اسٹرائک کا اصل سبب یہ ہے کہ انھوں نے "سائمن کمیشن" کے بائیکاٹ میں حصہ لیا تھا جیر انکے پرنسپل نے ان پر جرمانہ کر دیا تھا۔

کوائف جامعہ

۱۲ر جنوری ۲۹ء کو جامعہ کے ایک بڑے معاون و مددگار جناب سیٹھ جمال محمد صاحب کے دو عزیز بسلسلہ سیاحت دہلی تشریف لائے اور جامعہ میں مقیم رہے۔ ان میں سے ایک سیٹھ صاحب موصوف کے چھوٹے صاحبزادے اور دوسرے انکے رشتہ کے داماد تھے۔ ہر دو صاحبان نے کوئی چار روز قیام کرکے دہلی کی تاریخی عمارات کی خوب سیر کی اور اس عرصہ میں آپ لوگوں نے جامعہ کے کاموں کو بھی دیکھا۔ امید ہے کہ آپ لوگ اپنے ساتھ اچھا اثر لیگئے ہونگے گو اسکا افسوس ہے جامعہ اپنی بے بضاعتی کے باعث آپ لوگوں کی کما حقہ خاطر نہ کر سکی۔

جامعہ میں "انجمن کاسبین" کے نام سے ایک ایسے طلبا کی انجمن قایم ہوئی ہے جو اپنے تعلیم کے مصارف خود سے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس انجمن کا افتتاح کرتے ہوئے شیخ الجامعہ صاحب نے ایک تقریر فرمائی جسمیں آپ نے بتایا کہ دوسرے ممالک میں طلبا کس طرح اپنی تعلیم کے مصارف پیدا کرتے ہیں اور سلسلہ تعلیم کو جاری رکھتے ہیں یہ انجمن اپنے ممبران کیلئے ایسے وسائل مہیا کریگی جن سے انھیں کچھ روپے ملسکیں۔

۱۲ر جنوری ۲۹ء کو ورلڈ اسٹوڈنٹس کرسچین کانفرنس (جس کا سالانہ اجلاس ابھی میسور میں منعقد ہوا ہے) کے چند عہدیداران اور نمائندے جامعہ تشریف لائے جنھیں شام کو چائے کی ایک دعوت بھی دیگئی۔ انمیں جنوبی افریقہ کے نمائندے مسٹر گین، آسٹریلیا کے نمائندے مسٹر دائلی، اور کانفرنس کے سکریٹری مسٹر پال تھے۔ ان سب لوگوں نے یکزبان ہو کر شیخ الجامعہ کے ان خیالات کی جو آپ نے میسور کے اجلاس میں ظاہر فرمائے تھے نہایت تعریف کی اور جامعہ کو دیکھکر ہر ایک نے کمال اطمینان و مسرت کا اظہار فرمایا۔ اخیر میں ڈاکٹر انصاری صاحب نے جامعہ کیطرف سے ان مہمانوں کا نہایت مناسب الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔

علیا حضرت سابق فرماں روائے بھوپال نے اپنی گزشتہ موعودہ رقم میں سے جس کا وعدہ آپ نے حکیم صاحب مرحوم کے زمانہ میں فرمایا تھا، تین ہزار کی ایک قسط نقد ابھی چند دن ہوئے بھیجی ہے۔ آپکو جامعہ اور جامعہ میں جو آپکے چند عزیز تعلیم پا رہے ہیں، انکو دیکھنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ خبر ہے کہ دہلی کے اس قیام میں آپ کسی روز جامعہ بھی تشریف لائیں گی۔

نظم

وطن کی یاد

اے وطن اے میرے بہشت بریں
کیا ہوئے تیرے آسمان و زمیں

رات اور دن کا وہ سماں نہ رہا
وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا

تیری دوری ہے مورد آلام
تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام

کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے
گل ہیں نظروں میں داغ بن تیرے

جو کہ رہتے ہیں تجھ سے دور سدا
ان کو کیا ہوگا زندگی کا مزا

ہو گیا یاں تو دو ہی دن میں یہ حال
تجھ بن ایک ایک پل ہوا اک سال

سچ بتا تو سبھی کو بھاتا ہے
یا کہ مجھ سے ہی تیرا ناتا ہے

میں ہی کرتا ہوں تجھ پہ جان نثار
یا کہ دنیا ہے تیری عاشق زار

کیا زمانے کو تو عزیز نہیں
اے وطن تو تو ایسی چیز نہیں

ہے نباتات کا نمو تجھ سے
روکھ تجھ بن ہرے نہیں ہوتے

سب کو ہوتا ہے تجھ سے نشو و نما
سب کو بھاتی ہے تیری آب و ہوا

تیری اک مشت خاک کے بدلے
لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے

جان جب تک نہ ہو بدن سے جدا
کوئی دشمن نہ ہو وطن سے جدا

(حالی)

قصہ کہانی

مرغی جو اجمیر شریف جانا چاہتی تھی

ایک کالی سی مرغی تھی۔ خوب موٹی خوب صورت۔ انڈے بھی بہت سے دیتی تھی۔ اس کے ساتھ جو دوسری مرغیاں تھیں وہ نہ تو اتنی خوبصورت تھیں نہ اتنے انڈے دیتی تھیں۔ کالی مرغی کچھ تو اس وجہ سے اپنے کو اوروں سے بڑھا چڑھا سمجھتی کچھ بعض لوگوں کی ناک ہمیشہ چڑھی ہی رہتی ہے۔ غرض یہ کالی مرغی بھی اپنے کو کچھ سمجھتی تھی اور دوسری مرغیوں کے ساتھ اس کا ملنا جلنا بھی کم تھا۔ رات کو دڑبے میں بھی سب سے الگ ایک انیٹ پڑی تھی اس پر چڑھ کر سوتی تھی۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ خوب مزے میں سوتے سوتے اس نے ایک خواب دیکھا۔ اور خواب بھی یہ کہ جلدی سے اجمیر شریف جا، نہیں تو ساری دنیا اجاڑ ہو جائے گی۔ دنیا تو بڑی چیز ہے، مرغی بھلا اسے کیسے اجاڑ ہونے دیتی۔ اس نے جھٹ ارادہ کر لیا کہ بس اجمیر شریف چلنا چاہیئے۔ راستہ میں مشکل پڑے گی پڑے، دنیا تو بچ جائے گی۔

صبح ہی صبح مرغی نے اجمیر شریف کا راستہ پکڑا۔ تھوڑی دور گئی تھی کہ ایک مرغا ملا۔ مرغی بولی "میاں ککڑوں کوں، سلام علیکم" مرغے نے جواب دیا "وعلیکم السلام، بی کٹ کٹ کٹاک۔ کہو، سویرے سویرے کدھر؟" مرغی بولی "اجمیر شریف جاتی ہوں۔ بڑا ضروری کام ہے۔ نہیں تو ساری دنیا اجاڑ ہو جائے گی۔" مرغے نے پوچھا! "کٹ کٹ کٹاک، تجھ سے یہ کس نے کہا؟" مرغی نے جواب دیا "میاں ککڑوں کوں! کہا کس نے میں نے خود خواب دیکھا ہے۔" مرغا بولا "اوہ۔ ایسا؟ اچھا تو ہم بھی ساتھ چلتے ہیں۔" تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک بطخ ملی۔ مرغے نے کہا "سلام علیکم۔ بی قیں قیں" "وعلیکم السلام ککڑوں کوں۔ یہ جلدی جلدی کہاں؟" "اجمیر شریف جا رہا ہوں، نہیں تو ساری دنیا اجاڑ ہو جائے گی۔" "میاں ککڑوں کوں۔ یہ تم سے کس نے کہا؟" مرغے نے بتایا! "کٹ کٹ کٹاک نے" بطخ نے پوچھا "اور بی کٹ کٹ کٹاک تمھیں کہاں سے پتہ چلا؟" مرغی بولی! "پتہ کہاں سے چلتا۔ میں نے خود خواب دیکھا۔" "اوہ، ایسا؟" بطخ بولی اچھا تو پھر میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔"

پھر تھوڑی دیر چلے تھے کہ ایک تیتر ملا۔ بطخ اسے دیکھ کر بولی "نمستے بابو کری کاکا" تیتر نے جواب دیا! "نمستے، بی قیں قیں۔ یہ کدھر؟" بطخ بولی "اجمیر شریف جاتی ہوں۔ بڑی جلدی کام ہے۔ نہیں تو ساری دنیا اجاڑ ہو جائے گی۔" تیتر نے پوچھا! "ارے یہ تم سے کس نے کہا؟" بی قیں قیں بطخ بولی "بابو کری کاکا۔ میاں ککڑوں کوں نے" "اور میاں ککڑوں کوں! تم سے کس نے کہا؟" "بی کٹ کٹ کٹاک نے" "اور بی کٹ کٹ کٹاک تمھیں کہاں سے خبر لگی؟" "کہاں سے لگتی۔ میں نے خود خواب دیکھا۔" "اچھا یہ بات ہے" تیتر نے سوچا "تو پھر میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔"

اب یہ چاروں ملکر اجمیر شریف کی سڑک پر چلے۔ خوب قدم بڑھائے جا رہے تھے۔ کہ دن مندے انھیں ایک لومڑی ملی۔ لومڑی بولی "رام رام بابو کری کاکا۔ یہ آج اس وقت کدھر کو چلے؟ کہو کیا بات ہے؟ بڑے تیز تیز قدم پڑ رہے ہیں۔" تیتر بولا! بڑی ضرورت کا کام ہے۔ اجمیر شریف جا رہا ہوں۔ نہیں تو ساری دنیا اجاڑ ہو جائے گی۔" لومڑی کو ہنسی تو آئی مگر دبا گئی اور پوچھنے لگی! "بابو کری کاکا۔ تم سے یہ کس نے کہا؟" "بی قیں قیں نے" "اور بی قیں قیں تمھیں کہاں سے یہ خبر ملی؟" "میاں ککڑوں کوں سے" "اچھا۔ اور میاں ککڑوں کوں۔ تمھیں کیسے پتہ چلا؟" "بی کٹ کٹ کٹاک سے" "اور بی کٹ کٹ کٹاک، تم سے کس نے کہا؟" مرغی بولی "مجھ سے کون کہتا۔ میں نے خود خواب دیکھا ہے۔" "اچھا یہ بات ہے۔ میں اب سمجھی۔ مگر اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ دنیا کہیں اتنے جلد اجاڑ تھوڑی ہو جائے گی۔ اب شام ہو گئی ہے۔ میرے گھر میں چل کر آرام کرو۔ صبح پھر اجمیر شریف چلے جانا۔ ایسا ہی ہوا تو میں بھی ساتھ چلی چلوں گی۔" یہ چاروں دن بھر کے تھکے ماندے تھے۔ لومڑی کی باتوں میں آگئے۔ اور اس کے ساتھ ہو لئے۔ لومڑی انھیں اپنے گھر میں لائی۔ جاڑوں کا زمانہ تھا۔ سردی خوب پڑ رہی تھی اور یہ چاروں سی سی۔ سی سی کر رہے تھے۔ لومڑی نے گھر میں انگیٹھی جلائی۔ گرمی جو ہوئی تو چاروں کو نیند آنے لگی۔ تیتر اور بطخ تو ایک طرف کونے میں جا کر سو گئے۔ مگر مرغا اور مرغی ایک

جو دن بھر چلتے چلتے تھک گئے تھے ایک سیڑھی رکھی تھی اڑ کر اس کے ایک ڈنڈے پر جا بیٹھے۔ اور سب کے سب ایسے گرم ہوکر سوئے جیسے بنولا۔ یہ سب جب خوب گہری نیند سو گئے تو لومڑی نے بطخ کو پکڑا اور الگ لیجا کر کوئلوں پر رکھ کر خوب بھونا۔ پر جب چلے اور چربی پگھلی تو اس کی چراند سے مرغی کی نیند ذرا ٹوٹی اور وہ پھدک کر سیڑھی پر ذرا اور اونچی ہو بیٹھی اور نیند ہی میں کہنے لگی "اوں ہوں۔ یہ تو ہمکت ہے۔ یہ تو ہمکت ہے" لومڑی بولی "چپ۔ چپ۔ سو جا۔ سو جا۔ ذرا دھواں گھٹ گیا ہے۔ بس۔ چونچ مت کھولنا نہیں تو پیٹ میں بھر جائیگا"

مرغی پھر سو گئی۔ اُدھر لومڑی جب بطخ کو چٹ کر چکی تو اب تیتر کو سنبھالا۔ اور اسے بھی لیجا کر انگاروں پر خوب بھونا۔ مرغی کی نیند اُچاٹ تو ہو ہی گئی تھی پھر اس کی آنکھ کھلی پھر یہ اچک کر ذرا اوپر اونچی ہو بیٹھی۔ اور کہنے لگی "یہ تو ہمکت ہے۔ یہ تو ہمکت ہے" سویرا بھی ہو چلا تھا۔ اگلی مرتبہ مرغی کی آنکھ بالکل کھل گئی۔ اور اس نے جو دیکھا کہ لومڑی تو بطخ اور تیتر دونوں کو ختم کر چکی ہے تو اچک کر سیڑھی کے سب سے اونچے ڈنڈے پر جا بیٹھی۔ اوپر دیوار میں ایک روشن دان تھا۔ اس میں سے گردن باہر نکال کر دیکھنے لگی اور بولی "او، ہو۔ ذرا کوئی دیکھے کتنی بطخیں جا رہی ہیں۔ اور کیسے اچھے اچھے بچے ہیں۔ اوہو" لومڑی نے جو یہ سنا تو سمجھی کہ واقعی باہر بطخوں کا قافلہ جا رہا ہوگا بطخ کے بچوں کے نرم نرم گوشت کا خیال کر کے اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ سوچا کہ جاؤں کچھ چوزے تو پھانس لاؤں، اور جھٹ دروازہ کھولا اور ایسی سیدھی باہر گئی جیسے تیر۔ مرغی کو موقع ملا۔ اس نے جھٹ مرغے کو اٹھایا۔ ارے ککڑوں کوں۔ اٹھ۔ جلدی اٹھ۔ یہ کیا غضب ہو گیا۔ وہ جو انگڑائیاں لیتا اٹھا تو مرغی نے سب قصہ سنایا۔ لومڑی دو ساتھیوں کو تو ہپ کر گئی ہے۔ اب ہماری باری ہے۔

بس مرغی اور مرغا دونوں دیوار کے روشندان میں سے جیسے تیسے سمٹ سمٹا کر نکلے اور اڑ کر باہر ہو پہنچے۔ اور دوپہر تک چلکر اجمیر شریف پہنچے۔ اور جو اجمیر شریف نہ پہنچ جاتے تو سچ ہے ان دونوں بے چاروں کے لئے بھی دنیا ایسی ہی ہو جاتی جیسے بی تیں تیں اور بابو کڑی کا کا کے لئے ہو گئی۔

مینڈکوں کا بادشاہ

پرانے زمانہ میں تمام مینڈک تالابوں میں نہایت آزادی کے ساتھ رہا کرتے تھے، اور ان میں سے ہر ایک کے جو جی میں آیا، کرتا تھا۔ ایک دن وہ سب کے سب جمع ہوئے اور آپس میں یہ صلاح کی کہ ہمکو مریخ کے پاس یہ درخواست دینی چاہئیے کہ وہ ہمارے لئے ایک بادشاہ کا انتخاب کر دے تاکہ ہمارے تمام کاروبار درست رہیں اور ہم آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔

مریخ ان کے شور و غوغا سے ان کے دل کی بات سمجھ گیا اور ان کی درخواست پر ہنسا لیکن ان کی خاطر اسنے ایک بڑا لٹھا تالاب میں گروا دیا جسکے جھکولے اور آواز سے تمام مینڈک چونک اٹھے اور اپنی اپنی جگہ سے کھسک گئے۔ یہ حالت دیکھتے ہی وہ مارے ڈر کے جھٹ پانی کے اندر گھس گئے اور ہر ایک تالاب کے کسی نہ کسی گوشہ میں جا چھپا اور ڈر کے مارے سہم گئے بالآخر ایک مینڈک نے ذرا ہمت کی اور سر نکال کر جھانکا کہ دیکھیں بادشاہ سلامت کا کیا حال ہے؟ اس نے جب لٹھے کو چپ چاپ پڑا دیکھا تو اس کی ہمت ذرا اور بڑھی اور کھسکتے کھسکتے قریب آیا۔ اب تو اس کی دیکھا دیکھی دوسرے مینڈک بھی رینگنے لگے اور جب دیکھا کہ بادشاہ سلامت خاموش پڑے ہیں تو وہ جرات کر کے اسپر اچھل کود لگانے لگے۔

انھوں نے جب اپنے بادشاہ کا یہ حال دیکھا کہ وہ سست اور خاموش پڑے رہتے ہیں تو وہ ان سے بہت مایوس ہوئے اور انھوں نے پھر ایک درخواست مریخ کے پاس بھیجی کہ ہمیں ایسا کاہل اور سست بادشاہ نہیں چاہئیے بلکہ اس کی بجائے ہم پر کوئی دوسرا بادشاہ مقرر کیا جائے۔ مریخ نے ان کی اس نئی درخواست پر ایک بگلے کو ان کے ہاں بھیج دیا جو اپنی لمبی گردن اور بڑی چونچ سے ان کا ایک ایک کر کے شکار کرنے لگا اب تو ان کا ناکوں میں دم تھا۔ جہاں ذرا کنارے پر آئے یا گردن نکالی اور اس بگلے کا لقمہ بنے۔

پھر تو انھوں نے مشتری کو اپنا سفارشی بنا کر مریخ کے پاس بھیجا کہ وہ انھیں بادشاہ سے نجات دلائے لیکن مریخ نے جواب دیا کہ نہیں یہ ان کی اس حماقت کی سزا ہے کہ انھوں نے اپنی اصلی حالت کو بدلنا چاہا اور قدرت کی دی ہوئی آزادی پر قانع نہ رہے۔

ایک شہزادے کی تعلیم و تربیت

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا جس کی بہت بڑی سلطنت تھی اور جس کے پاس بہت سا مال و دولت تھا۔ اس کے ایک بیٹا تھا جو نہایت خوبصورت اور ذہین و تیز فہم تھا۔ اس بادشاہ نے حکم دیا کہ سلطنت کے اندر جہاں کہیں کوئی عالم فاضل اور عقلمند شخص ملے وہ شہزادے کی تعلیم و تربیت کیلئے بلایا جائے۔ چنانچہ اس نے ایک شخص کو جو علم و فضل اور عقل و فہم میں سب سے بڑھ کر تھا شہزادے کی تعلیم کے لئے مقرر کیا اور کہا کہ اس شہزادے کو اس لائق بنا دیا جائے کہ وہ ملک کی تمام ضروریات اور سلطنت کے تمام بہبودی رعایا پروری کے طریقوں اور عدل و انصاف کے تمام اصولوں سے خوبی واقف ہو جائے۔ اس عالم نے نہایت خوشی سے ان سب باتوں کو قبول کیا اور انکے انجام دینے میں مصروف ہو گیا۔ جب تعلیم کی مدت قریب ختم ہونے کو آئی اور شہزادہ تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو گیا تو بادشاہ کو خبر کی گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دوسرے دن صبح کو اس عالم کو مع شہزادے کے دربار میں حاضر کیا جائے تاکہ اب تک اس نے جو تعلیم حاصل کی ہے، اس کا امتحان لیا جائے اور تمام اہل فضل و کمال اور ارباب سلطنت و حکومت پر میرے بیٹے کی قابلیت اور صلاحیت کا اظہار ہو سکے۔ جب یہ حکم صادر ہوا تو استاد نے بادشاہ سے تین دن کی مہلت طلب کی۔ چنانچہ بادشاہ نے جب اس کی اس درخواست کو منظور کر لیا تو پہلے دن وہ استاد مع شہزادے کے ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور جب شہر سے باہر پہونچا تو اس کو گھوڑے سے اتار دیا اور اپنے گھوڑے کے آگے آگے کئی میل تک پیدل دوڑایا جس سے اس نازک بدن شہزادے کو سخت تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ دوسرے دن وہ اس کو واپس لایا اور سارا دن مکتب میں کھڑا رکھا جس سے وہ شہزادہ سخت پریشان ہوا۔ جب تیسرا دن ہوا تو وہ اس کو پھر مکتب میں لایا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کوڑے کی مونچھیاں لگائیں جس سے شہزادے کا تمام جسم زخمی ہو گیا اور اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر خود بھاگ گیا۔ دوسرے دن جب نوکروں کو شہزادے کا یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے سب سے پہلے اسے اس بندے سے آزاد کیا اور پھر اس کے بعد استاد کی تلاش شروع کی لیکن جب نہ پایا تو بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ نے لڑکے کو مجمع علما کے سامنے لانے کا حکم دیا۔ جب اس کا امتحان لیا گیا تو ہر علم و فن میں شہزادہ پورا اترا۔ بادشاہ نے استاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے لڑکے کو تعلیم و تربیت دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے لیکن لڑکے کو اسطرح زدوکوب کرنے اور خود فرار ہو جانے کا سبب نہیں معلوم۔ حکم دیا کہ استاد کو جہاں ہو وہاں سے تلاش کر کے لایا جائے۔ ایک عرصہ دراز کے بعد وہ معلم جب واپس آیا تو بادشاہ نے اس کی بڑی خاطر تواضع کی اور اس سے شہزادے کو پیدل دوڑانے، دن بھر کھڑا رکھنے، مارنے اور خود بھاگ جانے کا سبب پوچھا۔ معلم نے دست بستہ عرض کی کہ حضور اگر جان بخشی کی جائے تو میں اس کا اصل سبب بیان کروں۔ بادشاہ نے یقین دلایا کہ تیری جان و مال سب کچھ محفوظ ہے، اصل وجہ بیان کر۔ معلم نے عرض کیا کہ حضور والا! سب سے پہلے دن میں نے اس شہزادے کو اپنے گھوڑے کے ساتھ جو پیدل دوڑایا تو وہ اس لئے کہ اس کو ان نوکروں چاکروں کی تکلیف اور ذلت کا جو اس کے رکاب کے ساتھ دوڑتے پھرتے ہیں، پورا پورا احساس ہو جائے اور دن بھر کھڑا اس وجہ سے رکھا کہ ان لوگوں کی حالت کا اسے اندازہ رہے جو شب و روز اسکے آگے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں اور ہاتھ پاؤں باندھ کر کوڑے جو مارے تو وہ اسلئے کہ بادشاہ اکثر غصہ میں آکر سخت سے سخت سزاؤں کا جو حکم دیدیتے ہیں تو خود بھی اس کو دوسروں کی تکلیف و درد کا احساس رہے۔ اور خود بھاگ جانے کا سبب یہ ہے کہ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شہزادے کی یہ حالت دیکھ کر شفقت پدرانہ جوش میں آئے اور مجھے کسی سزا کا حکم دیدیا جائے جس سے شہزادے کی تمام مشقت اور میری تمام محنت کا اثر زائل ہو جائے۔ بادشاہ معلم کی ان باتوں سے بہت خوش ہوا اور اسے بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔

(ماخوذ از طبقات ناصری)

انعامی معمہ

مرسلہ

سید ظہیر الدین احمد ایم - اے، ایل ایل - بی، وکیل فتح گڑھ　(یو - پی)

ہدایات

۱- روزِ اشاعت سے پندرہ یوم کے اندر تمام حل آجانا چاہیے۔

۲- ہر حل کے ساتھ تین آنے (۳؍) کے ٹکٹ ملفوف ہوں۔

۳- ایک انعام مبلغ پانچ روپیہ (۵ر) کا ہوگا جو کہ صحیح حل کرنے والے کو دیا جائے گا۔ لیکن ایک سے زائد صحیح حل وصول ہونے پر انعام مذکور جملہ صحیح حل کنندگان میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔

۴- حل پتہ ذیل پر آنا چاہیے:-

سید ظہیر الدین احمد ایم - اے، ایل ایل - بی وکیل فتح گڑھ یو - پی

فہرست معطیان اجمل جامعہ فنڈ

(مدراس)

نمبر	نام	رقم
۱	جناب سیٹھ جمال محمد صاحب	۱۵۰۰۰
۲	جناب سی۔ عبدالحکیم صاحب	۵۰۰۰
۳	جناب روشن این۔ ایم۔ اے کریم عمر اینڈ کو	۳۰۰۰
۴	دیوان بہادر ایم بالاسندرم نیڈو گارو	۲۵۰۰
۵	این۔ بی۔ مطلب صاحب	۲۰۰۰
۶	کے حاجی عبدالقادر صاحب لال باچا صاحب اینڈ کو	۲۰۰۰
۷	سی۔ حاجی زین العابدین صاحب اینڈ کو	۱۵۰۰
۸	پی۔ حاجی باچا صاحب اینڈ کو	۱۵۰۰
۹	ایم۔ جے۔ جمال محمد الدین صاحب	۱۰۰۰
۱۰	آر۔ ای محمد قاسم صاحب جے پی	۱۰۰۰
۱۱	کے۔ سری نواس آئنگر	۵۰۰
۱۲	خان بہادر محمد عبدالعزیز بادشاہ صاحب	۵۰۰
۱۳	زین العابدین صاحب تاجر ناس	۵۰۰
۱۴	سر حاجی اسماعیل سیٹھ	۵۰۰
۱۵	مرہایقہ حاجی اسمعیل صاحب	۵۰۰
۱۶	ایس۔ وی۔ راما سوامی مدلیار	۲۵۰
۱۷	آنریبل سر ایس آر ایم انا ملے چٹیار	۲۵۰
۱۸	سر سی۔ پی۔ راما سوامی آئیر	۲۵۰
۱۹	کے۔ پی۔ وی۔ شیخ محمد راؤتھر صاحب	۲۵۰
۲۰	کے۔ ایس عبدالعزیز صاحب اینڈ کو	۲۰۰
۲۱	سی۔ اے۔ محمد قاسم صاحب اینڈ کو	۱۵۰
۲۲	پی۔ عبدالقادر صاحب اینڈ کو	۱۰۰
۲۳	ٹی۔ اے۔ محمد اسمعیل صاحب	۱۰۰
۲۴	سی۔ ایچ۔ خضر محمد صاحب اینڈ کو	۱۰۰
۲۵	یونس سیٹھ اینڈ سنز	۱۰۰
۲۶	مسلم خواتین معرفت مسز اسلم صاحبہ	۱۰۰
۲۷	اے۔ ایس۔ قادر باچا صاحب اینڈ سنز	۱۰۰
۲۸	ٹی۔ پی۔ پی۔ ایس۔ عبدالرزاق صاحب اینڈ کو	۱۰۰
۲۹	ایس۔ ایم۔ کے پی باواوین صاحب	۵۰
۳۰	راجہ منار چٹیار صاحب	۵۰
۳۱	او۔ سی۔ پی۔ ایس۔ ای عبدالقادر صاحب	۵۰
۳۲	ایک ہمدرد	۲۵
۲۳	ایم۔ حاجی عبدالرحمٰن صاحب ابن عبدالسبحان صاحب	۱۵۰
۳۴	موپلہ مسلمان ہمدرد معرفت جناب پی صاحب ایم ایل سی و بی پوکر صاحب بی اے بی ایل نے	۱۵۱
۳۵	مسز ٹی۔ اے۔ حاجی عبدالرزاق صاحب	۵
۳۶	ایس سری نواس آئنگر صاحب	۱۰۰۰
۳۷	وی۔ حاجی عبدالرحمٰن صاحب اینڈ کو	۵۰۰
۳۸	او۔ پے عبدالکریم صاحب اینڈ کو	۲۵۰
۳۹	کوراتانی حاجی محمد یعقوب صاحب	۲۵۰
۴۰	ایم۔ جے۔ عبدالقادر صاحب	۲۵۰
۴۱	ایم۔ جے۔ محمد ابراہیم صاحب	۲۵۰
۴۲	ایس۔ اے۔ پی۔ محمد قاسم صاحب اینڈ کو	۲۰۰
۴۳	کے۔ ایم۔ اکبر باچا صاحب	۱۰۰
۴۴	ابراہیم حبیب اللہ صاحب	۱۰۰
۴۵	مدیکار عبدالعزیز صاحب	۱۰۰
۴۶	پیووتی عبدالرحیم صاحب	۱۰۰
۴۷	جی۔ عبدالعزیز صاحب	۱۰۰
۴۸	آنریبل مسٹر جی۔ اے نٹےسن	۱۰۰
۴۹	مولوی ابوظفر صاحب ندوی	۱۰۰
۵۰	خانصاحب۔ این۔ ایم۔ خواجہ میاں راؤتھر	۱۰۰
۵۱	خان بہادر حاجی مولوی ضیاء الدین محمد صاحب	۱۰۰
۵۲	بی۔ حیات باچا صاحب	۱۰۰
۵۳	ایم۔ محمد حسن صاحب	۵۰
۵۴	اوکنی عبدالقدوس صاحب	۵۰
۵۵	ٹی۔ اے۔ حاجی عبدالرزاق صاحب	۵۰
۵۶	تاجران پنجابی، معرفت مولوی محمد سعید صاحب	۲۷۷
	میزان	۴۳۶۵۰

چند مفید کتب

روحِ تنقید دنیائے اُردو ادب میں یہ پہلی کتاب ہے۔ جس میں فنِ تنقید کے مبادیات و متعلقات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اسکے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں ادب کی تقسیم۔ اصولِ تنقید اور تنقید نگاروں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں اور پیش کردہ اصولوں کے تحت اُردو کی مشہور مثنوی سحر البیان پر تنقید کرکے اصولوں کا استعمال دکھایا گیا ہے دوسرے حصہ میں۔ یونان۔ روما۔ ازمنہ متوسطہ وعصر بیداری کی ارتقائی تاریخ، فرانس، انگلستان اور یورپ میں اٹھارہویں صدی کے بعد سے ابتک جو اصولِ تنقید رائج ہوئے انکا تفصیلی بیان، مروجہ تنقید اور چند تنقیدی کارنامے درج ہیں۔ اس کتاب کے مصنف فاضل انشا پرداز مولوی سید غلام محی الدین صاحب قادری زورؔ ایم۔ اے (عثمانیہ) ہیں۔ حجم تقریباً (۳۰۰) صفحہ لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ ایڈیشن قیمت عہ ۱۲؍

تنقیدی مقالات یہ بھی جناب زورؔ صاحب کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب روحِ تنقید کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں انگریزی فارسی اور اُردو زبانوں کے مصنفین وشعرا یعنی ٹامس گرے، ہوریس اسمتھ، ابو علی علمی، مصنف طبقاتِ ناصری، میر تقی، میر حسن، غالب، حالی، میر انیس اور کیفی حیدرآبادی کے کلام ومضامین پر روحِ تنقید کے پیشکردہ اصولوں کی روشنی میں تنقید کرکے اصولوں کا استعمال دکھایا گیا ہے حجم تقریباً (۵۰۰) صفحے لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ ایڈیشن سادہ مجلد قیمت ۱؍ عہ

اُردو کے اسالیب بیان مصنفہ جناب زورؔ صاحب۔ یہ بھی اُردو ادب میں پہلی کتاب ہے جس میں اُردو نثر کے ابتدائی زمانہ سے لیکر موجودہ زمانے تک نثر نگاروں کے طرزِ تحریر و اسلوب بیان کے متعلق ایک عبوری ادبی تاریخ وتنقید ہے مصنف نے آخر میں اُردو نثر کے مستقبل کی نسبت اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے حجم (۲۰۴) صفحے۔ لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ ایڈیشن سادہ مجلد قیمت عہ

طلسم تقدیر مصنفہ زورؔ صاحب۔ یہ ایک نیم تاریخی فسانہ ہے جس میں دکن کی تاریخ اور اسکے باشندوں کی تمدنی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نیز اس میں تقدیر وتدبیر کی بحث کو بڑی خوبی سے سلجھایا گیا ہے۔ ضخامت (۶۵) صفحے لکھائی، چھپائی عمدہ قیمت ۸؍

دنیائے افسانہ اُردو کی ادبی دنیا میں یہ پہلا ہی کارنامہ ہے جسکو مولوی محمد عبد القادر صاحب سروری ایم۔ اے۔ ایل ایل بی (عثمانیہ) نے تصنیف کرکے اُردو زبان پر احسان کیا ہے۔ اس میں ناول نگاری اور افسانہ نویسی کی تاریخ اور اس کے اصول ومبادیات کا تفصیلی بیان درج ہے ضخامت (۲۱۰) صفحہ کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ۔ پاکٹ ایڈیشن قیمت ۱؍ عہ

دکن میں اُردو قدیم اُردو کو چار دوروں میں تقسیم کرکے اس کے نظم ونثر کی عبوری تاریخ پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ ہر دور کے شعرا کے جستہ جستہ حالات کے ساتھ ان کے کلام کا نمونہ پیش کرکے اُردو زبان کا ارتقا دکھلایا گیا ہے یہ اُردوئے قدیم کی تاریخ ہے جسکو مولوی محمد نصیر الدین صاحب ہاشمی منشی فاضل نے تالیف کیا ہے۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ حجم (۲۰۵) صفحے۔ پاکٹ ایڈیشن قیمت ۱؍

خیابانِ اُردو ہندوستان کے چوٹی کے اُردو انشا پردازوں اور نامی گرامی شعرا کی نظم ونثر کا لاجواب انتخاب ہے۔ جسکو جناب احمد عارف صاحب نے نہایت سلیقہ کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ یہ علمی گلدستہ اس قابل ہے کہ ہر تعلیم یافتہ اس سے اپنے کتب خانہ کو زینت دے۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ۔ حجم (۴۱۰) صفحے پاکٹ ایڈیشن سادہ مجلد عہ ۱؍

اسوۂ حسنہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آن حضرت صلعم نے مسلمانوں کے سامنے کیسی زندگی پیش کی ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئیے ضخامت (۸۰) صفحے کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ۔ پاکٹ ایڈیشن قیمت ۸؍

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

جامعہ ملیہ اسلامیہ کا

پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

پیام تعلیم

نرخنامہ اشتہار
فی صفحہ
نصف صفحہ
چوتھائی صفحہ

نرخنامہ چندہ
سالانہ
ششماہی
فی پرچہ

ایڈیٹر - سعید انصاری بی اے (جامعہ)

جلد ۶ | ۲۱ فروری سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۸

فہرست مضامین

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان

بمبئی کے فساد میں اب تک ۱۴۰ آدمی مر چکے ہیں اور ... زخمی ہوئے ہیں۔ یہ فساد کوئی ڈیڑھ ہفتہ سے برابر جاری ہے اور بمبئی جیسے بڑے تجارتی شہر میں تمام کاروبار بند ہونے کے علاوہ لوگوں کا گھروں سے نکلنا بھی بند ہو گیا ہے۔

یہ فساد اصل میں مل کے مزدوروں اور پٹھانوں کے درمیان شروع ہوا لیکن اب اس نے رفتہ رفتہ ہندو مسلم فساد کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ اس فساد کی اصل وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ملوں کی گزشتہ اسٹرائیک میں مالکان مل نے کچھ پٹھانوں کو بلا کر اپنے ہاں نوکر رکھ لیا تھا، جس کا اب یہ مزدور بدلہ نکال رہے ہیں۔

---

۷ فروری سنہ ۲۹ء کو اسمبلی کے اجلاس میں "سیفٹی بل" کے نام سے ایک قانون پاس ہوا ہے جس کی رو سے گورنمنٹ ہر باہر کے اس شخص کو سزا دے سکے گی جو ہندوستان میں بالشویکی مذہب پھیلانے اور یہاں کے مزدوروں کو ابھارنے کی کوشش کرے گا۔ قوم پرست ممبروں نے بہت زور لگایا لیکن بالآخر حکومت کو کامیابی ہوئی۔

فروری کے ابتدائی چند ایام دہلی میں انتہائی سردی کے گزرے ہیں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ سالہا سال سے ایسی سردی کبھی دہلی میں نہیں ہوئی ہے۔ چار پانچ آدمی اس سردی کی وجہ سے ٹھٹھر کر مر گئے۔ ایک تانگے والا جو کسی شخص کے انتظار میں باہر کھڑا تھا، اپنے تانگے پر بیٹھا ہی بیٹھا اکڑ گیا۔ سردی نہ صرف دہلی ہی تک محدود تھی بلکہ کراچی اور پنجاب کے بعض مقامات سے بھی ایسے ہی تشویش انگیز حالات سننے میں آئے ہیں۔

ممالک غیر

حبیب اللہ خاں غازی جو پہلے "بچہ سقہ" کے نام سے مشہور تھے، اب باقاعدہ طور پر افغانستان کے بادشاہ تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ وہاں کے ملاؤں، پیروں اور عالموں نے ایک بیان شائع کیا ہے جس میں ان کے اعلان بادشاہی کو قطعی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ حبیب اللہ خاں نے بھی اصلاحات کی ایک طویل فہرست شائع کی ہے جو امان اللہ خاں کی اصلاحات کے بالکل مخالف ہیں، یعنی کسی شخص پر تعلیم حاصل کرنا جبری نہیں ہے۔ عورتوں پر پردہ کرنا لازمی ہے۔ جبری فوجی بھرتی بالکل موقوف ہے وغیرہ وغیرہ۔

شہنشاہ جارج پنجم جن کی پچھلے دنوں سخت نازک حالت ہو گئی تھی، اب بالکل اچھے ہو گئے ہیں اور انگلستان کے جس حصہ میں تشریف لے جاتے ہیں ان کا نہایت پرجوش خیر مقدم ہوتا ہے۔ آج کل وہ ایک پرسکون مقام پر آرام فرما رہے ہیں۔

شمالی یورپ جو یوں بھی ہمارے ملک سے کہیں زیادہ سرد ہے، وہاں بھی امسال سخت سردی کی ایک لہر سارے حصہ پر دوڑ گئی ہے۔ جرمنی، فرانس اور انگلستان میں سینکڑوں آدمی جان سے مر گئے۔ دریاؤں کا پانی یک لخت جم گیا۔ کتنی ریل گاڑیاں رک گئیں اس لئے کہ ان کی پٹڑیوں پر برف کا انبار جمع ہو گیا تھا۔ اکثر جگہ بہتیری موٹریں برف کے نیچے ڈھک گئیں۔

کے مقاصد کو پورا کر سکو گے۔ تیس چالیس برس میں، پیارے آنے والے صدر جمہوریت! تم اسی جگہ بچوں اور نوجوانوں سے باتیں کرتے ہو گے۔ اس وقت ان سے کہنا کہ برسیں گذر گئیں ہم نے اس جگہ پر اپنی جمہوریت کے پہلے صدر

سے وعدہ کیا تھا کہ ہمیشہ اور ہر بات میں یہ مقولہ ہماری رہنمائی کرے گا جو ہمیں اپنے اجداد سے ورثہ میں ملا ہے اور اس ہمارے جھنڈے پر ثبت ہے جو اس محل پر لہلہا رہا ہے۔ یعنی "فتح سچ کی ہے"۔ ذرا دیکھو، وہ جھنڈا کس طرح زندہ ہے، کس طرح اس سے آواز نکلتی ہے اور وہ تم سے کیسی باتیں کرتا ہے۔ اس جھنڈے کی حفاظت کرنا اور اسے بے داغ ان تک پہونچا دینا جو تمہارے بعد آئیں گے۔

نونہالان وطن سے خطاب

۲۸ اکتوبر گذشتہ کو جمہوریہ چکوسلوواکیا کی دسویں سالگرہ تھی۔ دارالحکومت پراگ کے تمام مدارس سے ۱۵ ہزار بچے صدر جمہوریہ کی خدمت میں آداب بجالانے کیلئے حاضر ہوئے تھے اس وقت صدر جمہوریہ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی جو اپنی جامعیت اور خوبی کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہمارے ملک کے ہر بچے کی نظر سے گزرے:۔

خوش آمدید!

میں نے جمہوریہ کی دسویں سالگرہ کا جشن ابھی ابھی فوج کے آدمیوں سے شروع کیا ہے۔ ان کے بعد تم بچے یہ جشن منانے آئے ہو۔ اچھا آؤ ذرا دل کھولکر باتیں کرلیں۔

جیسے بچپن میں مجھے تندرستی اور خدا کے فضل وعنایت کی دعا دی جاتی تھی میں بھی تمھیں تندرستی اور فضل ربانی کی دعا دیتا ہوں۔ تمھیں تندرست بننے اور تندرست رہنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ صاف رہو، پانی سے مت ڈرو، خوب نہایا کرو، تیرا کرو، اور کھلی ہوا میں چلا پھرا کرو، اور سورج کی روشنی اپنے اوپر پڑنے دو۔ اپنے کمروں کو، گھروں کو ہوادار رکھو۔

پیٹ میں بہت سا کھانا نہ بھر لیا کرو اور تیز چیزیں نہ پیا کرو۔ خوب خوشی خوشی کھیلا کرو۔ لیکن جب سبق ہو رہا ہو تو خوب دل سے کام کیا کرو اور اسے یاد کرو۔ کام سے کبھی جی نہ چراؤ، مدرسہ میں بھی نہیں۔ میں بڑا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں بھی کبھی امیدوار تھا۔ کام ہی سے آدمی کو عمل وعقل حاصل ہوتی ہے۔

ورزش کے لئے جو کلب کھلے ہیں ان میں شامل ہو۔ اور اپنے جسم کو کھیل اور کسرت سے تربیت دو۔

جب ذرا بڑے ہو چلو تو سوچو کہ تم کیا بننا چاہتے ہو۔ مزدور، کسان، کاریگر، استاد، مصنف، صنّاع۔ کیا۔ لیکن جو بھی بننا چاہو اس کے لئے خوب محنت کرو اور دیانت داری سے کام۔ ہم سب کو کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اپنی اپنی جگہ پر اور اپنی اپنی بساط کے مطابق۔ جماعت کو بہت سے کام کرنے والے درکار ہیں۔ کام کو ٹھیک ٹھیک تقسیم کر کے منظم کرنا چاہیئے۔ لیکن ہم سب جو اپنا اپنا کام دیانت داری سے کرتے ہیں اپنے کام میں برابر ہیں۔ جمہوریہ کا ایک اچھا صدر ایک اچھے مزدور سے بہتر نہیں۔ تم نے اس حادثہ کا ذکر سنا ہوگا جب ایک بڑا سا مکان گر پڑا تھا۔ کسی پر اس کی ذمہ داری ہو لیکن یہ کام میں بددیانتی کا نتیجہ تھا۔ ایمانداری اور دیانت داری کے ساتھ کام کر کے ہم اپنے لئے اور اپنے پڑوسیوں کے لئے کچھ فراہم کرسکتے ہیں۔ اگر ہمیں اپنے پڑوسیوں سے محبت ہے، جیسا کہ صحیح طور پر ہمیں سکھایا گیا ہے، تو ہمیں اپنے کاموں سے اس محبت کو ظاہر کرنا چاہیئے، خالی لفظوں سے نہیں جس زندگی میں قربانی نہیں وہ زندگی اچھی نہیں۔

پیارے بچو! تم جلد بڑے ہو جاؤگے۔ وقت بڑی تیزی سے گزرتا ہے تم ماں باپ بنوگے۔ اپنے والدین کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ تمھاری اولاد تمھارے ساتھ کرے۔ جو کچھ کرو اس قاعدہ کو یاد رکھو کہ دوسرے کے ساتھ وہی کرنا چاہیئے جو تم چاہتے ہو کہ دوسرا تمھارے ساتھ کرے۔

بہت دن نہیں ہیں کہ جمہوریہ کے قوانین تم سے قومی خدمت کا مطالبہ کرینگے۔ تم سپاہی بنوگے، بلدیوں کے رکن ہوگے، پارلیمنٹ کے ممبر ہوگے۔ تم جو بھی بنو لیکن شہری کی طرح اپنے فرائض ادا کرو۔ اس جمہوریت سے محبت کرو جسکا دستور تمھاری آزادی کا ضامن ہے۔ اپنی قوم سے محبت کرو، اپنے ملک سے اور اپنی زبان سے۔

تمھارے دوسرے ساتھی جو شہری ہیں ان کے ساتھ دوستی سے رہو۔ چاہے ان کا پیشہ، ان کی زبان، ان کا مذہب تم سے کتنا ہی مختلف ہو۔ ہم سب برابر ہیں اور سب کو برابر آزادی ملنی چاہیئے۔ ہمیں کسی بات میں کسی پر ظلم کا حق نہیں۔

تم ہی میں اس وقت شاید اس جمہوریت کا آیندہ صدر کھڑا ہو۔ اے میرے عزیز، آنے والے صدر، تمھیں اپنے شہریوں سے اور ساری دنیا سے بے خوف آنکھ ملا کر بات کرنی ہوگی۔ تب ہی تم ہمارے مقاصد اور ہماری تاریخ (بقیہ صفحہ ۴ پر دیکھو)

بالغوں کی تعلیم

مضمون ذیل میں بالغوں کی تعلیم کی جو اسکیم پیش کی گئی ہے وہ مدراس کے ایک ماہر تعلیم کی مرتب کی ہوئی ہے اور جو وہاں کے اسکولوں میں آج کل عمل میں بھی لائی جارہی ہے:- (ایڈیٹر)

ہمارے ملک میں ایسے بالغ العمر لوگوں کی ایک بڑی تعداد ملے گی جنھیں اپنے بچپن کے زمانہ میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا اور جو اب اس عمر کو پہنچ کر تعلیم کے خواہشمند ہیں۔ چونکہ ایسے لوگ زیادہ تر مزدور پیشہ یا دستکار ہوتے ہیں، اس لئے ان کی تعلیم کا نصاب بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے جو انھیں ان کی زندگی اور کام میں مدد دے۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے لئے جو نصاب تعلیم بنایا جائے اس میں ان ان باتوں کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے:-

(۱) سب سے پہلے پڑھنا، لکھنا اور تھوڑا سا حساب سکھایا جائے۔

(۲) مدنیت، حفظان صحت، مریضوں کی تیمارداری اور مجروحین کی مرہم پٹی کے ابتدائی اصولوں کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا جغرافیہ بھی بتایا جائے۔

(۳) اخلاقی اور تھوڑی سی مذہبی تعلیم بھی دی جائے۔

اس کے بعد جو طلبا مدرسہ میں داخل کئے جائیں ان کی تین جماعتیں رکھی جائیں، معمولی، درمیانی اور اعلیٰ اور ان جماعتوں میں داخلہ ان کی دماغی حالت کے اعتبار سے ہو نیز نصاب تعلیم اٹل نہ ہو بلکہ مقامی حالات اور ان لوگوں کی زندگی کے لحاظ سے اس میں تغیر و تبدل بھی ہو سکے وضاحت کے لئے ہر ہر مضمون کی کسی قدر تفصیل دے دی جاتی ہے:-

مادری زبان:- جو اس قدر پڑھائی جائے کہ وہ عام مطالعہ کی کتابیں اخبارات اور رسالے پڑھ سکیں، خط پڑھنے [illegible] کی بھی مشق کرائی جائے۔

حساب:- معمولی جمع، تفریق اور ضرب، تقسیم کے علاوہ خرید فروخت کے بعض قاعدے، مختلف پیمانے اور سکے بھی بتائے جائیں۔ تنخواہ اور اجرت کے سوالات کی بھی مشق ہونی چاہیئے۔

اخلاقی و مذہبی تعلیم:- سبق آموز قصے کہانیاں، پرانے بزرگوں اور رشیوں کے حالات زندگی اور مختلف عبادتوں کے طریقے بھی بتانے چاہئیں۔

مدنیت و حفظان صحت:- جتنا کسی ابتدائی اسکول کی پانچویں جماعت میں پڑھایا جاتا ہے۔

جغرافیہ:- مختلف ملکوں اور ان کے حالات کے علاوہ یہ بات ذہن نشین کردی جائے کہ دنیا تمام بنی نوع کا ایک گھر ہے۔ اس کیساتھ کچھ ہیئت کی بعض موٹی موٹی باتیں بھی بتائی جائیں۔ اس مضمون کے پڑھانے کا طریقہ زبانی طور پر صرف نقشوں کی مدد سے ہونا چاہیئے۔

انگریزی:- یہ زبان بھی بطور ایک ضمنی زبان کے سکھانی چاہیئے۔ اور اگر کچھ ٹوٹی پھوٹی بولنی آجائے تو اور بہتر ہے۔

ان مستقل مضامین کی باقاعدہ تعلیم کے علاوہ کچھ بے ضابطہ طور پر بھی شغل ہونا چاہیئے مثلاً حفظان صحت پر لیکچر میجک لالٹینوں کے ذریعہ مختلف چیزیں دکھانی۔ اور ان سب باتوں میں ان کے ذہنی حالات اور معیار کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ جو طریقہ ان کے لئے سب سے زیادہ سہل اور قابل قبول معلوم ہو، وہی اختیار کیا جائے ابتدا میں کتابیں ہرگز نہ رکھی جائیں بلکہ تمام تر تعلیم زبانی ہو۔

ان کے ہر کام میں ان کی نفسیات کا پورا پورا خیال رکھا جائے اور ان کے لئے بالعموم ایسے طریقے اختیار کئے جائیں جو ان کے لئے بہت زیادہ پسندیدہ اور مقبول نظر آئیں تاکہ اس ذریعہ سے وہ باتوں کو آسانی سے اور اچھی طرح سمجھ سکیں۔

(ماخوذ از "ہندو")

تعلیمی دنیا

کوائف جامعہ

۲ر فروری ۲۹ء کو مولانا سید سلیمان صاحب ندوی جامعہ میں تشریف لائے اور تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہے - آپ نے اس عرصہ میں "انجمن اتحاد" (طلبائے کالج کی انجمن) کے زیر اہتمام "مذہب کی حقیقت" پر تین خطبے دیے جو بہت پسند کئے گئے - اس کے علاوہ آپ نے جامعہ کے مقاصد اور اس کے کاموں پر "انجمن اساتذہ" کے ایک جلسہ میں ایک مبسوط تقریر فرمائی جو بہت مفید ثابت ہوئی - ایک تقریر "جوہر منزل" (طلبائے کالج کا دارالاقامہ) میں ہوئی جس میں آپ نے جامعہ اور ندوہ کے درمیان تعاون اور اشتراک عمل کے تعلقات پر زور دیا - اس کے علاوہ آپ نے دو ایک اور بھی چھوٹی چھوٹی تقریریں کیں مثلاً ایک بچوں کے دارالاقامہ "خاکسار منزل" میں اور ایک "اقبال منزل" میں جو متوسط العمر طلبا کا بورڈنگ ہے - اس دوران میں کئی ایک نجی صحبتیں بھی رہیں جس میں کالج کے بڑے طلبا، اساتذہ اور کارکنان جامعہ وقتاً فوقتاً شریک ہوتے رہے -

۸ر فروری کو شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب مسلم یونیورسٹی کورٹ کے جلسہ میں شرکت کرنے کی غرض سے علی گڑھ تشریف لے گئے - اس جلسہ میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا انتخاب ہونیکو تھا جس میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے بہت نمایاں حصہ لیا - اب اس کمیٹی میں بھی منتخب ہوئے ہیں جو پرو وائس چانسلر کا تقرر کریگی - ڈاکٹر صاحب کا یہ انتخاب سر محمد شفیع اور دوسرے معتدد حضرات کے مقابلہ میں ہوا ہے -

۱۹ر فروری کو مہاتما گاندھی جی جامعہ تشریف لائے - آپ کے تشریف لانیکی سب سے پہلی غرض اپنے عزیز پوتے رسیک لال گاندھی کی تعزیت تھی جسکا انتقال گزشتہ ہفتہ جامعہ میں ہوا ہے - علاوہ اسکے آپ کو طلبا، و اساتذہ جامعہ سے بھی ملنا تھا - آپ نے ایک جلسہ کے اندر طلبا کو خطاب کیا جس میں آپنے انھیں کھدر پہننے، چرخہ کاتنے اور ہندو مسلم اتحاد کی تلقین فرمائی - اسکے بعد ایک دوسرے جلسہ میں آپ نے صرف اساتذہ سے ملاقات کی جسمیں آپنے انھیں طلبا کے سامنے عملی نمونہ بننے کی ہدایت فرمائی اور یہ بتایا کہ طلبا انھیں باتوں پر عمل کرینگے جو آپ کر کے انھیں بتائینگے، نہ ان باتوں پر جو آپ صرف زبان سے کہدینگے -

> **آہ رسیک!**
>
> ہم کیونکر کہیں کہ رسیک لال گاندھی کی جیتی بولتی تصویر آنکھوں کے سامنے سے چھپ گئی! وہ غریب اپنے عزیز ماں باپ کو چھوڑ کر اتنی دور سے ہم میں صرف اس غرض سے آیا تھا کہ بچوں کو تکلی اور چرخہ کاتنا سکھائے - کیا معلوم تھا کہ اجل اسکے انتظار میں کھڑی ہے اور وہ ۱۶ سال کا نوعمر دو مہینے ہم میں رہکر ہم سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہو جائیگا! ہم سب اس غم میں ان کے عزیز والدین اور دوسرے اعزہ کے شریک ہیں - خدائے تعالٰے سے دعا ہے کہ انھیں صبر عطا فرمائے -

فروری کے پہلے ہفتہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب نے "اشتراکیت" پر ایک نہایت دلچسپ تقریر فرمائی جسمیں آپ نے اپنے نقطہ خیال سے یہ بتایا کہ اشتراکیت دراصل ہے کیا؟ اور اشتراکی ممالک میں آجکل اس کا کیا مفہوم لیا جاتا ہے؟ اشتراکیت کے اصول اور پیغمبران اشتراکیت کے حالات زندگی پر آپکے خیالات سننے کے قابل تھے اسی کے چندروز بعد پنڈت جواہر لال نہرو (جو اشتراکیت کے بہت بڑے علم بردار ہیں) نے بھی اسی موضوع پر ایک تقریر فرمائی جسمیں آپ نے زیادہ تر سیاحت روس کے سلسلہ میں اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات سے بحث کی - مذہب اور اخلاق کا نام آجانے پر آپکی خفگی اور برہمی قابل دید تھی -

"ضمیر کپ" کے نام سے دہلی میں ہاکی کا ایک بہت مشہور ٹورنامنٹ ہوتا ہے جس میں جامعہ کی ٹیم بھی امسال پہلی بار داخل ہوئی اور ابتدائی تمام میچوں میں جیتتی ہوئی سیمی فائنل تک پہنچی لیکن اس میں وہ مشن کالج کی ٹیم سے ۳ گول سے ہار گئی -

مذہب

جور و ظلم کی مذمت اور اسکا انجام بد

قرآن کریم:-

۱- اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِھِمْ سُرَادِقُھَا

۱- ظالموں کے لئے ہم نے وہ آگ تیار کی ہے جس کے اونچے اونچے شعلے ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوں گے۔

۲- وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ

۲- اللہ (تعالےٰ) ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

۳- وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ

۳- ظلم کرنے والوں کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔

۴- وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ

۴- ظالموں کے کردار سے اللہ (تعالےٰ) کو ہرگز ہرگز غافل نہ سمجھو۔

۵- وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

۵- ظالموں کو جلد معلوم ہو جائیگا کہ کیسے الٹ پلٹ ہوتے ہیں۔

احادیث:-

۱- اتقوا دعوة المظلوم فانها تحمل على الغمام یقول الله وعزتی وجلالی لانصرنک ولو بعد حین

۱- مظلوم کی پکار سے ڈرو، وہ بادلوں پر جاتی ہے، اللہ (تعالےٰ) کہتا ہے، قسم ہے میری عزت و جلال کی میں ضرور تیری مدد کرونگا، چاہے کچھ دیر بعد۔

۲- اعجل الشر عقوبة البغی

۲- ظلم کی سزا تمام برائیوں سے جلد ملتی ہے۔

۳- ایاکم والظلم فانه یخرب قلوبکم

۳- ظلم سے بچو، یہ تمہارے دلوں کو ستیاناس کر دیتا ہے۔

۴- من اعان ظالما سلطه الله علیه

۴- جو ظالم کی مدد کرتا ہے، اللہ اسکو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔

۵- من مشی مع ظالم فقد اجرم

۵- ظالم کے ساتھ چلنا بھی گناہ ہے۔

امثال و حکم:-

۱- الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم

۱- ملک کفر سے قایم رہ سکتا ہے، لیکن ظلم سے نہیں۔

۲- الظلم مرتعه وخیم

۲- ظلم کی غذا ہضم نہیں ہوتی۔

۳- الظلم یزیل النعم ویطیل النقم ویصرع الرجال ویقصر الاعمار

۳- ظلم نعمتوں کو دور کرتا ہے، مصیبتوں کو بڑھاتا ہے، مردوں کو پچھاڑتا ہے اور عمر کو کم کرتا ہے۔

۴- اذا ظلمت من دونک فلا تامن من عقاب من فوقک

۴- جب تو اپنے سے چھوٹے پر ظلم کرے تو اپنے سے بڑے کی سزا سے بے خوف نہ رہ۔

۵- الملک خلافة الله فی عباده ولن یستقیم له خلافته مع مخالفته

۵- بادشاہت اللہ (تعالےٰ) کی نیابت ہے اس کے بندوں میں، لہذا وہ کبھی اس کی مخالفت کے ساتھ قایم نہیں رہ سکتی۔

سائنس

ٹیلیفون کا راز

آج کم بیش ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں ٹیلیفون ہو گیا ہے اور وہ دن دور نہیں جب کہ ہر گھر میں ایک ٹیلیفون لگ جائے گا لیکن کیا تم نے اگر کبھی ٹیلیفون کیا نہیں تو یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ یہ ٹیلیفون کیا چیز ہے؟ کب سے ایجاد ہوا؟ یہ کیونکر کیا جاتا ہے؟

سب سے پہلے تو تم یہ سمجھو کہ آواز کیا شے ہے؟ اتنا تو تم جانتے ہو گے کہ ہمارے ارد گرد ہوا کا ایک سمندر ہے اور اس میں بھی پانی کے سمندر کی طرح لہریں پیدا ہوتی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کو پہونچتی ہیں۔ ہوا کے اس سمندر میں جب کوئی لہر اٹھتی ہے اور وہ ہمارے کانوں کے پردے سے ٹکراتی ہے تو وہی چیز ہمیں آواز معلوم دیتی ہے پردے کی چھوٹی چھوٹی اور باریک رگیں اس آواز کو دماغ تک پہونچاتی ہیں اور دماغ کے ذریعہ ہم پہچان لیتے ہیں کہ فلاں آواز کا کیا مطلب ہے۔

اچھا اس کے بعد اب ذرا یہ بھی سمجھ لو کہ ہوا کے اس سمندر میں یہ لہریں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟ بابے، جانور یا آدمی سے جب کوئی آواز نکلتی ہے تو وہ ایک قسم کی قوت ہوتی ہے جو اس چیز سے نکلنے کے بعد وہ اس سمندر سے ٹکر کھاتی ہے اور پھر یہاں سے یہ ہوا کی لہر کے ذریعہ کانوں تک پہونچتی ہے۔

تم شاید یہ سمجھتے ہو گے کہ ہوا چونکہ پانی کی بہ نسبت لطیف شے ہے اس لئے یہ لہر بہت تیز چلتی ہو گی لیکن ایسا نہیں ہے۔ تم نے برسات کے دنوں میں بجلی کی چمک کے بعد کڑک سنی ہو گی، یہ کوئی دو چیز نہیں ہے جو چمکنے کے بعد گرج پیدا ہوتی ہو۔ یہ دراصل ایک ہی شے کا نتیجہ ہے لیکن روشنی چونکہ آواز کی بہ نسبت زیادہ تیز چلتی ہے اس لئے ہم کو پہلے بجلی میں چمک نظر آتی ہے، اس کے بعد کڑک سنائی دیتی ہے۔

یہی حال بندوق کا بھی ہے۔ جب شکار میں بندوق چلائی جاتی ہے تو پہلے ہم کو دھواں نظر آتا ہے اس کے بعد آواز سنائی دیتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی پرندہ بندوق سے نہ مرتا اور کوئی شخص بندوق استعمال کرنے نہ جاتا۔ چڑیا آواز سنتے ہی اڑ جاتی اور بندوق کی گولی کہیں اور جا لگتی۔

خلاصہ یہ کہ آواز کی رفتار ہوا میں بہت سست ہوتی ہے۔ اگر فاصلہ زیادہ ہو تو آواز کی یہ لہر دھیمی ہوتی جائے گی یہاں تک کہ آخر میں پہونچکر بالکل ختم ہو جاتی ہے اور اگر بیچ میں کوئی رکاوٹ حائل ہو تو وہ راستہ ہی میں رک جاتی ہے۔ اب اگر کسی طرح سے یہ رفتار تیز کی جا سکے یا راستہ کی ان رکاوٹوں سے پیچھا چھڑایا جا سکے تو آواز کے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچانے میں پھر کوئی دقت باقی نہ رہے۔ بعض دھاتیں ایسی ہوتی ہیں جو آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بہت کم سے کم وقت میں پہونچا دیتی ہیں اور دو جگہوں میں ان کے ذریعہ سے جو سلسلہ قایم ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے راستہ کی رکاوٹیں بھی درمیان میں حائل نہیں ہوتیں۔ ٹیلیفون اسی دھات کے اور اسی طریقہ سے استعمال کا نام ہے۔ چنانچہ اب کوئی ۲۰۰ برس پہلے ایک نقلی ٹیلیفون بنایا گیا۔ آج بھی اگر تم چاہو تو اس قسم کا ٹیلیفون بنا کر ایک کمرہ میں بیٹھ کر دوسرے کمرے سے بات چیت کر سکتے ہو۔

اس کی ترکیب یہ ہے کہ بغیر پیندے کے دو پیالے لو اور ان پیالوں کے منہ کو جھلی سے منڈھ دو۔ پھر ایک لمبا تاگا یا لوہے کا تار لو اور اس کے دونوں سروں پر دو چھوٹی چھوٹی لکڑیاں باندھ دو۔ ان لکڑیوں کو اس منڈھی ہوئی جھلی میں سوراخ کر کے پیالے کے اندر ڈال دو اور پیالے کے پیندے میں بھی ایک سوراخ کر دو۔ اب اس تاگے یا تار کو کھینچو اور ایک پیالے کے سوراخ میں منہ لگا کر آہستہ سے بولو تو دوسرے سرے پر پیالے کے سوراخ سے وہی باتیں نہایت صاف طور پر سنائی دیں گی۔

یہ دراصل ٹیلیفون کی ابتدا ہے۔ آیندہ یہ بتایا جائے گا کہ ٹیلیفون کی موجودہ ترقی کیونکر عمل میں آئی۔

تاریخ

ہرش ساتویں صدی عیسوی میں ہندوستان کا ایک بہت مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ چوتھی صدی میں گپت سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور پھر کوئی اشوک اعظم جیسا طاقتور بادشاہ نہیں ہوا۔ اسی زمانہ میں وسط ایشیا کی ایک نیم متمدن قوم یعنی ہن لوگوں نے ہندوستان پر حملہ کردیا جس سے تمام شیرازہ بکھر گیا، تہذیب و تمدن کا چراغ گل ہوگیا اور کوئی دو ڈھائی سو برس تک ہندوستان اسی بدنظمی اور تاریکی کی حالت میں مبتلا رہا۔

۶۰۶ئ میں ہرش حکومت کے تخت پر بیٹھا۔ اس کی راجدھانی تھانیسر تھی۔ اس وقت اس کے قبضہ میں دہلی کے گرد و نواح کے تھوڑے سے علاقہ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے اپنی حکومت کو وسیع کرنا شروع کیا۔ اس کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ تمام ہندوستان ایک جھنڈے کے نیچے آجائے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس نے اپنی فوجی طاقت کو بڑھانا شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کے پاس ایک لاکھ سوار اور ۶۰ ہزار جنگی ہاتھی ہوگئے۔ ان کی مدد سے اس نے ایک طرف تمام شمال و مغربی علاقے فتح کئے اور دوسری طرف بنگال کے ایک بڑے حصے کو اپنے زیرنگین کیا۔ جنوب میں اس نے اپنی سلطنت کی حد نربدا ندی تک پہونچائی اور مغرب میں کاٹھیاواڑ اور کچھ کے علاقوں پر قبضہ کیا۔

ہرش ایک نہایت ہوشیار اور بیدار مغز راجہ تھا۔ وہ اپنی اس وسیع سلطنت کی نگرانی خود کرتا تھا۔ برسات گزر جانے پر ہر سال وہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ دورے پر نکلتا۔ وہ اپنی رعایا کا بڑا خیر خواہ تھا۔ رفاہ عام کے کام جو وہ لوگوں سے لیتا، ان کی پوری پوری اجرت ادا کرتا۔ رعایا پر محصول بہت کم لگاتا صرف پیداوار کا ۱/۶ حصہ لیا جاتا جس سے وہاں کی رعایا نہایت خوش حال اور فارغ البال تھی۔ مذہبی لوگوں کے لئے تمام ضروری سامان حکومت کی طرف سے مہیا کئے جاتے تھے۔

ہرش ان سب باتوں کے ساتھ علوم و فنون کا بہت بڑا ماہر اور قدردان تھا۔ اس کے دربار میں شعرا اور اہل علم کا جمگھٹ لگا رہتا تھا۔ بان نامی اس زمانہ کا ایک بہت بڑا شاعر اور انشا پرداز گزرا ہے اس نے "ہرش چرت" کے نام سے راجہ کے حالات زندگی اور اس کے دربار کے واقعات لکھے ہیں یہ اپنی خوبی اور جامعیت کے لحاظ سے اس زمانہ کی بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہرش خود بھی بہت بڑا اہل علم تھا اور اس نے تین کتابیں لکھی ہیں۔ ممکن ہے یہ کتابیں خود اس کی لکھی ہوئی نہ ہوں لیکن اس کے نام کے ساتھ ان کا منسوب ہونا اس کی علم پروری اور علم دوستی کی خود ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

اشوک کی طرح ہرش کی زندگی میں بھی ایک بہت بڑا انقلاب ہوا۔ وہ اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں علمی و ملکی فتوحات کو چھوڑ کر روحانی دنیا کے سر کرنے کی طرف لگ گیا تھا۔ ابتداء میں وہ برہمن مذہب کا قائل تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کا مذہبی میلان بدھ مت کی طرف ہونے لگا۔ اس نے گوشت کھانا قطعی ترک کردیا، جانوروں کا ذبح کیا جانا یک لخت روک دیا، مسافروں، غریبوں اور مریضوں کے لئے آرام و آسائش کے جملہ سامان بھیلگئے شہر اور دیہات میں دھرم شالے بنوائے۔

اس کے دربار میں مختلف مذاہب کے عالموں اور ودوانوں کے مناظرے ہوتے تھیں ہرش نہایت دلچسپی کے ساتھ شریک ہوتا۔ اس کے زمانہ میں ایک چینی سیاح ہیون سانگ نامی آیا تھا جو بدھ مذہب کا بڑا معتقد تھا وہ گوتم بدھ کی جائے ولادت اور دوسرے مقدس مقامات کی زیارت کے علاوہ اپنے ہادی کی تعلیمات و ارشادات کو یکجا کرنے کے خیال سے بھی یہاں آیا تھا۔ ہرش نے اس کی نہایت قدر و منزلت کی اور یہ عام اعلان کردیا تھا کہ کوئی شخص اگر اسکے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکالیگا تو اسکی زبان قلم کرلی جائیگی اور اگر کوئی اسے نقصان یا تکلیف پہنچائیگا تو اسکو سخت سزا دیجائے گی۔

جغرافیہ

افریقہ کے حالات کس نے معلوم کئے

اگرچہ افریقہ کے شمالی ساحل پر بڑی سے بڑی قومیں آباد ہوتی رہیں لیکن ان میں سے کسی نے ملک کے اندرونی حصے کا پتہ لگانے کی کبھی کوئی خاص کوشش نہیں کی اور یہ سعادت یورپ والوں کی قسمت میں لکھی تھی کہ انھوں نے اس "اندھیرے گھر" کا حال معلوم کیا۔

اٹھارہویں صدی کے اواخر میں جیمز بروس نامی ایک بہادر سیاح نے بیڑا اٹھایا کہ وہ اس وسیع براعظم کے اندر داخل ہوگا۔ چنانچہ وہ ملک حبش کے راستہ داخل ہوا۔ حبش کے لوگ اس زمانہ میں اپنے کو حضرت سلیمان کی نسل سے سمجھتے تھے اور ایک عجیب وغریب لوگ تھے انھوں نے بروس کو اجنبی دیکھکر جان سے مارڈالا ہوتا اگر اس نے ہمت اور دانشمندی سے کام نہ لیا ہوتا۔ اتفاق سے حبش کا بادشاہ سخت مرض میں گرفتار رہا اور کسی صورت سے اچھا نہ ہوتا تھا۔ بروس نے اپنے کسی خاص طریقہ سے ایسی دوا دی جس سے بادشاہ کو صحت ہوگئی۔ پھر تو حبش والے اس کے دل وجان سے گرویدہ ہوگئے۔

حبش والوں نے آج تک کبھی بندوق نہیں دیکھی تھی اور ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی جب انھوں نے بروس کو اڑتی ہوئی چڑیا مارتے ہوئے دیکھا وہ اس پر بھی بہت متعجب ہوئے کہ بروس جنگلی گھوڑوں کو پالتو بنا کر ان سے سواری کا کام لیتا ہے۔ غرض اس طرح بروس نے اپنے عجیب وغریب کارناموں سے ان حبشی لوگوں کو رام کیا اور ان سے بڑی سے بڑی رعایت جو اس نے مانگی وہ یہ کہ اسے وہ اپنے ملک کے اندر سفر کرنے دیں اس طرح بروس نے ملک کے اندرونی حصہ میں گھسنا شروع کیا۔ سب سے پہلے اسے ایک دریا ملا اور اس نے سوچا کہ یہی دریائے نیل ہے۔ چنانچہ وہ اس کا پتہ لگاتا ہوا سرے تک پہونچا۔ لیکن اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ اصل دریائے نیل نہیں ہے بلکہ اس کا ایک معاون ہے۔ اس قدر معلوم کرنے کے بعد بروس اپنے وطن کو لوٹا اور واپسی میں وہ ایک بالکل دوسرے راستہ سے آیا۔ اس نے وطن پہونچکر اپنے سفر کے حالات اور کارنامے نہایت دلچسپ طریقہ سے لکھے جس نے لوگوں کی آتش شوق کو اور بھڑکا دیا۔

منگو پارک ایک دوسرا شخص تھا جسنے بروس کے بعد مزید حالات معلوم کرنیکے لئے قدم اٹھایا۔ اسکو شروع ہی سے بحری سفر کا بڑا شوق تھا، چنانچہ اس نے ایک طویل مسافت طے کرکے اسی راستہ سے داخل ہوا لیکن بہت دور نہیں پہنچا تھا کہ وہ ایک مصیبت میں گرفتار ہوگیا جس ملک میں سے ہوکر وہ گزر رہا تھا، وہاں کے جنگلی لوگوں نے اسے پکڑلیا اور ایک قید خانہ میں بند کردیا۔ اس قید سے پارک کسی طرح جان بچاکر نکل بھاگا لیکن آگے چلکر وہ سخت بیماری میں گرفتار ہوگیا اور قریب تھا کہ جان بحق تسلیم ہوجائے لیکن ایک رحمدل وحشی نے اس کی مدد کی اور اسے ساحل تک پہنچادیا۔ پارک اپنے وطن کو واپس آیا لیکن جب اچھا ہوگیا تو اس نے پھر ہمت کی اور ۴۴ آدمیوں کو ساتھ لیکر وہ پھر روانہ ہوا۔ اگلی بار وہ دریائے نائیجر کے راستہ داخل ہوا لیکن یہاں پہنچتے پہنچتے اسکے اکثر ساتھی ہلاک ہوچکے تھے اور صرف، باقی رہگئے تھے۔ پارک نے اپنا سفر ایک چھوٹی سی کشتی پر اسی دریا کے راستہ اختیار کیا کہ بدقسمتی سے اس کی کشتی ایک چٹان سے جو پانی کے اندر چھپی ہوئی تھی، ٹکراگئی اور وہ اسی کی درستی میں مصروف تھا کہ اس علاقہ کے جنگلی آدمی آپہونچے اور انھوں نے پارک اور اس کے ساتھیوں کو وہیں ختم کردیا۔

اب لوگوں کا جوش اور بڑھا اور کثرت سے لوگ افریقہ جانیکے لئے آمادہ نظر آنیلگے ہیو کلیپرٹن جو ایک معمولی درجہ سے ترقی کرکے انگلستان کے بحری بیڑے کا کپتان ہوگیا تھا، دریائے نائیجر کے نکلنے کی جگہ دریافت کرنیکے لئے نکلا۔ وہ اس میں اگرچہ کامیاب نہ ہوا لیکن اس سلسلہ میں اسنے اور بہت سی چیزیں معلوم کیں۔ گورنمنٹ نے اسے پھر دوبارہ اپنے خرچ پر بھیجا کلیپرٹن کے بعد اسکا ایک نوکر لینڈر نامی بھی اپنے آقا کی تقلید میں نکلا۔ اس نے اثنائے سفر میں بہت سی باتیں دریافت کیں اور جب وہ انگلستان پہونچا تو گورنمنٹ نے اس کی کامیابی دیکھکر اسے اور اسکے بھائی کو پھر دوبارہ بھیجا۔ لینڈر نے بہت سی باتوں کا پتہ لگا لیکن اسی کیساتھ اس نے جان بھی انھی جنگلی باشندوں کے ہاتھ قربان کردی۔

آئندہ صحبت میں ہم ایک بڑے بہادر شخص کا حال سنائینگے جسنے اس سلسلہ میں سب سے زیادہ کام کیا ہے۔

نظم

حُبِّ وطن

اے دل اے بندۂ وطن ہشیار
خوابِ غفلت سے ہو ذرا بیدار

او شرابِ خودی کے متوالے
گھر کی چوکھٹ کے چومنے والے

نام ہی کیا اسی کا حبِّ وطن
جس کی تجھ کو لگی ہوئی ہے لگن

یاد آتا ہے اپنا شہر کبھی
تو کبھی اہلِ شہر کی ہے لگی

نقش ہیں دل پہ کوچہ و بازار
پھرتے آنکھوں میں ہیں در و دیوار

کیا وطن کی یہی محبت ہے ؟
یہ بھی اُلفت میں کوئی اُلفت ہے ؟

اس میں انساں سے کم نہیں ہیں درند
اس سے خالی نہیں چرند و پرند

ٹکڑے ہوتے ہیں سنگ غربت میں
سوکھ جاتے ہیں روکھ فرقت میں

جا کے کابل سے یاں بہی و انار
ہو نہیں سکتے بارور زنہار

مچھلی جب چھوٹتی ہے پانی سے
ہات دھوتی ہے زندگانی سے

گھوڑے جب کھیت سے بچھڑتے ہیں
جان کے لالے انکے پڑتے ہیں

گائے یا بھینس اونٹ یا بکری
اپنے اپنے ٹھکانے خوش ہیں سبھی

کہئے حُبِّ وطن اسیکو اگر
ہم سے حیواں نہیں ہیں کچھ کمتر

گلِ عباس

میں ایک چھوٹے سے کالے کالے بیج میں رہتا تھا - یہی میرا گھر تھا - اس کی دیواریں خوب مضبوط تھیں اور مجھے اس کے اندر کسی کا ڈر نہ تھا - یہ دیواریں سردی سے بھی مجھے بچاتی تھیں گرمی سے بھی -

کچھ دن تو میں اِدھر اُدھر رہا - لیکن بعد کو کالی مٹی میں اپنے گھر کو دبا دیا کہ کوئی کہیں پھینک نہ دے اور میں کسی شریر لڑکے کے پاؤں تلے نہ آجاؤں - زمین کی مدھم گرمی مجھے بہت اچھی لگتی تھی اور میں نے یہ سوچا تھا کہ بس اب ہمیشہ مزہ سے یہیں رہوں گا - مگر میرے کان میں اکثر ایک میٹھی میٹھی سُریلی سی آواز آتی تھی - میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا کہ یہ آواز کدھر سے آتی تھی مگر سمجھتا ہوں کہ اوپر سے آتی تھی - یہ آواز مجھے کہا کرتی تھی کہ "اس گھر کی قید سے نکل - بڑھ - روشنی کی طرف چل - روشنی کی طرف چل" لیکن میں زمین میں اپنے گھر کے اندر ایسے مزے سے تھا کہ میں نے اس آواز کے کہے پر کان نہ دھرا اور جب اس نے بہت پیچھا کیا تو میں نے صاف کہدیا کہ "نہیں - میں یہیں رہوں گا - بڑھنے سے اور گھر سے نکلنے سے کیا فائدہ - یہیں چین سے سونے میں مزہ ہے - نہیں - میں تو یہیں رہوں گا"

یہ آواز چپ نہ ہوئی - ایک دن اس نے ایسے اچھے انداز سے مجھ سے کہا "کہ چلو - روشنی کی طرف چلو - روشنی کی طرف چلو" کہ میرے بدن میں پھریری سی اٹھی اور مجھ سے بھی نہ رہا گیا - اور میں نے سوچا کہ اس گھر کی دیواروں کو توڑ کر باہر نکل ہی آؤں - مگر دیواریں مضبوط تھیں اور میں کم زور - لیکن اب جب آواز مجھ سے کہتی تھی کہ بڑھو - چلو تو میں پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتا تھا اور مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میں بہت طاقتور ہو گیا ہوں - آخر کو ایک دن اللہ کا نام لے کر جو زور لگایا تو دیوار ٹوٹ گئی اور میں سر اکلا بن کر اس سے نکل آیا - اس دیوار کے بعد زمین تھی - مگر میں نے ہمت نہ ہاری اور اس کو بھی ہٹا یا - اُدھر نیچے اپنی جڑوں کو نیچے بھیجا کہ خوب مضبوطی سے جگہ پکڑ لیں - آخر کو ایک دن میں زمین کے اندر سے نکل ہی آیا اور بس دنیا کو دیکھا - کیسی اچھی اور خوبصورت جگہ ہے! کچھ دنوں بعد تو خوب اِدھر اُدھر پھیل گیا اور ایک دن اپنی کلی کا منہ جو کھولا تو سب لوگ کہنے لگے دیکھو یہ کیا خوبصورت لال لال گلِ عباس ہے - میں نے بھی جی میں سوچا کہ اس تنگ گھر کو چھوڑا اچھا ہی کیا - آخر بڑھنے اور نکلنے سے فائدہ ہی ہوا -

آس پاس اور بہت سے گل عباس تھے میں ان سے خوب باتیں کرتا اور ہنستا بولتا تھا - اس لئے میں ذرا نہ گھبرایا - بڑے مزے سے دن گزرے - دن بھر ہم سورج کی کرنوں سے کھیلا کرتے تھے اور رات کو چاندنی سے - ذرا آنکھ لگتی تو آسمان کے ستارے آ کر ہمیں چھیڑتے اور اٹھا دیتے -

افسوس یہ مزے زیادہ دن نہ رہے - ایک دن صبح ہمارے کان میں ایک سخت آواز آئی "گل عباس چاہئیے ہیں، گلِ عباس - اچھا - جتنے چاہو لے لو" ہماری سمجھ میں یہ بات کچھ نہ آئی - اور ہم حیرت ہی میں تھے کہ اس کا کیا مطلب ہے اور ارادہ کر رہے تھے کہ ذرا چل کر اپنے دوست ستاروں سے کہیں کہ دوڑو ہماری مدد کرو یہ کیا معاملہ ہے کہ اتنے میں کسی نے قینچی سے ہمیں ڈنٹھل سمیت کاٹ لیا اور ایک ٹوکری میں ڈال دیا -

اب یاد نہیں کہ اس ٹوکری میں کتنی دیر پڑے رہے - وہ تو خدا نے خیر کی کہ میں اوپر تھا - نہیں تو دم گھٹ کر مر جاتا - شاید میں سو گیا ہوگا کیونکہ جب اٹھا ہوں تو میں نے دیکھا کہ ۵، ۶ اور ساتھیوں کے ساتھ مجھے ایک خوبصورت سے تاگے سے باندھ کر کسی نے گلدستہ بنایا ہے - آس پاس نظر ڈالی تو نہ باغ کی روشیں تھیں نہ چڑیوں کا گانا - سڑک کے کنارے ایک چھوٹی سی میلی کچیلی دوکان تھی - ہزاروں آدمی اِدھر سے اُدھر جا رہے تھے - یکے گاڑیاں شور مچا رہی تھیں فقیر بھیک مانگ رہے تھے - اور کوئی ایک پیسہ نہ دیتا تھا - میرا جی ایسا گھبرایا کہ کیا کہوں - ستاروں کو ڈھونڈھتا تھا تو ان کا پتہ نہیں - چاند کو تلاش کرتا تھا تو وہ غائب -

سورج کی کرنیں بھی دوکان کی چھتری پر آکر رک گئی تھیں اور میں پکارتے پکارتے تھک گیا کہ مجھے جانتے ہو ساتھ روز کھیلتے تھے ذرا پاس آؤ اور بتاؤ کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ مگر وہ ایک نہ سنتے تھے۔

شام ہونے کو آئی تو ایک خوبصورت سی لڑکی دوکان کے پاس سے گزری۔ اور ہماری طرف دیکھا۔ پھولوں والے نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس زور سے جھٹکا دے کر اس لڑکی کے سامنے کیا کہ میری اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ پھولوں والے نے کہا "صاحبزادی۔ دیکھو کیسے خوبصورت گل عباس ہیں۔ ایک آنے میں گلدستہ ایک آنے میں" لڑکی نے اکنی دی اور ہمیں ہاتھ میں لے لیا اسکے ہاتھ ایسے نرم نرم تھے کہ ہمیں آکر ذرا جان میں جان آئی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد میں شاید بے ہوش گیا۔ اصل بات یہ تھی کہ پانی نہ ملا تھا اور پیاس بہت لگی تھی۔ لڑکی نے شیشہ کے ایک گلدان میں پانی بھر کر ہمیں پلایا۔ تو ذرا طبیعت ٹھیک ہوئی اور میں نے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ اب میں ایک صاف سے کمرہ میں تھا جس میں کئی سفید سفید بستر لگے ہوئے تھے۔ بستروں پر بہت سے بیمار پڑے تھے۔ ایک طرف سے ایک بیمار لڑکی کی آواز آئی "ڈاکٹر صاحب، کیا میں اچھی نہیں ہوں گی۔ کیا اب بھی چل پھر نہ سکوں گی" ڈاکٹر صاحب بولتے۔ کیا کبھی باغ میں کھیلنے نہ جا سکوں گی۔ اور کیا اب کبھی گل عباس دیکھنے کو نہ ملیں گے" یہ کہتے کہتے بچی کی ہچکی بندھ گئی۔ آنکھوں سے آنسو پونچھ کر اس نے تکیہ پر کروٹ لی تو اسے میں اور میرے ساتھی گلدان میں رکھے ہوئے دکھائی دیئے۔ لڑکی خوشی سے اچھل پڑی اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے تالیاں بجانے لگی۔ پاس جو دائی کھڑی تھی اس نے ہمیں اٹھا کر اس لڑکی کے ہاتھ میں دیدیا۔ اس پیاری بچی نے ہمیں چوما۔ اور اپنے سفید رخساروں سے ہمیں لگایا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کے سفید سفید رخساروں میں ہماری سرخی کی ذرا سی جھلک آگئی۔

اس وقت سمجھ میں آیا کہ اپنے بیج کا گھر چھوڑ کر روشنی کی طرف بڑھنے کی غرض یہی تھی کہ ایک دکھیاری بیمار بچی کو کم سے کم تھوڑی دیر کی خوشی ہم سے مل جائے۔

امیر اور غریب آدمی

پرانے زمانے کا ذکر ہے جب اکثر فرشتے خدا کے حکم سے زمین پر آکر لوگوں کے حالات معلوم کرتے تھے کہ ایک فرشتہ آدمی کا بھیس بدلے دن بھر کا تھکا ماندہ ایک شہر میں پہنچا۔ وہ چونکہ کہیں رات بسر کرنا چاہتا تھا اس لئے چلتا چلتا ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں قریب قریب دو مکان تھے۔ ایک مکان بہت خوبصورت، عالیشان اور وسیع تھا اور دوسرا معمولی سا ٹوٹا پھوٹا۔ پہلا مکان ایک امیر آدمی کا تھا اور دوسرا ایک غریب کا۔ فرشتہ نے امیر آدمی کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ امیر نے کھڑکی کھول کر سر سے پاؤں تک فرشتہ کو دیکھا اور چونکہ اس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اس نے اس سے کہا۔ میں تمھیں اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ میرے تمام کمرے گیہوں سے بھرے پڑے ہیں۔ میں تمھاری خاطر اناج کا ستیاناس نہیں کر سکتا۔

فرشتہ یہ سن کر وہاں سے لوٹا اور غریب آدمی کو باہر سے پکارا۔ غریب آدمی نے دروازہ کھولا اور کہا اندر تشریف لے آیئے اور چونکہ رات گذر گئی ہے اس لئے ہمارے ہی ہاں رات بسر کیجئے۔

فرشتہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اندر چلا گیا۔ غریب آدمی کی بیوی نے اس کا استقبال کیا اور اسے ایک چارپائی پر جگہ دی۔ اس کے بعد کچھ ابلے ہوئے آلو اور پیاز وغیرہ فرشتہ کو کھانے کو دی۔ فرشتہ نے کھانا کھا کر باتیں کرنا شروع کر دیں اور آخر کار چارپائی پر سو گیا۔ چونکہ غریب آدمی کے پاس صرف ایک ہی چارپائی تھی اس لئے انھوں نے زمین ہی پر رات بسر کی۔

فرشتہ جب صبح اٹھا اور چلنے کی تیاری کی تو اس نے اپنے میزبانوں سے کہا کہ اس مہمان نوازی کا میں بہت مشکور ہوں۔ تم کوئی تین خواہشیں میرے سامنے پیش کرو میں پوری کر دوں گا۔

غریب آدمی نے جواب دیا۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ

سے چین اور صحت و تندرستی سے اس دنیا میں رہیں۔ ہم ان دو خواہشوں کے سوا کون سی تیسری خواہش کرسکتے ہیں۔

فرشتہ نے کہا کیا تم اس ٹوٹے پھوٹے مکان کی بجائے مکان نہیں چاہتے۔

غریب آدمی بولا۔ اگر ایسا ہو جاتے تو اس سے اور کیا اچھی بات ہوسکتی ہو

فرشتہ نے اس پرانے مکان کو نیا بنا دیا اور دعائیں دے کر اپنی راہ لی۔ جب سورج خوب نکل آیا تو امیر آدمی اٹھا۔ اس نے کھڑکی سے دیکھا تو بہت حیران ہوا کہ پرانے مکان کی بجائے نیا مکان کھڑا ہے۔ اس نے اپنی بیوی کو بلایا اور کہا کل شام یہ مکان ٹوٹا پھوٹا تھا اور اب دیکھو کتنا خوبصورت ہوگیا ہے۔ جاؤ اور اس کی وجہ دریافت کرو۔

اس کی بیوی فوراً اس مکان میں پہنچی اور اس سے وجہ دریافت کی کہ یہ پرانا مکان نیا کس طرح ہوگیا۔ غریب آدمی نے گزشتہ رات کا پورا قصہ سنایا کہ کس طرح اس اجنبی نے ان کی تین خواہشیں پوری کیں۔ امیر آدمی کی بیوی بھاگتی ہوئی اپنے مکان میں آئی اور سارا ماجرا بیان کردیا۔ اس کے خاوند نے کہا، خدا مجھے تباہ کرے۔ وہ اجنبی پہلے یہاں آیا تھا لیکن میں نے اسے اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔

"جلدی کرو جلدی" اس کی بیوی نے کہا "ابھی وہ اجنبی راستہ ہی میں کہیں ہوگا اس سے کہنا کہ ہماری بھی تین خواہشیں پوری کردو۔"

امیر آدمی گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی ہی فرشتہ کو پا لیا۔ امیر آدمی نے نرم اور ملائم الفاظ میں اس سے خطاب کیا کہ اس وقت میں آپکو ڈھونڈنے گیا تھا اور میں جب واپس آیا تو آپ جاچکے تھے۔ اب ہماری بھی تین خواہشیں پوری کردیجئے۔

فرشتہ نے کہا لیکن ذرا سوچ سمجھ کر خواہش کرنا۔ بہتر تو یہی ہے کہ تم ان باتوں کو جانے ہی دو۔

امیر آدمی نے کہا نہیں آپ تین خواہشیں پوری کرہی دیجئے۔ فرشتہ نے جواب دیا "اچھا جاؤ اور تمہاری تین خواہشیں پوری ہو جائیں گی۔"

وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور سوچنے لگا کہ کون سی تین خواہشیں کرے گھوڑا آہستہ آہستہ چل رہا تھا لہٰذا اس کے خیالات میں یکسوئی پیدا نہیں ہوتی تھی۔ گرمی بھی سخت تھی اور باوجود امیر آدمی کے مارنے پر بھی گھوڑا آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ امیر آدمی کو بہت غصہ آیا اور کہا خدا کرے "تیری گردن ٹوٹ جائے"۔ یہ الفاظ ابھی اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ گھوڑے کی گردن ٹوٹ گئی۔

اب امیر آدمی بہت پریشان ہوا اس نے زین کو اپنے سر پر اٹھا لیا اور چلنے لگا۔

گرمی سخت تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ میں کیا خواہش کروں۔ اسے اپنی بیوی کا خیال آیا کہ وہ کس طرح مزہ سے سایہ میں بیٹھی ہوگی۔ اور مجھے دیکھو مر رہا ہوں کاش کہ زین اس کے سر پر ہوتی۔ ابھی یہ الفاظ کہہ ہی رہا تھا کہ اس کے سر پر سے زین غائب ہوگئی۔

جب وہ گھر پہنچا تو اس کی بیوی چیخ پکار کررہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی "کمبخت تو نے کیا کردیا"

امیر آدمی نے اس کو تسلی دی اور کہا اب میں بہت سے سونا چاندی کی خواہش کرتا ہوں۔ تم چپ رہو۔ لیکن بیوی نے کہا "پہلے مجھے تو اس عذاب سے رہائی دلواؤ" اب مجبوراً امیر آدمی کو تیسری خواہش کرنی پڑی کہ اس کی بیوی کے سر سے زین غائب ہو جائے۔

اس طرح اس کی تین خواہشیں پوری ہوئیں اور اس کو سوائے نقصان، رنج اور تکلیف کے کچھ نہیں ملا بلکہ الٹا گھوڑے کے نقصان کو اٹھانا پڑا۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ اپنی امیری کے غرور میں اس نے ایک اجنبی سے برا سلوک کیا تھا۔

"ایلیڈ" کا قصہ

"ایلیڈ" یونانی زبان میں اس مشہور نظم کا نام ہے جسے ہومر شاعر نے تقریباً ۳۰۰۰ برس پیشتر لکھا تھا یہ سنسکرت کی "مہا بھارت" یا فارسی کی "شاہنامہ" ہے۔ اس نظم میں اس جنگ عظیم کا ذکر ہے جو یونانیوں اور ٹرائے (ایشیائے کوچک کا علاقہ) کے بادشاہ میں ہوئی تھی جسکا قصہ مختصر طور پر ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

ٹرائے کے بادشاہ کا نام پرائم تھا اور ملکہ کا ہکیوبا۔ ان کے بہت سے لڑکے تھے لیکن ان میں سے دو بہت مشہور تھے۔ ہکٹر اپنی بہادری و شجاعت کے لئے اور پارس اپنے حسن وجمال کی وجہ سے۔ اتفاق سے پارس کو اسپارٹا (یونان میں ایک ریاست تھی) کے بادشاہ مینی لوس کے پاس سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ مینی لوس کی شادی ہیلن نامی ایک عورت سے ہوئی تھی جو یونان میں سب سے خوب صورت عورت سمجھی جاتی تھی۔ جب پارس اسپارٹا پہونچا تو اسوقت بادشاہ موجود نہ تھا۔ اس نے بدنیتی سے اس کی ملکہ ہیلن کو قید کرلیا اور اپنے ساتھ ٹرائے لے آیا۔ اس وقت ملک یونان ایک بادشاہ کے ماتحت نہ تھا بلکہ مختلف چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں منقسم تھا اسپارٹا کے بادشاہ نے جب یہ دیکھا کہ اس کی بیوی کو پارس بھگا لے گیا ہے تو اس نے تمام ریاستوں کے حکمرانوں کو دعوت دی اور ان سے درخواست کی کہ وہ ٹرائے والوں سے جنگ کریں اور اس کی بیوی کو قید سے چھڑانے میں اس کی مدد کریں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب مینی لوس اور ہیلن کی شادی ہوئی تھی تو یونان والوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اگر ضرورت ہوئی تو ہیلن کی حفاظت کے لئے ہر ممکن طریقہ سے مدد کریں گے۔

غرض اس جنگ کے لئے ہر طرح کی تیاریاں ہونے لگیں۔ کہیں فوجیں درست کی جانے لگیں، کہیں اسلحے اور سامان جنگ ٹھیک ہونے لگے کہیں کشتیوں پر بادبان لگنے شروع ہوئے۔ بڑے بڑے بہادر سپاہی اور نبرد آزما اس جنگ میں شریک ہوئے۔ ان میں سے خاص طور پر قابل ذکر یہ ہیں:۔ اچیلیز جو یونانیوں میں سب سے بہادر سمجھا جاتا تھا، یولیسس جو سب سے عقلمند مانا جاتا تھا، نسٹر جو سب سے زیادہ آزمودہ کار اور سن میں بڑا تھا۔ جب سب تیاریاں مکمل ہوگئیں تو یہ فوج گراں مینی لوس کے بھائی اگامنان کی ہمراہی میں ٹرائے کی جانب روانہ ہوئی اور ساحل پر پہونچتے ہی اس نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ دس سال تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ لڑائی پر لڑائی ہوئی، طرفین کے بہادر سے بہادر سپاہی اپنی قوت آزمائی کے لئے نکلے لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوا۔

اس حالت پر نو سال جب گزر گئے، تو اتفاق سے خود یونانیوں کے دو بڑے جنرل اگامنان اور اچیلیز میں ایک نہایت چھوٹے سے معاملہ پر باہم اختلاف ہوگیا۔ اور وہ یہ کہ اچیلیز کے پاس ایک غلام تھا جسے اگامنان نے لے لیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اچیلیز خفا ہوکر اپنے خیمہ میں چلا گیا اور جنگ میں حصہ لینا قطعی طور سے چھوڑ دیا۔ ٹرائے والوں کو جب اس کی خبر لگی کہ اچیلیز جنگ سے بالکل کنارہ کش ہوگیا تو پھر ان کی ہمت خوب کھلی اور انھوں نے یونانیوں کو دبانا شروع کیا۔ اچیلیز کے ایک عزیز ترین دوست پٹروکلس نے جب یہ حالت دیکھی تو اس سے نہ رہا گیا اور اس نے اچیلیز کا زرہ بکتر پہنکر ایک بار اور ٹرائے والوں پر حملہ کیا اور انھیں پیچھے شہر کے اندر ڈھکیل دیا لیکن وہ اسی کوشش میں جان سے مارا گیا۔

یونانیوں کے لئے یہ واقعہ بہت مبارک ثابت ہوا۔ اچیلیز نے جب دیکھا کہ اس کا محبوب دوست جان سے مارا گیا ہے تو وہ اس کے انتقام کے لئے ٹرائے والوں سے جنگ کرنے پر پھر آمادہ ہوگیا۔ نئی زرہ بکتر پہنکر وہ مقابلہ پر آیا اتفاق سے مقابلہ ہیکٹر سے پڑا جو اہل ٹرائے میں سب سے بہادر مانا جاتا تھا۔ دونوں بہادروں میں بڑے زور کی لڑائی ہوئی جس میں ہیکٹر شکست کھاکر گر گیا۔ اچیلیز اس کی لاش کو تمام شہر میں گھماتا پھرا اور بالآخر وہ اس کے باپ اور دوسرے عزیزوں کو سپرد کردی گئی جنھوں نے اس پر بہت نوحہ کیا۔

سلسلہ اُردو اکادمی

تاریخ الامت - مصنفہ حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری - تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ اُردو میں پہلی بار شائع ہو رہا ہے اسکے مطالعہ سے ہر شخص نہایت آسانی سے مسلمانوں کے تاریخی کارناموں سے واقف ہو سکتا ہے - جامعہ ملیہ اور صوبہ متوسط و برار کے محکمہ تعلیم نے اپنے مدارس کے لئے بھی پسند کیا ہے - ابتک چھ حصے شائع ہو چکے ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

۱- حصہ اول　سیرۃ الرسول ... ... عمہ
۲- ” دوم　خلافت راشدہ ... ... عما ر
۳- ” سوم　خلافت بنی امیہ ... ... عمہ
۴- ” چہارم　خلافت عباسیہ جلد اول ... ... عما ر
۵- ” پنجم　” ” دوم ... ... عما ر
۶- ” ششم　عباسیہ مصر ... ... عما ر

تاریخ الدولتین - اس کتاب میں خلافت بنی امیہ و بنی عباس کے حالات پر ایک ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے - مصر کے مشہور اہل علم جرجی زیدان کی تصنیف ہے جسے مولانا نیاز فتحپوری نے اُردو کا جامہ پہنایا ہے - قیمت ... ... عہ

مبادی معاشیات - یہ علم المعیشت پر ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف ہے جسکا ترجمہ پروفیسر ذاکر حسین خانصاحب نے نہایت سلیس اُردو میں کیا ہے یہ کتاب فن کے مبتدیوں کے لئے مفید ہے - ... ... عہ

تاریخ ہند قدیم - قدیم ہندوستان کی تاریخ کا ایک مختصر لیکن نہایت جامع خاکہ جسے مصنف نے کے - ایم - پانیکر صاحب ایم اے (آکسن) سے انگریزی میں لکھا کر اُردو میں ترجمہ کیا - ... ... عہ

ذکریٰ - تفسیر پارۂ عم - مصنفہ خواجہ صاحب فاروقی استاد تفسیر جامعہ سلسلہ تفسیر "الفرقان فی معارف القرآن" کسی تعارف کا محتاج نہیں - یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسمیں پارۂ عم کی تفسیر خواجہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں امت اسلام کیلئے پیش کی ہے - قیمت ... ... ے

عبرت - تفسیر سورۂ یوسف یہ سلسلہ تفاسیر کی ایک اہم جلد جسمیں احسن القصص یعنی سورۂ یوسف کی تفسیر نہایت خوبی کیساتھ بیان کیگئی ہے اور اس کے عبرت انگیز نتائج کو بہت موثر طریقہ پر پیش کیا گیا ہے - قیمت عہ مجلد ... عہ

برہان - سورہ نور کی مکمل اور مبسوط تفسیر نہایت پُرزور اور دلکش طرز تحریر - قیمت عہ مجلد ... عہ

قواعد عربی (حصہ اول) کتاب الصرف - اُردو میں عربی صرف کی تصنیف کتاب جسے ہندوستان کے مشہور عربی ادیب مولانا ابو عبد اللہ محمد بن یوسف السورتی استاد عربیات جامعہ نے نہایت تحقیق سے مرتب کیا ہے - قیمت عما ر

تاریخ فلسفہ اسلام - از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی (برلن) - ہالینڈ کے مشہور فلسفی اور مستشرق ٹ - ج - دی بوئر کی گرانقدر تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ - تاریخ فلسفہ اسلام پر اُردو میں یہ پہلی کتاب قابل قدر ہے - قیمت ... ... عما ر

عربوں کا تمدن - ڈاکٹر جوزف ہیل پروفیسر میونک یونیورسٹی کی مشہور و معروف تصنیف کا ترجمہ از سید نذیر نیازی صاحب بی اے (جامعہ) مترجم نے کتاب کی قدر نہایت مفید ضمیمہ لکھ کر اور بھی بڑھا دی ہے - جو تاریخ اسلام پر یوں بھی نہایت محققانہ اور بصیرت افروز مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے - قیمت ... ... عا ر

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی

پیامِ تعلیم

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۹ | رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا | پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

نرخنامہ چندہ | نرخنامہ اشتہارات

سالانہ عار | فی صفحہ للعہ

ششماہی عہ | نصف صفحہ صہ

فی پرچہ ا | چوتھائی صفحہ سے

ایڈیٹر :- سید انصاری بی اے (جامعہ)

جلد ۶	۷ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء	نمبر ۹

فہرست مضامین

دنیا میں کیا ہو رہا ہے

ہندوستان

اخبار "پایونیر" نے ملک معظم انگلستان کی صحت یابی پر ایک "اولے شکر کا فنڈ" کھولا ہے جس سے ہندوستان کے غربا و مساکین کی مدد کی جائے گی۔ اس فنڈ میں سب سے پہلی رقم الہ آباد کے ایک مسلمان ریلوے انسپکٹر نے بھیجی ہے اور وہ بھی ایک عجیب طریقہ پر۔ ۲۵ر فروری کو جب اخبار مذکور کا دفتر کھلا تو چار چھوٹے چھوٹے بچے باہر کھڑے ہوئے ملے جن کی جیبوں میں آٹھ آنے سے لیکر ایک آنے تک پیسے تھے۔ اس وقت تک اس سرمایہ کی مجموعی رقم ۴ ہزار سے اوپر ہوگئی ہے۔

ہندوستان کے مشہور پہلوان **گاما** نے ایک اور زبردست کشتی ماری ہے۔ ابکی بار یہ مقابلہ یورپ کے ایک سب سے نامی گرامی پہلوان جس **زبسکو** سے ہوا تھا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ گزشتہ سال وہ یورپ کے ایک اور زبردست پہلوان زبیسکو سے بھی کشتی جیت چکا ہے جو ۱۰ سکنڈ میں ختم ہوگئی تھی۔ اس کشتی کے مارنے میں بھی اسے کچھ بہت دیر نہیں لگی اور جب گاما نے اپنے حریف کو چت کرلیا تو وہ کوئی نصف منٹ تک اس کے سینہ پر بیٹھا رہا۔ مہاراجہ پٹیالہ نے اسے ایک چاندی کا گرز اور کئی ہزار روپے بطور انعام کے دیے ہیں۔

اسمبلی کے صدر **مسٹر پٹیل** کی دعوت پر ۱۹ر فروری کو لارڈ ارون ویسرائے ہند اور ہندوستان کے بعض سربرآوردہ لیڈروں میں سیاسی مسائل پر ایک گفتگو ہوئی۔ ہندوستانی لیڈروں میں مہاتما گاندھی، پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت مالویہ، اور مسٹر محمد علی جناح خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ گفتگو کی تفصیل اخبارات میں نہیں آئی ہے لیکن اس قدر یقینی طور پر معلوم ہوا ہے کہ اس گفتگو کا کوئی خاص نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ ابھی دنوں مہاتما گاندھی اور مسٹر جناح میں بھی بہت کچھ گفت و شنید رہی تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے لیکن وہ بھی بے نتیجہ رہی۔

ممالک غیر

افغانستان میں جنگ کے آثار روز بروز قوی ہوتے جارہے ہیں ۲۰ر فروری کو انگریزی سفارتخانہ وہاں سے کلی طور پر منتقل ہوگیا ہے۔ امیر امان اللہ خاں کا ارادہ ہے کہ رمضان گزرنے پر اگر موقع ہوا تو اس سے پیشتر ہی کابل پر حملہ کردیں۔ جنرل نادر خاں جو ایک نہایت باا ثر شخصیت رکھتے ہیں، ہندوستان سے ہوتے ہوئے افغانستان پہنچے ہیں۔ انکا ارادہ ہے کہ اپنے وطن کی خدمت کریں اور وہ اس طرح پر کہ امیر امان اللہ خاں کو پھر دوبارہ افغانستان کے تخت پر لائیں۔

چین اور جاپان میں ایک عرصہ سے جو چشمک چلی آتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ چین نے جاپان کے مال کا بائیکاٹ کرنا شروع کردیا ہے اور ابھی اس تحریک کو ایک سال سے کم ہی کا عرصہ گزرا ہے کہ ۶ سو ٹن کپڑا بندرگاہ میں پڑا سڑ رہا ہے اور ایک بڑی مقدار اور بھی بھیجی جانے کے لئے تیار رکھی ہے۔

کاش ہندوستان کے لوگ اس سے سبق حاصل کرتے اور مہاتما گاندھی جی عنقریب بدیشی کپڑوں کے بائیکاٹ کی جو تحریک شروع کرنے والے ہیں، اس میں یہ لوگ پورے جوش خروش سے کام کرتے!

امیر امان اللہ خاں نے ابھی حال میں ایک تقریر کی ہے جس میں انھوں نے وہ تمام واقعات بیان کئے ہیں جو انکے تخت سے علیحدہ ہونیکے باعث ہوئے۔ پہلا انھوں نے فرمایا کہ ملائے شور بازار (جو افغانستان کے ایک نہایت باا ثر پیر ہیں) میرے پاس آئے اور مجھ سے قرآن ہاتھ میں لیکر درخواست کی کہ اسوقت آپکا اپنے بھائی عنایت اللہ خاں کے حق میں تخت سے دست بردار ہو جانا ہی آپکے لئے بہتر ہے۔ میں علیحدہ ہوگیا تو یہی اُسنے عنایت اللہ خاں کے ساتھ بھی کیا۔ اور اب وہ بچہ سقہ کی حمایت میں بڑے جوش و خروش سے سرگرم ہے۔

ہمارے بدنصیب ملک کی سب سے بڑی بدنصیبی

ہندوستان کی جہالت اور اسکے اسباب

ہندوستان یوں کہنے کو تو ایک ملک ہے لیکن درحقیقت وہ بہت سے ملکوں کا ایک ملک ہے اور جتنا ہی بڑا یہ ملک ہے، اتنی ہی بڑی اسکی مشکلات اور دشواریاں بھی ہیں۔ اس بدنصیب ملک کی ایک سب سے بڑی مشکل اس کے بسنے والوں کی جہالت اور ان کا ان پڑھ ہونا ہے۔

ہزاروں، لاکھوں کیا بلکہ کروروں انسان اس دیس کے ایسے ہیں جنھوں نے کبھی کتاب کی صورت نہیں دیکھی ہے اور نہ کبھی قلم ہاتھ میں پکڑا ہے۔ اسکول کالج یا یونیورسٹی کا نام ان کے کانوں میں آج تک نہیں پڑا۔ سوا سو ڈیڑھ سو برس سے جب سے انگریزی حکومت یہاں قایم ہوئی ہے اس وقت سے لیکر اس ملک میں جتنے باشندوں نے لکھنا پڑھنا سیکھا ہے وہ سو میں سے مشکل سات مرد اور عورت نکلیں گے یعنی اس ملک کے ہر سو آدمیوں میں ۹۳ آدمی جاہل اور ان پڑھ ہیں اور جو الف بے سے بھی واقف نہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح اس بات کو اچھے طور پر ظاہر کیا جائے۔ فرض کرو کہ یہ پورا چوکورستون ہندوستان کی پوری آبادی ہے۔ اب اس میں جتنا حصہ سیاہ ہے۔ اس کو بس یہ سمجھو کہ ہندوستان کی جہالت اور بے تعلیمی کی تاریکی ہے جو چھائی ہوئی ہے۔ یہاں کے برطانوی علاقے کی کل آبادی تقریباً ۲۵ کروڑ ہے جس میں کوئی ۲۳ کرور بالکل ان پڑھ اور جاہل ہیں اور مشکل ۲ کرور لکھے پڑھے لوگ ہیں۔ اب اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس بدنصیب دیس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ تو درکنار معمولی پڑھے لکھے لوگوں کا کس درجہ قحط ہے۔

لیکن اس قحط کی تدابیر سوچنے سے قبل آیئے ہم ذرا اسکے اسباب پر بھی غور کرلیں اور دیکھیں کہ وہ کیا باتیں ہیں جن کی وجہ سے اس ملک پر جہالت اور بے تعلیمی کی ایسی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہے جو کسی طرح چھٹتی نظر نہیں آتی۔ سب سے بڑی رکاوٹ تو اس راہ میں یہاں کے لوگوں کی پرانی باتوں سے انس و محبت اور نئی چیزوں سے گریز اور نفرت ہے۔ مغلیہ سلطنت مٹنے کے بعد جب انگریزی راج قایم ہوا تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس سے یہاں کے معاشرتی نظام میں کوئی بہت بڑا فرق، تغیر اور انقلاب بھی ہوا ہوگا۔ اتنا تو آپ میں سے ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہاں کی اکثر آبادی دیہاتوں کی رہنے والی ہے اور صرف تھوڑے سے لوگ ہیں جو کل شہروں میں ملاکر رہتے ہیں۔ یعنی ہر دس آدمی میں سے نو آدمی گاؤں میں رہتا ہے اور صرف ایک شہر کا باشندہ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ یقین کیجئے کہ سلطنت کے بدل جانے اور پھر اسکول، کالج اور بعض بڑے بڑے شہروں میں یونیورسٹیوں کے قایم ہونے سے بھی ان گاؤوں کے رہنے والوں پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا، بلکہ ان تعلیمگاہوں سے جو لوگ مستفیض ہوئے وہ وہی ایک شہر کے باشندے ہوئے یا وہ دیہات کے زمینداروں اور کاشتکاروں کی کچھ اولادیں جنھوں نے گاؤوں کو چھوڑ کر شہر ہی کو اپنا مسکن اور مرکز بنا لیا۔ ان ہزارہا اور لکھوکھا دیہاتوں کے اندر جدید تعلیم کی اس روشنی کی کوئی کرن نہیں پہنچی اور وہ اپنے اسی طرح ہل بیل اور علتے وعلیل میں مست رہے جس طرح وہ ابتک قدیم زمانہ سے رہتے چلے آتے تھے۔ ایک شہر اور دیہات میں اتنا فصل اور بعد ہوتا ہے اور پھر اس نئی روشنی کی تعلیم میں دیہات والوں کیلئے اپنی قدامت پسندی کے سبب کوئی کشش اور لبھاؤ بھی نہیں، جس سے یہ ممکن ہوتا کہ اگر انکے اپنے گاؤں میں تعلیم کے کوئیں نہیں کھودے گئے تو یہ علم کے پیاسے شہروں ہی کے پنگھٹ اور انداروں پر اپنی پیاس بجھانے

چلے آتے۔ باوجود انگریزی حکومت کی اس برکت کے کہ ہندوستان میں ریلوں کا جال بچھ گیا ہے، اب بھی ہزاروں اور لاکھوں دیہات ملیں گے جہاں ریل کی سیٹی لوگوں کے کانوں تک نہیں پہونچی اور ریلوے لائنیں میلوں کے فاصلہ سے ان کے گاؤں سے گزر جاتی ہیں۔

گزشتہ سو سوا سو سال کی مدت میں اگرچہ ریلوے لائنیں ہندوستان میں ۵ ہزار میل سے ترقی کرکے ۴۰ ہزار تک پہنچ گئی ہیں اور جیسا کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اتنے میل ریلیں سارے یورپ میں بھی نہیں ہیں لیکن باوجود اس کے کتنے گاؤں ایسے ہیں جن سے قریب سے قریب ترین ریلوے اسٹیشن کا فاصلہ ۲۵، ۳۰ میل سے بھی زیادہ ہے اور آج بھی بالعموم جب کسی گاؤں سے ہوکر ریل گزرتی ہے تو گاؤں والے اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر اس شوق اور حیرت سے اس دھوئیں کی گاڑی کو دیکھتے ہیں، گویا ان کے پڑوس سے وہ پہلی بار گزر رہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس وسیع خطہ ارضی میں جس کا نام ہندوستان ہے، موجودہ ذرائع آمد و رفت نہ اس قدر کافی اور نہ اس قدر ارزاں ہیں جن سے دور کے مقامات کی درس گاہوں سے دیہات والے فائدہ اٹھا سکیں۔

دوسری سب سے بڑی دقت رسم و رواج کی پابندی ہے۔ ہندوستان کی آبادی میں ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جس کے سایہ سے ہندو جاتی کے لوگ دور بھاگتے ہیں اور اسے "اچھوت" کے نفرت آمیز لقب سے یاد کرتے ہیں ان کی مجموعی تعداد کم و بیش ہندو آبادی کی ۱/۳ یعنی کوئی ۶ کرور کے قریب ہے۔ جنوبی ہند میں تو ان کے لئے مندر اور کنوئیں پر قدم رکھنا تو درکنار بعض شاہراہ عام پر چلنے کی بھی ممانعت ہے، پھر بھلا ان کے لئے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ کسی ایسی درس گاہ سے انھیں فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے گا جس میں ہندوؤں کی دوسری ذاتوں کے بچے بھی تعلیم پاتے ہیں۔ اس طرح ایک بڑی تعداد چھوت چھات کی اس مذہبی رسم نہیں بلکہ حقیقت میں غیر مذہبی رسم کی وجہ سے تعلیم سے محروم رہتی ہے۔

ایک اور بڑی وجہ یہاں کا عام افلاس ہے۔ نصف سے زائد آبادی ایسی ہے جو صرف ایک وقت کے کھانے پر بسر کرتی ہے اور ایسی تعداد تو بہت کم ہے جسے شکم سیر نہایت فراغت و اطمینان کے ساتھ روٹی میسر آتی ہو۔ پیٹ بھرنے کی طرح بعینہ یہی حال تن ڈھکنے کا بھی ہے۔ موسم کی ضرورت کے مطابق کپڑے کا میسر آنا اور اس پر خوش پوشاکی کا لحاظ ہونا، ایسے تو بہت کم ہیں جنھیں دونوں باتیں نصیب ہوتی ہوں پھر قدرت کی ایسی دو ضرورتوں میں یہ تنگی اور عدم گنجایش کے ہوتے ہوئے ان غریبوں سے یہ توقع بھلا کب ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی بہتر سے بہتر تعلیم کا بھی خیال رکھیں گے۔ نہ صرف یہی کہ وہ بچے کے تعلیمی مصارف کی کفالت نہیں کر سکتے بلکہ خود بچہ بھی ابھی اپنے پورے بلوغ اور رشد کو نہیں پہونچا کہ اسے اپنے والدین کی خدمت اور بسا اوقات خود اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریات کے واسطے چار پیسے کمانے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔

یہ ہیں چند اہم اسباب جو ہندوستان کی عام جہالت اور بے تعلیمی کے سب سے بڑے موجب ہیں۔ آیندہ نمبر میں ہم یہ دکھانے کی کوشش کریں گے کہ یہ وجوہ کیونکر دور ہوسکتے ہیں اور ان کے دور کرنے کی کوششیں اب تک کہاں تک کی گئی ہیں اور وہ کس حد تک کامیاب یا ناکامیاب رہی ہیں۔

تعلیمی دنیا

رفتار تعلیم

لائل پور (پنجاب) میں غیر سرکاری مدارس کی ایک کانفرنس بتاریخ ۲۴ فروری سنہ ۲۹ء منعقد ہوئی جس میں سردار اجل سنگھ ممبر پنجاب کونسل نے اپنے خطبہ صدارت میں ان اعتراضات کا نہایت تفصیل سے جواب دیا جو غیر سرکاری تعلیم پر اکثر کئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ گورنمنٹ باوجود کوشش کے اب تک ملک میں تعلیم کو بہت کم پھیلا سکی ہے اور ملکی تعلیم کا ایک بہت بڑا بار اب بھی غیر سرکاری تعلیم گاہوں ہی کے ذمہ ہے۔ فرقہ وارانہ جذبات غیر سرکاری مدارس کے طلباء میں دینی تعلیم دیئے جانے کی وجہ سے نہیں پیدا ہوتے ہیں بلکہ ان سرکاری مدارس کے پڑھنے والوں میں ہوتے ہیں جنھیں سرے سے اپنے مذھب کی صحیح واقفیت ہی نہیں ہوتی۔

"طلباء سیلون کی انجمن" مقیم انگلستان نے ایک رزولیوشن کے ذریعہ یہ شکایت کی ہے کہ یہاں کی یونیورسٹیوں میں کالے رنگ کے طلباء کا داخلہ بڑی مشکل سے ہوتا ہے اور ہر سال سینکڑوں طالبعلم واپس کردیئے جاتے ہیں، اس وقت کوئی ۱۸ سو طلباء انگلستان کی مختلف تعلیمگاہوں میں تعلیم پارہے ہیں، اس پر بھی اگر عدم گنجایش کے سبب انکار کردیا جائے تو کیا بیجا ہے لیکن اصل سوال یہ ہے کہ لوگ اس کثرت سے ولایت جاتے ہی کیوں ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہاں کے سرکاری اور غیر سرکاری دونوں حلقوں میں ولایت کے پاس شدہ طلباء کی زیادہ قدر ہوتی ہے اگر ہندوستانی یونیورسٹیوں کے گریجوئیوں کی بھی وہی قدر ہو جو ولایت کے پاس شدہ کی تو پھر یہ دقت ہی نہ رہے۔ اصل معیار قابلیت ہونی چاہیئے نہ کہ سند۔

سر لی سی رے نے "انجمن امداد باہمی" کی ایک کانفرنس میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یورپ کے دوسرے ملکوں کی طرح ان انجمنوں سے ہندوستان میں تعلیم پھیلانے کا ایک بہت مفید کام لیا جاسکتا ہے اور وہ اس طرح کہ لوگ اسکے منافع ایک محفوظ سرمایہ کی صورت میں جمع کریں اور اس کی آمدنی کو تعلیمی کام میں لائیں۔

کوائف جامعہ

دہلی میونسپلٹی نے جامعہ ملیہ کے مدرسہ شاخ واقع بارہ ٹوٹی کے لیے ۲۴سو سالانہ کی ایک گرانٹ ایک عرصہ کے جھگڑے کے بعد منظور کی ہے جو ابھی ابھی مل گئی ہے۔ اس گرانٹ کی منظوری میں میونسپلٹی کے دوسرے مسلمان ممبروں کے علاوہ میر محمد حسین صاحب میونسپل کمشنر کی کوشش کو سب سے زیادہ دخل ہے جن کے ارکان جامعہ خاص طور سے ممنون ہیں۔ امید ہے کہ میر صاحب اور دوسرے بہی خواہ حضرات اسی طرح جامعہ کے کاموں میں وقتاً فوقتاً امداد پہونچاتے رہیں گے۔

---

۴ مارچ کو شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب مہاتما گاندھی جی کے ہمراہ رنگون تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کا ارادہ ہے کہ جامعہ ملیہ سے ملحق جو ہائی اسکول وہاں ہے اس کا ایک بار پورے طور سے معائنہ کرائیں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی خیال ہے کہ وہاں مہاتما جی آپ کو جامعہ کے بعض ہمدردوں سے ملائیں گے جو ممکن ہے کہ جامعہ کی مدد کریں۔ آپ مارچ کے آخری ہفتہ میں لوٹیں گے۔

گزشتہ جمعہ سے "انجمن اتحاد" کے ماتحت مولانا اسلم صاحب جیراجپوری نے "حقائق قرآن" کے عنوان سے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جو ہر جمعہ کو ہوا کریگا پہلا لکچر تکوین عالم اور انسان و شیطان کی تخلیق پر نہایت سلجھے ہوئے خیالات پر مشتمل تھا جنھیں حاضرین نے نہایت شوق اور دلچسپی سے سنا۔

---

۲۵ فروری کو جامعہ کے ایک رکن خواجہ حافظ فیاض احمد صاحب پانی پتی نے اپنے نئے مکان کی تعمیر ختم ہونے پر ایک تقریب منعقد کی جس میں آپنے کاریگران راج و مزدوران کو کپڑے اور روپے دینے کے علاوہ جامعہ کو بھی سو روپیہ کی ایک رقم عنایت فرمائی لیکن سب سے زیادہ قابل قدر وہ جذبات و خیالات ہیں جو آپنے باچشم گریاں جامعہ اور شیخ الجامعہ کیساتھ اپنی محبت اور تعلق کا اظہار کرتے ہوئے ظاہر فرمائے۔

مذہب

اچھی باتیں

(سلسلہ ۲۱ر جنوری)

۲۱ - برے لوگوں کی صحبت سے بچو، ورنہ تم بھی برے ہو جاؤ گے -

۲۲ - کسی بات پر غرور نہ کرو، ورنہ تمہاری ترقی رُک جائے گی - اور لوگ تم سے نفرت کریں گے -

۲۳ - خوشامد اور چاپلوسی بہت ذلیل عادتیں ہیں ان سے بچو خوشامدی آدمی کبھی وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا لیکن کسی کی سچے دل سے خدمت کرنا یا شکریہ ادا کرنا خوشامد نہیں ہے -

۲۴ - وقت کی قدر کرو کیونکہ یہ بڑی بیش قیمت چیز ہے کھوئی ہوئی دولت ملسکتی ہے، گئی ہوئی صحت حاصل ہو سکتی ہے لیکن گزرا ہوا وقت کبھی ہاتھ نہیں آسکتا -

۲۵ - ہر کام کے لئے ضرورت کے موافق اوقات مقرر کر لو اور اس پر سختی کے ساتھ عمل کیا کرو وقت کی پابندی تمام کاموں کو آسان بنا دیتی ہے -

۲۶ - آرام طلبی - کاہلی اور سستی سے بچو - یہ عادتیں آدمی کو کم زور اور ناکارہ بنا دیتی ہیں اور آنے والی مسرتوں کا خون کر دیتی ہیں -

۲۷ - اگر محتاجی سے بچنا چاہو تو سوال کرنا اپنے اوپر حرام کر لو - اگر تم کبھی کسی سے کوئی چیز نہ مانگو گے تو تمہارے پاس کبھی کسی چیز کی کمی نہ ہوگی -

۲۸ - وعدہ ایک طرح کا قرض ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے - جھوٹا وعدہ کرنا یا وعدہ کر کے بھول جانا بدترین عیب ہے جو کسی شریف انسان میں نہ ہونا چاہئیے -

۲۹ - مدرسہ میں ہمیشہ صاف کپڑے پہنکر جاؤ اگر ممکن ہو تو مدرسہ کے کپڑے الگ رکھو -

۳۰ - اوقات مدرسہ میں یا راستہ اور گلی میں کچھ کھانا سخت عیب ہے پنسل یا قلم کو منہ میں رکھنا بھی بہت برا ہے اور صحت کے لئے مضر ہے -

۳۱ - ناک ہاتھ سے نہ صاف کیا کرو، اور نہ آستین یا دامن سے پونچھو - یہ گندے اور بدتمیز لڑکوں کی عادت ہے -

۳۲ - زور سے کھنکھارنا یا قہقہ لگا کر ہنسنا سخت بے ادبی ہے -

۳۳ - بڑوں کا ادب و احترام کرو اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آؤ -

۳۴ - اپنے استادوں اور بزرگوں کو ادب کے ساتھ سلام کیا کرو اور برابر والوں سے بھی سلام میں سبقت کرو - شریف گھر کے لڑکوں کا یہی دستور ہے

۳۵ - اگر کوئی شخص کچھ لکھ یا پڑھ رہا ہو تو اس کی عبارت کی طرف نہ دیکھو، ایسا کرنا سخت بد تہذیبی ہے -

۳۶ - استادوں کا ہر وقت اور ہر جگہ ادب و لحاظ رکھو خواہ مدرسہ میں ہوں یا باہر -

۳۷ - اگر اساتذہ تم کو سزا دیں تو سر تسلیم خم کر دو کوئی اعتراض نہ کرو اور اپنے حق میں اسے مفید سمجھو - جس طرح کوئی ڈاکٹر یا حکیم اپنے کسی مریض کو کڑوی دوا دشمنی سے نہیں دیتا اسی طرح کوئی استاد بھی اپنے شاگرد کو دشمنی سے سزا نہیں دیتا -

۳۸ - اپنے ہم سبق لڑکوں اور ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر اور دوستانہ طریق سے رہو اور ان کو اپنا بھائی سمجھو -

۳۹ - جب کوئی بات سوچو یا کہو، یا کرو تو ہمیشہ یہ خیال رکھو کہ تمہارے اوپر خدا ہے جو سب کچھ دیکھتا سنتا اور جانتا ہے -

۴۰ - مدرسہ یا دارالاقامہ کے قوانین کی پوری پابندی کرو - یہ تمہارے فائدے کے لئے بنائے گئے ہیں - اس سے آئندہ چل کر تم ایک اچھے شہری بنو گے -

---

ﮯ یہ باتیں جامعہ کے چھوٹے بچوں کے دارالاقامہ "خاکسار منزل" سے حاصل کی گئی ہیں جو وہاں کے نگراں صاحبان نے ان کے لئے مرتب کی ہیں -

(ایڈیٹر)

سائنس

کرۂ ہوائی میں سفر

انسان کے دل میں یہ خیال قدیم زمانہ سے ہے کہ اس کائنات کی تمام اشیا اس کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور وہ سب پر حاکم کی حیثیت سے ہے لیکن اس کو بہت افسوس ہوتا تھا کہ پرندے جو بہت ہی حقیر مخلوق ہیں وہ ہوا میں اڑیں اور انسان جن کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے وہ زمین پر چلیں پھریں۔ انسان نے زمین پر اپنا پہلے قبضہ کر لیا تھا۔ اور پھر اس نے بعد جہاز بنا کر پانی پر بھی قبضہ کر لیا اب اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ ہوا کو اپنا مطیع بنائے۔ زمانہ قدیم میں اس نے بہت کوششیں کیں لیکن سب ناکام رہیں۔ ایک بادشاہ نے تو یہاں تک کر لیا تھا کہ اپنے تخت کے ساتھ نہایت مضبوط پرندے لگائے۔ اور جب ان کو ڈرایا تو وہ تخت کو لیکر اڑے لیکن اس کے بعد جو حشر ہوا ہوگا اسکا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد بعض لوگوں نے دیکھا کہ جب چیزیں جلتی ہیں تو ان میں سے ایک ایسی گیس پیدا ہوتی ہے کہ جو ہلکی ہلکی چیزوں کو اپنے ساتھ اوپر کو اڑا لیجاتی ہے ان کو یہ ابھی تک علم نہیں تھا کہ یہ کسی خاص گیس کی وجہ سے ہوتا ہے بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ صرف گرمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے تجربہ کے لئے کاغذ کے یا کپڑے کے غبارے بنائے اور اس میں چراغ جلا کر رکھدیا جس سے اس غبارہ کے اندر کی ہوا گرم ہو کر ہلکی ہوئی اور وہ غبارہ اوپر اٹھنا شروع ہوا۔ اور ابھی تک اسکا رواج جاری ہے جو اکثر شادیوں میں ہم دیکھتے ہیں لیکن غبارہ میں بہت سی دقتیں تھیں یا تو بعض اوقات ہوا کے زور سے کپڑے یا کاغذ میں آگ لگجاتی یا چراغ تیل کی کمی کی وجہ سے گل ہو جاتا یا اور کسی وجہ سے یہ غبارہ اتنی بلندی پر سے یکبارگی نیچے آجاتا تھا اس قسم کے غبارہ میں کسی نے سفر کرنے کی کوشش نہیں کی اس کے بعد جب ہائڈروجن گیس دریافت کی گئی اور یہ بھی معلوم کر لیا گیا کہ وہ معمولی ہوا سے ۱۴ گنا ہلکی ہوتی ہے تو بعض لوگوں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر اس گیس کو غبارہ میں بھر دیا جائے تو انسان اس میں بیٹھکر با آسانی سفر کر سکتا ہے بعض لوگوں نے ایسا کیا اور ان میں سے اکثر کامیاب ہوئے۔

لیکن اس میں بھی بہت سی دقتیں تھیں کیونکہ ہائڈروجن گیس ایک جلنے والی گیس ہے جس سے اکثر ایسا ہوا کہ غبارہ میں آگ لگ گئی اور اس سے نقصان ہوا۔ دوسرے یہ کہ ہائڈروجن گیس کے ذریعہ غبارہ جوں جوں اوپر جاتا تھا ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا تھا اور اندر کی ہوا کا دباؤ زیادہ ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے غبارہ پھٹ جاتا تھا۔ اس دباؤ کو کم کرنے کے لئے لوگوں نے یہ کیا کہ اس میں ہائڈروجن کا جز نکالنا شروع کر دیا لیکن اس سے بھی یہ نقصان ہوا کہ غبارہ میں اڑنے کی طاقت کم ہونے لگی۔ لوگوں نے اسکا علاج یہ سوچا کہ ریت کی بوریاں اپنے ساتھ رکھ لیں اور جتنی ہائڈروجن نکالتے اتنی ہی بوریاں نیچے گرا دیتے تھے۔ لیکن سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ وہ غبارہ کو جس طرف موڑنا چاہتے تھے اس طرف وہ نہیں مڑتا تھا بلکہ اس کا رخ ہمیشہ ایک ہی سمت میں رہتا تھا۔ اس دشواری کو انھوں نے اس طرح حل کیا کہ غبارہ کے ساتھ ایک موٹر لگائی جسکو (Propeller) کہتے ہیں اس موٹر کے زور سے وہ غبارے کو جسطرف لیجانا چاہتے تھے، آسانی سے لیجا سکتے تھے پھر بھی اس کے علاوہ بہت سے نقص تھے جو ترقی میں حائل تھے اور اوپر بیان کی ہوئی دشواریاں بھی ابھی اچھی طرح حل نہیں ہوئیں تھیں جس سے لوگونکو اطمینان ہوتا۔ کچھ عرصہ بعد اسی اصول کی بنا پر ایک فوجی افسر کاونٹ زپین نامی نے ایک ہوائی جہاز بنایا اور اسے اپنے ہی نام سے موسوم کیا اس نے سب سے پہلے ایک غبارہ سگریٹ کی شکل کا بنایا اور اس میں کئی خانے ہائڈروجن گیس کے لئے رکھے تاکہ اگر ایک خانہ میں کسی وجہ سے سوراخ ہو جائے تو سارا جہاز یکبارگی زمین پر نہ آجائے اس کے نیچے اس نے بیٹھنے کی جگہ بنائی۔ اور اس کے نیچے ایک چھوٹی موٹر لگائی۔ یہ موجودہ ہوائی جہاز کی ابتدا ہے۔ اس کے بعد ہم بتائیں گے کہ کس طرح انسان نے اس فن میں رفتہ رفتہ ترقی کی اور آج یہ کہاں تک پہنچا ہے۔

تاریخ

ہربرٹ کلارک ہوور

(امریکہ کا ایک زاہد خشک صدر)

جمہوریت ماورائے بحر اٹلانٹک نئی دنیا کا ایک مردم خیز خطہ ہے جہاں کی سوسائٹی نے واشنگٹن جیسے جنرل و مدبر۔ ابراہیم لنکن جیسے حامی بنی نوع انسان۔ فرانکلن جیسے سائنس داں۔ ووڈرو ولسن جیسے صلح کن مفتخر و معتدر ہستیوں کو اپنی آغوش میں پرورش دی۔ اس زمرہ میں ہربرٹ ہوور جدید جمہوریت ریاستہائے متحدہ امریکہ کا بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔

ہربرٹ ہوور ماہ اگست ۱۸۷۴ء میں ریاست آیووہ میں پیدا ہوا تھا اس کا خاندان مشہور امریکن فرقہ کوئیکر سے تعلق رکھتا ہے جس کی ایثار نفسی اور ہمدردی بنی نوع انسان ضرب المثل ہے۔ اس کا باپ گاؤں کا ایک لوہار تھا۔

اس کے بچپن کے حالات ہندوستان کے کسی انگریزی یا اردو اخبار میں مفصل نہیں دیئے گئے۔ بہر حال ایک آہنگر زادہ کی زندگی بھی کیا! صبح سے شام تک آہنگری کے ماحول میں زندگی بسر کرنا۔ نہ تعلیم نہ تربیت۔ ہاں ایک سبق جفاکشی کا جو اس کی آیندہ زندگی میں کام آنے والا تھا، اس نے ضرور حاصل کیا ہوگا۔ ہربرٹ صرف چھ سال کا تھا کہ اس کو یتیمی کا سامنا کرنا پڑا۔ اب بجز بیوہ ماں کے کوئی مونس و مددگار نہ رہا۔ لوہاری کا کام کون چلاتا۔ تین بچے وہ بھی کم عمر۔ اس غریب ماں نے اجرت پر کپڑے سی کر خاندان کی پرورش کی۔ مگر یہ شفقت مادری بھی زیادہ عرصہ تک قایم نہ رہی۔

ہوور کوئی نو برس کا ہوگا کہ اس کی ماں بھی اس سے ہمیشہ کیواسطے جدا ہوگئی۔ اس وقت مولانا حالی کا ایک جملہ یاد آتا ہے۔

"یتیمی اور بے پدری اگرچہ اکثر صورتوں میں آوارگی اور بربادی کا سبب ہوتی ہیں۔ لیکن بسا اوقات ایسی مجبوری اور بے بسی کی حالت میں غربت مند اور جفاکش لڑکوں کے حق میں ترقی اور رشد کا باعث ہوجاتی ہیں"

(حیات سعدی رحمۃ)

اس حادثہ کے بعد یتیم و بیسیر ہوور اپنے ماموں کے ساتھ رہا۔ کس حیثیت سے؟ اس کے گھوڑے کو ملتا دلتا۔ گھر کا سودا سلف لاتا۔ اور اس صلہ میں اس کو کھانا کپڑا ملتا اسکا ایک اسکول میں نام لکھا دیا گیا تھا مثل مشہور ہے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" پے در پے حوادث زمانہ کی وجہ سے شاید ہوور کو اس بات کا احساس ہوا ہوگا کہ اس کی آیندہ زندگی کی کامیابی استقلال اور جفاکشی پر مبنی ہے۔ ماموں کے یہاں دوران قیام میں باوجود مجبوری وبیکسی کے اس نے اپنی تعلیمی استعداد بڑھائی۔ ۱۸۹۱ء میں اسٹین فورڈ یونیورسٹی (ریاست کیلیفورنیا) میں داخل ہوا نہ تو ہوور کے پاس اتنا روپیہ تھا کہ یونیورسٹی کے اخراجات اٹھا سکتا اور نہ اسکا ماموں اس کی نئی زندگی کے اخراجات کا کفیل ہو سکتا تھا۔ بہر حال ہوور کو کوئی نہ کوئی صورت اپنے شوق کو پورا کرنے کی نکالنی تھی۔ وہ صورت یہ تھی کہ خالی اوقات میں وہ ایک کارخانہ پارچہ شوئی کی منیجری کرتا۔ اور صبح کو اخبار فروخت کرتا اس کے پروفیسر نے اس کی ہمت جفاکشی اور دلی شوق کی یوں داد دی کہ اس کو کلرکی کا کام سپرد کر دیا۔

آہنگر زادہ قدرتاً و فطرتاً کس شعبہ تعلیم سے دلچسپی لے سکتا تھا؟۔ اس کے اوائل عمر کے ماحول نے اس کو معدنیات کی طرف مائل کیا۔ چنانچہ یونیورسٹی میں اس کا خاص مضمون "معدنیات" تھا۔ چار سال کی تعلیم کے بعد اس نے ۱۸۹۵ء میں ماہر معدنیات کی سند حاصل کی۔ بعد تکمیل تعلیم وہ مغربی ریاستہائے امریکہ میں انجنیر کی خدمات انجام دیتا رہا۔ ۱۸۹۷ء میں وہ اسٹریلیا قسمت آزمائی کی غرض سے روانہ ہوا۔ دو سال گزرے ہوں گے کہ مشہور چینی لی ہنگ چنگ نے ہوور کو ۲۵ ہزار روپیہ ماہوار مشاہرہ پر سلطنت چین کے محکمہ معدنیات کا ڈائرکٹر جنرل مقرر کر دیا۔ اور اس کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے نیوں کے ملک کی زیر زمین مدفون دولت کی تحقیقات کرے۔ اور ان کے

حاصل کرنے کے ذریعے عمل میں لائے - شورش بوکسر کے زمانہ میں اس نے تین تین کی مدافعت میں حصہ لیا - خواہ شورشں کی وجہ سے یا کوئی اور وجہ ہو وہ ڈائرکیٹری کے عہدے سے دست بردار ہوگیا - اور ایک انگریزی فرم سے کاروبار شروع کردیا - ۱۹۰۱ء میں وہ اپنے وطن گیا اور وہاں سے آکر لندن کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا - اس کا دائرۂ عمل دنیا کے دونوں کروں میں تھا - اس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ، انگلستان، میکسیکو، روس، ہندوستان، اور چین میں متعدد حرفتی کارخانے قایم کئے - آج وہ ہی بے یار و مددگار رائیو والا ہوور صدر جمہوریت امریکہ ہے -

سیاسی خدمات

ہوور کے سیاسی کارنامے ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ سے شروع ہوتے ہیں - وہ دوران جنگ میں بلجیم گیا - اور وہاں بلجیم ریلیف کمیشن کو منظم کرکے جرمن صفوں کے عقب میں رہ کر بلجین باشندوں کی خوراک رسانی کا سلسلہ اس خوبی کے ساتھ قایم کیا کہ ریاستہائے متحدہ کی جنگ میں داخلہ کے بعد بھی وہ اس کمیشن کا چیرمین رہا - گو ایسی صورت میں کسی اور غیر جانب دار ملک کے افسر کو یہ کام اپنے تحت میں لینا چاہیئے تھا - اس کے بعد وہ انجمن تحفظ قومی کے ریاستہائے متحدہ کے کمیشن خوراک کا چیرمین مقرر ہوا - اور بہت جلد متحدہ امریکہ کا منتظم رسد رساں مقرر کر دیا گیا - اس کے علاوہ امریکن اور اتحادیوں کے محکمہ بہم رسانی خوراک کا چیرمین رہا - اور دونوں کاموں کو نہایت خوش اسلوبی سے تا تکمیل صلحنامہ ستمبر ۱۹۱۹ء انجام دیتا رہا - ۱۹۲۱ء کے موسم خزاں میں اس نے ملک روس میں امدادی کام شروع کیا - مگر اس شرط پر کہ حکومت روس امریکن قیدیوں کو رہا کر دے ۱۹۲۰ء میں اس نے مسٹر ہارڈنگ کے مقابلہ میں عہدہ صدر کے واسطے بہت کچھ جد و جہد کی مگر سیاسی شاطروں کے ساتھ سے اس کو بری طرح شکست ہوئی - گو اس کی خدمات سابقہ کے صلے میں مسٹر ہارڈنگ نے بعد اپنی کامیابی کے مسٹر ہوور کو تجارت کا قلمدان وزارت سپرد کیا - مسٹر کولیج نے بھی جو ۱۹۲۴ء میں بعد انتقال مسٹر ہارڈنگ صدر منتخب ہوئے مسٹر ہوور کو اسی عہدہ پر برقرار رکھا چال کے ۱۹۲۸ء کے انتخابات میں مسٹر ہوور کے رقیب مسٹر ال اسمتھ تھے جو اتنے بھی لائق و فائق نہیں جتنا کہ مسٹر ہوور - مگر کامیابی کا سہرا مسٹر ہوور کے سر رہا -

مسٹر ہوور شراب کے قطعی خلاف ہیں اور ان کی کوشش یہ ہے کہ امریکن سوسائٹی سے اس کا صحیح معنوں میں انسداد کر دیا جائے

---

۴۵ چھوڑ دیا تھا لیکن نظریں دونوں کی لگی رہتیں اور دونوں قوموں میں ایک عرصہ تک برابر چشمک رہی، انجام کار انگریزوں کو کامیابی ہوئی اور وہ جائز یا ناجائز طریقہ پر ملک مصر کے مالک کل بن گئے -

لیکن افریقہ صرف ملک مصر ہی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تو اسکا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے - اس براعظم کا تمام وسطی اور جنوبی حصہ کیونکر دریافت ہوا اور اسپر کن کن قوموں کا قبضہ ہوا ہے افریقہ کے دریافت ہونیکا ذکر اور اس کے دریافت کرنیوالوں کے حالات مختصر ہم گزشتہ دو نمبروں میں لکھ چکے ہیں - اب ہم صرف یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان حصوں پر کن کن ملکوں کا قبضہ ہے - غلاموں کی تجارت ہاتھی دانت اور ربر کی پیداوار ایسی چیزیں تھیں جن سے باہر کی قوموں کو یہاں انکا لالچ پیدا ہوا اور انھیں چیزوں کی وجہ سے اس ایک ملک پر مختلف رنگوں اور نمونوں کے بیسیوں جھنڈے نظر آتے ہیں -

سب سے پہلے ملک مصر کو جس پر آج کل مصری جھنڈا مع ہلال اور تاروں کے لہراتا ہے، طرابلس پر اطالوی جھنڈا ہے - تونس اور الجزائر فرانسیسی علم کے ماتحت ہے - مراکش کا اپنا جھنڈا ہے جو ایک کافی وسیع خطہ پر لہرا رہا ہے - اسی سے آگے جبل طارق آتا ہے جہاں برطانوی پھریرا سمندر کی ہوائیں لے رہا ہے "صحرائے اعظم" کے مغربی ساحل کی ایک تنگ پٹی پر اسپینی علم نصب ہے اور اس کے آس پاس یورپ کی دوسری قوموں کے مقبوضات ہیں - اس سے جنوب میں کانگو کا وسیع علاقہ آتا ہے جو بلجیم جیسی چھوٹی سی حکومت کے ماتحت ہے - پھر جرمنی کا مشرقی افریقہ کا علاقہ پڑتا ہے اور اس کے بعد پرتگالیوں کا انگولا کا حصہ آتا ہے - جرمنی کا ایک اور علاقہ جنوب و مغربی افریقہ کے نام سے بھی موسوم ہے - اس طرح غرض اور بھی بہت سے چھوٹے بڑے علاقے ہیں جو یورپ کی انھی قوموں کے ماتحت ہیں اور جن پر انھی میں سے کسی نہ کسی کا پھریرا لہرا رہا ہے -

جغرافیہ

افریقہ پر دوسری قوموں کا قبضہ

افریقہ کا ملک ایک بہت بڑا ملک ہے اور رقبہ میں یورپ کے تین گنے کے برابر ہے۔ اس کے رقبہ کا ½ حصہ دنیا کے سب سے بڑے ریتیلے میدان سے ڈھکا ہوا ہے جسے "صحرائے اعظم" کہتے ہیں، بڑے بڑے دریا اس ملک میں ہزاروں میل کے راستے طے کر کے سمندر میں گرتے ہیں۔ اس ملک کا آفتاب لاکھوں سیاہ فام اور کالی رنگت کے انسانوں، ہزاروں عربوں اور اہل یورپ کی بڑھتی ہوئی ایک کثیر آبادی پر چمکتا ہے۔ طرح طرح اور رنگ بہ رنگ کے چرند و پرند جو آج دنیا کے اکثر بڑے بڑے عجائب خانوں کی زیب و زینت ہیں، وہ سب اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ ہاتھی اس ملک کا سب سے اہم اور مفید جانور ہے جس کے دانتوں کی بدولت اس ملک پر کتنی قوموں کے دانت عرصہ تک لگے رہے۔ یہاں نہایت گھنے جنگل بھی ہیں جن میں دن رات کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ انھی جنگلوں میں ربر کے درخت بھی ہیں جو یورپین قوموں کی وابستگی اور تعلق کا باعث بھی رہے ہیں۔ ان چیزوں کے علاوہ یہاں کے انسان بھی دنیا کی بعض دوسری قوموں کے لئے حرص و آز کا موجب رہے ہیں اور ایک عرصہ تک عرب تاجر حبش اور دیگر حصص سے غلام پکڑ پکڑ کر دنیا کے دوسرے حصوں میں لیجا کر بیچا کرتے تھے۔ غرض یہاں کے ہاتھی دانت، ربر اور غلام ان تین چیزوں نے اس ملک کی قسمت کے پھیر بدل میں بہت حصہ لیا ہے۔

افریقہ کا نقشہ جیسا اس وقت نظر آرہا ہے، ویسا پہلے نہیں تھا۔ پہلے صرف شمالی حصہ معلوم تھا جو مشرق میں نہر سوئز کی طرف ایشیا سے ملا ہوا تھا اور مغرب میں جبل طارق کے ذریعہ یورپ سے۔ اس جغرافیائی تعلق کی وجہ سے بڑی بڑی قومیں بڑے بڑے فاتحین ایک ملک سے دوسرے ملک میں آتے جاتے رہے اور ملک مصر اور صحرائے اعظم کی شمالی پٹی ان کی شاہراہ تھی۔

ساتویں صدی عیسوی میں اس ملک مصر پر ایرانیوں کا قبضہ ہوا لیکن دس ہی سال کے بعد ان کو اپنا قبضہ اٹھانا پڑا۔ اس زمانہ میں یہاں عیسائی مذہب کے لوگ رہتے تھے جن پر طرح طرح کی سختیاں اور ظلم ہوتے تھے۔ اس کے بعد اس ملک پر خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کا حملہ ہوا اور وہ بے تکان تمام شمالی علاقہ فتح کرتے گئے۔ ان کے زمانہ میں یہاں کے قبطی عیسائیوں کو ایسا امن و آرام ملا کہ اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔ بارہویں صدی عیسوی میں صلاح الدین ایوبی کا زمانہ آیا۔ ان کے عہد میں ملک کی بہت ترقی ہوئی۔ شہر قاہرہ جو ملک مصر کا دارالسلطنت ہے، فصیلوں سے محفوظ کر دیا گیا۔ دریائے نیل کے سالانہ سیلاب کو روک کر اس کے پانی کو مناسب طور سے استعمال کئے جانے کا انتظام کیا گیا۔ پھر اس کے بعد مملوکوں کی حکومت قائم ہوئی جنھوں نے متعدد عمدہ اور خوبصورت عمارتیں بنوائیں۔ سولہویں صدی میں ترکوں نے ملک مصر پر اپنا قبضہ جمایا اور ایک عرصہ تک اس پر حکومت کرتے رہے۔ ان کے زمانہ میں ملک مصر بہت کچھ غریب ہو گیا اس لئے کہ اب تک مصر کا سب سے مشہور بندرگاہ اور بڑا تجارتی مرکز اسکندریہ تھا، ترکوں کے زمانہ میں یہ حیثیت قسطنطنیہ کو حاصل رہی جس کی وجہ سے مصر کی تمام دولت کھنچکر ترکی میں چلی گئی۔

مشکل سے دو سو برس گزرے ہوں گے کہ فرانس میں ایک عظیم الشان انقلاب شروع ہوا اور فرانسیسی افواج کا سالار اعظم نپولین ہندوستان میں اپنے حریف انگریزوں کو شکست دینے کے لئے ملک مصر پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھنے لگا۔ چنانچہ اس نے مصر پر چڑھائی کر دی لیکن انگریزی جنرل نلسن کے ہاتھوں اسے دریائے نیل پر ایسی شکست ہوئی کہ اسے مجبوراً مصر چھوڑنا ہی پڑا۔ انگریزوں نے بھی اسوقت ملک مصر پر قبضہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور مصر اس کے بعد سے محمد علی پاشا نامی ایک مشہور حکمراں کے قبضہ میں رہا جس نے یہاں کے لوگوں پر بڑی مصیبتیں ڈھائیں۔ دریائے نیل کی جنگ میں اگرچہ مصر کو فرانسیسیوں اور انگریزوں دونوں نے

(بقیہ صفحہ ۶۹ پر)

قصۂ کہانی

وانگ شو

جس زمانہ میں ملک چین میں شہنشاہ ٹائی اعظم حکمراں تھا اسوقت وہاں ایک مشہور حکیم وانگ شو، رہتا تھا۔ گرمیوں کے دن تھے اور اس موسم میں آسمان بالکل صاف تھا سورج بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس وسیع مملکت کو دن بھر گرم اور روشن بنائے رکھتا تھا۔ ٹھیک اسی موسم میں یہ مشہور عطار ایک پہاڑی پر ایک خاص جڑی کی تلاش میں علی الصباح روانہ ہوا۔ اس پہاڑی کے کنارے ایک عمدہ چشمہ تھا جو جگہ اور آس پاس کی خوبی کے اعتبار سے جنت کی نہر کے مشابہ تھا۔ اس چشمہ کے ایک جانب سبزہ سے لدی ہوئی ایک پہاڑی تھی اور دوسری جانب گویا سبز قالین کا فرش بچھا ہوا تھا۔ یہ مقام اپنی شادابی میں بے نظیر تھا۔ یہاں پر اس سبزہ زار میں ہزاروں قسم کی قیمتی اور نایاب جڑی بوٹیاں تھیں اور عطار کا خیال تھا کہ جس جڑی کی اسے ضرورت ہے وہ بھی یہیں پر ضرور ملے گی۔

چنانچہ وانگ شو اس جڑی کی تلاش میں سرگرداں چشمہ کے کنارے کنارے دور تک نکل گیا۔ گھاس میں جڑی ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کی آنکھیں تھک گئیں اور زمین پر جھکے جھکے پھرتے اس کی کمر دکھ گئی اور اس حالت میں گھنٹوں گذر گئے۔ اب صبح سے دوپہر ہو چکا تھا۔ آفتاب اپنی پوری بلندی پر تھا۔ ایک تو تکان، دوسرے بھوک پھر یہ تمازت آفتاب۔ غریب وانگ شو چور چور ہو کر اب آرام کی تلاش کے لئے مجبور ہوا۔

ایک گھنے املی کے درخت کے نیچے جو نہایت سایہ دار اور آرام دہ مقام نظر آ رہا تھا، وہ بیٹھ گیا۔ درخت سے دو تین قدم پر ایک آبشار تھا۔ پہاڑی پر پانی کا کوئی نامعلوم سوتہ تھا جس میں سے یہ شفاف پانی ایک دھیمی اور سریلی آواز کے ساتھ چشمہ میں گر رہا تھا وانگ شو نے پہلے تو اپنے ناشتہ دان کو کھولا اور منہ ہاتھ دھو کر دال بھات کو نہایت لطف اور مزے سے کھایا۔ ایک تو بھوک دوسرے یہ فرحت افزا مقام۔ اس کھانے میں اسے عجیب ہی لذت ملی۔ آبشار کا یہ قدرتی نغمہ بھلا بینڈوں کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ بجلی کے پنکھے اس کوہسار کے خوشگوار اور ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں کی کیا ہمسری کر سکتے ہیں۔ مصنوعی فواروں میں بھلا یہ بات کہاں جو پانی کے اس بہنے اور گرنے میں تھی۔ غرض یہ کہ وانگ شو ان خدا داد نعمتوں کو دیکھکر بے ساختہ سجدۂ شکر کے لئے زمین پر گر پڑا۔

اس سے جب وہ فارغ ہوا تو اس خیال سے کہ ذرا کچھ دیر آرام کر لوں وہ وہیں اس ہرے مخملی فرش پر لیٹ رہا۔ پانچ چھ گھنٹے کی محنت اور مشقت کے بعد چین ملا تھا۔ لیٹے لیٹے اسے نیند آنے لگی آنکھیں جھپکنے لگیں۔ نگاہ چشمہ کی طرف تھی اور آنکھیں نیم وا۔ دیکھتے دیکھتے اچانک چشمہ کے پانی پر اس کی ٹکٹکی بندھ گئی دیکھتا کیا ہے کہ ایک سیاہ فام لڑکا ایک چھوٹی سی چٹان کے گرد کھڑا نیچے کی جانب کسی چیز کو بغور دیکھ رہا ہے۔

اس لڑکے کا قد کوئی ہاتھ بھر کا ہوگا۔ رنگ نہایت نیلگوں تھا البتہ چہرہ اور ہاتھوں کا رنگ کچھ ہلکا تھا۔ لباس بھی نیلگوں ہی تھا۔ آنکھیں ہیرے کیطرح چمک رہی تھیں اور ہر نگاہ میں طرح طرح کے رنگ بدلتی تھیں۔ کچھ دیر تو یہ لڑکا اسی طرح نیچے کی جانب غور سے دیکھتا رہا پھر غائب ہو گیا۔ اس کے غائب ہونے پر وانگ شو کو خیال ہوا کہ ممکن ہے میں خواب دیکھ رہا ہوں یا میری آنکھوں نے دھوکا کھایا ہو۔ یہ سوچکر اس نے اپنی آنکھوں کو ملا اور پھر چشمہ کی طرف نگاہ ڈالی لیکن اس نے اسے پھر بدستور اسی جگہ موجود پایا۔ ابکی بار وہ ایک سرخ مچھلی کی پشت پر سوار نظر آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک چابک بھی تھا تین دفعہ پہلے تو اس مچھلی نے چشمہ پر

اور مچھلیوں کے ساتھ چکر لگائے اس کے بعد پھر اوپر کو اٹھنے لگی۔ لیکن مچھلی کی کسی جنبش اور حرکت سے کسی قسم کا شور یا آواز نہ پیدا ہوئی۔ جو سناٹے کا عالم قایم تھا وہ بدستور رہا۔ لڑکے کے بائیں ہاتھ میں ایک لگام کی ڈور تھی جو مچھلی کے منہ میں بالکل اسی طرح لگی ہوئی تھی جیسی تم گھوڑوں کے لگی ہوئی دیکھتے ہو۔ اس لگام کے اشارہ پر یہ مچھلی ادہر ادہر مڑتی تھی۔ غرض یہ کہ یہ مچھلی بلند ہوتے ہوتے درخت سے بھی اونچی ہو گئی۔ جب لڑکے کے جسم پر سورج کی کرنیں پڑتیں تو وہ ہیرے کی طرح دمکتا اور مچھلی کا ہر چھلکا آگ کے انگاروں کی طرح دہکنے لگتا۔ جب یہ لڑکا املی سے اونچا ہو گیا تو وانگ شو کو تعجب کے ساتھ کچھ خوف اور دہشت بھی معلوم ہونے لگی۔ اور اس ڈر سے کہ کہیں اسے کوئی نقصان نہ پہونچے وہ ایک جھاڑی میں جو املی کے تناور درخت سے ملحق تھی جا چھپا۔ اور یہاں سے وہ اس نیلگوں لڑکے اور سرخ مچھلی کے تعجب خیز نظارے کو دیکھتا رہا۔

اس نے دیکھا کہ نیلگوں لڑکا اپنی دھن میں سرخ مچھلی پر ہوا میں بلند ہوتا جا رہا ہے اور اب وہ اسقدر چھوٹا نظر آنے لگا ہے جتنی کہ ایک مکھی۔ اس نے دیکھا کہ نیلگوں لڑکے نے اپنی مچھلی کو مشرق کی جانب موڑ دیا اور اس رخ پر بلند ہوتے ہوتے ایک بادل سے لگ گیا اور پھر اسی میں غائب ہو گیا۔

لڑکے اور مچھلی کے غائب ہو جانے پر اس کا خوف کچھ کم ہوا اور وہ جھاڑی سے نکلکر پھر اپنی مطلوبہ جڑی کی تلاش میں مصروف ہو گیا۔ اب کی بار وانگ شو بجائے چشمہ کے کنارے سبزہ زار میں تلاش کرنے کے پہاڑی پر چڑھ گیا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے پہاڑی کی چوٹی تک پہنچ گیا لیکن جڑی نہ ملنی تھی نہ ملی اسی تگ و دو میں پہاڑی کی چوٹی کے ایک جانب ایک کنوئیں پر جا نکلا جو اس چشمہ کا اصل سرچشمہ تھا۔ یہاں کھڑے ہو کر اس نے ادہر ادہر نگاہ دوڑائی تو اس کو پھر وہی نیلگوں لڑکا سرخ مچھلی پر سوار نظر آیا۔ لیکن ابکے اس نے ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ زرد اور سیاہ رنگ کے بادلوں کے چھپر چشمہ کے اوپر چھائے ہوئے ہیں۔ اور مشرق کی جانب بڑے زور شور سے آندھی اور پانی کا ایک طوفان آ رہا ہے۔ ساتھ ہی بجلی بھی چمکتی جا رہی ہے اور سرخ مچھلی کی پشت پر بجائے اس نیلگوں لڑکے کے ایک مہیب جن سوار ہے، جو رفتہ رفتہ جسم اور قد میں بڑھتا جا رہا ہے۔ اس خوف ناک نظارہ کے ساتھ اس نے دیکھا کہ تمام فضا پر تاریکی چھا رہی ہے اور رفتہ رفتہ سناٹا ہیبت ناک ہوتا جا رہا ہے۔ وانگ شو اس حالت کو دیکھکر بہت ہی خوف زدہ ہوا۔ یہ ماجرا اس کی سمجھ ہی میں نہ آیا تھا اور جوں جوں وحشت خیز اور خوف ناک نظارے بڑھتے جا رہے تھے ویسے ویسے اس کے قوی دل کی دھڑکن اور اضطراب بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ اور جب بجلی کی چمک سے اس نے سیاہ بادل کی تاریکی میں سرخ ماہی سوار کو دیکھا تو اس کے خوف اور ہراس میں اور بھی اضافہ ہوا کیونکہ یہ نیلگوں لڑکا حقیقت میں مشہور بادشاہ جن کایو وا نامی تھا۔ جو اپنے سفید سفید آرے جیسے دانت نکالے لال لال خوف ناک انگاروں جیسی آنکھیں دکھائے اور سرخ خونی زبان نکالے غصہ سے سرخ اس غریب وانگ شو پر اپنے عتاب کا اظہار کر رہا تھا۔

وانگ شو نے اپنے دل میں کہا کہ ہائے افسوس اب جان کی خیر نہیں! میں نے اس کم بخت کایو وا کو نیلگوں لڑکے کی شکل میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کا انتقام وہ ضرور لے گا۔ افسوس صد افسوس! آج میری موت مجھے یہاں لے آئی اور اب میں اس بیکسی اور لاچاری کی حالت میں اس موذی دیو کے ہاتھوں نذر اجل ہو جاؤں گا . . . ."

وانگ شو انہی یاس انگیز اور الم افزا خیالات کے تلاطم میں گرفتار تھا کہ یکایک اس کی ہمت اور جرأت نے اس کی ڈھارس بندھائی۔ عقل نے راستہ دکھایا۔ اور وہ نہایت پھرتی سے ایک پرانے درخت کے تنے میں جو کھوکھلا ہو رہا تھا، گھسکر چھپ رہا۔

اس کے لئے حقیقت میں اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ دشمن اس سے بدرجہا قوی تھا اور اس سے مقابلہ کرنا ایک فعل عبث تھا بجز اس کے کہ کسی طرح پر اپنے آپ کو اس سے بچائے اس کے لئے کوئی مفر ہی نہ تھا۔ اس نے سوچا کہ یوں بے دست و پا بنکر جان دیدینا انسان کا شیوہ نہیں۔ اپنی جان بچانا اور اپنے آپ کو بلا اور مصیبت سے محفوظ رکھنے کی تدبیر کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ انہی خیالات

نے اسے جرأت دلائی اور وہ اس طرح اس بلا سے چھپ گیا۔

کانوواچین کے جتنے دیو تھے ان سب کا سردار تھا اور اس کا حکم تمام دیووں پر جاری تھا۔ یہ مختلف صورتوں اور مختلف شکلوں میں سبزہ زاروں، کوہساروں اور ویرانوں کی سیریں کیا کرتا تھا اور اگر کسی انسان کی نظر اس پر پڑ جاتی تو اس پر غصہ و عتاب کا اظہار کرتا اور اپنے منہ سے شعلے پھینک پھینک کر اسے جلا ڈالتا۔ اس طرح خدا معلوم کتنی بستیاں جل کر خاک ہو چکی تھیں۔ اور اگر کانووا ایسا نہ کرتا تو انسان کی نظر خود اس کے لئے قاتل تھی انسانی نظر کا انتقام نہ لینے کی صورت میں خود اس کو اپنی موت کا خطرہ تھا۔

جب وانگ شو درخت کی جڑ میں گھسکر بیٹھ گیا اور اس طرح کانووا کی نظروں اور اس کے شعلوں اور باد و باران کے طوفان سے محفوظ ہو گیا تو اس نے اطمینان کا ایک سانس کھینچا اور اس کو اب اس بات کی خوشی ہونے لگی کہ اس طرح اگر کانووا اپنے انتقام میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس کی موت یقینی ہے اور اس طرح تمام بنی نوع انسان اس مصیبت سے نجات پا جائے گی۔

خدا بندہ کی نیت دیکھتا ہے۔ وانگ شو کو اپنے بھائیوں کا درد تھا اور خیال۔ وہ صرف اپنی ہی جان نہیں بچا رہا تھا بلکہ اپنے ابنائے وطن کے اس بڑے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے دور کر رہا تھا۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے اس کو اس طریقہ پر نجات دیدی۔

طوفان آیا اور بہت ہی زوروں کا۔ مینہ بھی برسا۔ اس کے شور سے تمام کوہسار گونج اٹھا۔ چشمہ ابل پڑا۔ بجلیاں چمکیں۔ گھٹائیں جھوم جھوم کر چھائیں۔ کانووا کے منہ سے آگ کے شعلے نکلے۔ لیکن بالآخر ایک تھوڑے عرصہ کے بعد طوفان بھی رک گیا۔ بارش بھی تھم گئی تاریکی سے فضا صاف ہو گئی۔ چشمہ بھی اپنی اصلی حالت پر آگیا اور کانووا کی تلاش خود جلکر راکھ ہو گئی۔

جب وانگ شو کو طوفان و بارش کی صدا نہ سنائی دی تو اس نے جھانک کر پہلے اپنا اطمینان کیا اور پھر خدا کا شکر ادا کرتا ہوا درخت کی کھوہ سے باہر نکلا۔ جلدی جلدی پہاڑی سے اترا اور اس جگہ جہاں اس منحوس صورت نیلگوں لڑکے کو دیکھا تھا جب پہنچا تو چشمہ کے کنارے جہاں سے یہ سرخ ماہی سوار بچہ برآمد ہوا تھا، راکھ کا ڈھیر پایا اور اس راکھ پر ایک بوٹی اگی ہوئی دیکھی۔ نہایت احتیاط اور مسرت کے ساتھ وانگ شو نے اس جڑی کو اکھاڑ لیا اور اگرچہ اسے اپنی مطلوبہ جڑی کی دستیابی میں ناکامی رہی تھی لیکن وہ محض کانووا کی موت پر خوش خوش اور اس بوٹی ہی پر قانع ہو کر گھر واپس آیا۔

شام کو اس نے اپنی برادری میں اور اپنے ابنائے وطن کو کانووا کی موت کی خوشخبری اور اپنی مہم کی داستان سنائی۔ سب نے اس کی بہت ہی تعریف کی اور اس کی ہمت و جوانمردی کی داد دی۔

شدہ شدہ شہنشاہ کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ بادشاہ کی ایک ہی اکلوتی لڑکی تھی جو اسے بہت محبوب تھی اور وہی اس کے بعد تخت و تاج کی حقیقی وارث تھی۔ لیکن یہ لڑکی اکثر بیمار رہا کرتی تھی اور اسے آسیب کا دخل تھا۔ شاہی اطبا سب جواب دے چکے تھے۔ اور خود شاہنشاہ بھی اپنی لڑکی کی شفایابی سے مایوس ہو چکا تھا۔ حالانکہ شاہنشاہ اس کے علاج کے معاوضہ کے لئے یہ اعلان کر چکا تھا کہ جو کوئی اسے اچھا کر دے گا اس کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی اور وہی اس کے بعد پھر تخت و تاج کا بھی مالک ہو گا۔

شاہی طبیبوں نے تجویز کیا تھا کہ جبتک کانووا کی موت واقع نہ ہوگی اور اس کی راکھ کی بوٹی سے معجون بنا کر اسے استعمال نہ کرائی جائیگی اسوقت تک یہ آسیب دور نہ ہو گا۔

اب جو شاہنشاہ کو اسکی اطلاع ملی تو فوراً وانگ شو کو طلب کیا جب وانگ شو اس کے پاس آیا تو وہ بڑی خاطر و مدارات سے اسکے ساتھ پیش آیا۔ پہلے تو سارا ماجرا وانگ شو کی مہم کا اسکی زبانی سنا اور پھر اپنی لڑکی کے علاج کیلئے کہا۔ وانگ شو نے شاہزادی کے لئے اسی بوٹی کی معجون تیار کر دی جس کے استعمال سے وہ تین روز میں شفایاب ہو گئی۔ حسب وعدہ پھر شاہنشاہ نے وانگ شو سے اپنی شاہزادی کا بیاہ کر دیا اور اس طرح وانگ شو عطا سے ولی عہد حکومت اور حق دار تخت و تاج ہو گیا۔

انعامی معمّہ

دائیں سے بائیں:-

۱- ایک سیال چیز-
۲- ایک پھل-
۵- ایک رشتہ دار-
۷- ایک پرند-
۹- مریض کی تسلی کیلئے کھانے کی ایک چیز-
۱۱- مذہبی کتاب-
۱۲- ایک اناج کی قسم-
۱۳- ایک مجرم-
۱۸- کنکر کی ایک قسم-
۱۹- ایک کھیل-
۲۱- بیماری-
۲۲- اُردو زبان کا ایک شعبہ
۲۳- صیغۂ امر-

اُوپر سے نیچے:-

۱- گناہ
۳- ایک ہندسہ-
۴- کھانے کی ایک چیز-
۶- ایک پھل-
۸- ایک پرند-
۱۰- ایک پرند-
۱۴- ایک نہبی چیز-
۱۵- عمارت تعمیل کرنے کا ایک مسالہ-
۱۶- ایک قوم-
۲۰- دیوانہ-
۲۱- کو-
۲۴- ایک نقطہ-
۲۵- صیغۂ امر-

ہدایات

(۱) اس معمّہ کا حل تاریخ اشاعت سے پندرہ روز کے اندر آنا چاہیئے-
(۲) ہر ایک حل کے ساتھ ایک آنے کا ٹکٹ ملفوف ہو-
(۳) ایک سے زائد حل کا فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی ہوگا-
(۴) اول انعام میں تین روپیے کی ایک عمدہ کتاب دی جائے گی تمام حل حسب ذیل پتہ پر آنا چاہیئے-

محمد اسمٰعیل معرفت حاجی محبوب بخش حاجی محمد رفیع الدین ہوزایری مرچنٹ صدر بازار دھلی

مُفید کُتب

دکن میں اُردو

مؤلفہ مولوی محمد نصیر الدین ہاشمی صاحب منشی فاضل جنوبی ہند میں اُردو کی ابتدائی تاریخ قطب شاہی، عادل شاہی اور آصف جاہی دوران میں اردو نظم و نثر کی حالت اور شعرائے اردو کا تذکرہ معہ نمونہ کلام ضخامت ۳۴۰ صفحے سائز پاکٹ ایڈیشن ۲۰×۳۰/۱۶ کاغذ چکنا بار دوم قیمت دو روپے (عہ؍)

خیابان اُردو

مرتبہ جناب احمد عارف صاحب حیدرآبادی ہندوستان کے ممتاز اُردو انشاپردازوں اور نامی گرامی شعرا کے نظم و نثر کا بہترین انتخاب جو مدارس کے تعلیمی نصاب کے لئے نہایت موزوں ہے ضخامت تقریباً ۴۵۰ صفحے سائز پاکٹ ایڈیشن ۲۰×۳۰/۱۶ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت مجلد سادہ دو روپے آٹھ آنے (عہ؍)

روح تنقید

مصنفہ مولوی ابوالحسنات سید غلام محی الدین قادری زور ایم اے، فن تنقید کے متعلق اردو زبان میں پہلی کتاب ہے جس میں ماضی و حال کے علمائے یورپ کی تنقیدی اصول بیان کئے گئے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں مثنوی سحر البیان پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے ضخامت ۳۰۵ سائز پاکٹ ایڈیشن ۲۰×۳۰/۱۶ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ بار دوم قیمت عہ؍

تنقیدی مقالات

مصنفہ زور صاحب - یہ روح تنقید کا دوسرا حصہ ہے جس میں مصنف نے روح تنقید کے پیش کردہ اصولوں کی روشنی میں انگریزی، فارسی اور اُردو زبانوں کے مشہور اہل قلم کی قلمکاریوں پر تنقید کر کے اصولوں کا استعمال دکھلایا ہے اور نیز بعض مشہور اُردو انشاپردازوں کے طرز تحریر پر تبصرہ کرنے کے خاص خاص اصول بیان کئے گئے ہیں ضخامت ۵۰۰ صفحے سائز پاکٹ ایڈیشن ۲۰×۳۰/۱۶ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی وغیرہ عمدہ مجلد سادہ قیمت ؎۲

اُردو کے اسالیب بیان

مصنفہ زور صاحب - نثر نگاری کی ابتدائی کیفیت - ابتدا سے لیکر آجتک کے نثر نگاروں کے طرز تحریر و انداز بیان کا تذکرہ خاص طرز تحریر کے اُردو انشاپردازوں کے اسالیب بیان پر تبصرہ - ضخامت ۲۰۴ صفحے سائز پاکٹ ایڈیشن - کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ قیمت مجلد سادہ عہ؍

سلطان محمود غزنوی کی بزم ادب

مصنفہ زور صاحب سلطان محمود غزنوی سے پہلے اور بعد کے علم و ادب کے حالات سلطان محمود غزنوی کے علمی، ادبی کارنامے ترتیب کتاب میں پروفیسر براؤن کی تاریخ ادبیات ایران سے استفادہ کیا گیا ہے - ضخامت ۱۲۰ صفحے - کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ سائز پاکٹ ایڈیشن قیمت بارہ آنے (۱۲؍)

دنیائے افسانہ

مصنفہ مولوی محمد عبد القادر سروری ایم - اے ایل ایل، بی، افسانہ نگاری کی ابتدائی تاریخ - اور افسانہ نویسی کے اصول و مبادیات یہ اُردو زبان میں اپنے مضمون کی پہلی کتاب ہے ضخامت ۲۱۰ صفحے - سائز پاکٹ ایڈیشن - کاغذ چکنا - لکھائی چھپائی بہترین قیمت عہ؍

مبادی فلسفہ

مؤلفہ مولوی حسن الدین صاحب بی اے ایل ایل بی، ڈاکٹر اے ایس راپورٹ پی - ایچ - ڈی کی پرائمر فلاسفی کا ملخص با محاورہ اردو ترجمہ ضخامت ۱۳۶ صفحے - سائز پاکٹ ایڈیشن - کاغذ چکنا - لکھائی چھپائی عمدہ - قیمت ۱۴؍

مینیجر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قرولباغ دہلی

سلسلہ اُردو اکادمی

تاریخ الامت - مصنفہ حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری - تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ اردو میں پہلی بار شائع ہو رہا ہے اس کے مطالعہ سے ہر شخص نہایت آسانی سے مسلمانوں کے تاریخی کارناموں سے واقف ہو سکتا ہے - جامعہ ملیہ اور صوبہ متوسط و برار کے محکمہ تعلیم نے اسے اپنے مدارس کے لئے بھی پسند کیا ہے - اب تک چھ حصے شائع ہو چکے ہیں جو حسب ذیل ہیں :-

۱- حصہ اول - سیرۃ الرسول ... ... عیر
۲- " دوم - خلافت راشدہ ... ... عکار
۳- " سوم - خلافت بنی امیہ ... ... عیر
۴- " چہارم - خلافت عباسیہ جلد اول ... ... عکار
۵- " پنجم - " " دوم ... ... عکار
۶- " ششم - عباسیہ مصر ... ... عکار

تاریخ الدولتین - اس کتاب میں خلافت بنی امیہ و بنی عباس کے حالات پر ایک ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے - مصر کے مشہور اہل قلم جرجی زیدان کی تصنیف ہے جسے مولانا نیاز فتحپوری نے اردو کا جامہ پہنایا ہے - قیمت ... ... عیر

مبادی معاشیات - یہ علم المعیشت پر ایڈون کینن کی مشہور معروف تصنیف ہے جس کا ترجمہ پروفیسر ذاکر حسین خانصاحب نے نہایت سلیس اُردو میں کیا ہے یہ کتاب فن کے مبتدیوں کے لئے مفید ہے قیمت ... ... عیر

تاریخ ہند قدیم - قدیم ہندوستان کی تاریخ کا ایک مختصر لیکن نہایت جامع خاکہ شعبہ تصنیف نے - کے - ایم - پانیکر صاحب ایم - اے (آکسن) سے انگریزی میں لکھا کر اُردو میں ترجمہ کرایا ... ... عہر

ذکری - تفسیر پارۂ عم - مصنفہ خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی استاد تفسیر جامعہ - سلسلہ تفسیر "القرقان فی معارف القرآن" کسی تعارف کا محتاج نہیں - یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں پارۂ عم کی تفسیر خواجہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں امت اسلام کے لئے پیش کی ہے - قیمت ... ... سے

عبرت - تفسیر سورۂ یوسف - سلسلۂ تفاسیر کی ایک اہم جلد جس میں احسن القصص یعنی سورہ یوسف کی تفسیر نہایت خوبی کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور اسکے عبرت انگیز نتائج کو نہایت موثر طریقہ پر پیش کیا گیا ہے - قیمت عہ مجلد ... ... عہر

برہان سورۂ نور کی مکمل اور مبسوط تفسیر نہایت پر زور اور دلکش طرز تحریر - قیمت عہ مجلد ... ... عہر

قواعد عربی - (حصہ اول) - کتاب الصرف - اردو میں عربی صرف کی مستند کتاب جسے ہندوستان کے مشہور عربی ادیب مولانا ابو عبداللہ محمد بن یوسف السورتی استاد عربیات جامعہ نے نہایت تحقیق سے مرتب کیا ہے - قیمت ... عکار

تاریخ فلسفہ اسلام - از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے پی - ایچ ڈی (برلن) - ہالینڈ کے مشہور فلسفی اور مستشرق ٹ - ج - دی بوئر کی گرانقدر تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ - تاریخ فلسفہ اسلام پر اردو میں یہ پہلی قابل قدر کتاب ہے - قیمت ... ... عکار

عربوں کا تمدن - ڈاکٹر جوزف ہیل پروفیسر میونک یونیورسٹی کی مشہور و معروف تصنیف کا ترجمہ از سید نذیر نیازی صاحب بی - اے (جامعہ) مترجم نے کتاب کی قدر نہایت مفید ضمیمہ لکھ کر اور بھی بڑھا دی ہے - جو تاریخ اسلام پر یوں بھی نہایت محققانہ اور بصیرت افروز مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے - قیمت ... ... عا

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی

فہرست مضامین

دنیا میں کیا ہو رہا ہے

ہندوستان

جس روز سے مہاتما گاندھی نے کلکتہ میں بدیشی کپڑا جلایا، اور حکومت نے انھیں گرفتار کیا اس وقت سے لیکر آج تک اس آگ کے شعلے ہندوستان کے ہر ہر گوشہ میں بھڑکتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ ملک کے مختلف شہروں سے برابر خبریں آ رہی ہیں کہ ہر جگہ کافی مقدار میں بدیشی کپڑا جلایا گیا ہے اسی سلسلہ میں اہل دہلی نے بھی ۱۷ر مارچ کو بدیشی کپڑے کا ایک انبار نذر آتش کیا۔

ابھی حال میں مجلس مقننہ کے ممبروں نے کثرت آرا سے حکومت پر بد اعتمادی کا ووٹ پاس کیا ہے جس میں ان مسلمان ممبروں نے بھی جو نہرو رپورٹ کے سلسلے میں ہندوؤں سے بدظن ہو گئے ہیں، سوراج پارٹی کا ساتھ دیا۔

بعض مسلمان رہنماؤں نے یہ طے کیا ہے کہ آئندہ سے وہ ان مظاہروں میں جو کانگریس کے ماتحت ہوا کریں گے، کسی قسم کا کوئی حصہ نہیں لیں گے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے اپنی تمام تر توجہ مسلمانوں میں باہمی اتفاق و اتحاد کی طرف منعطف کر لی ہے۔ چنانچہ شفیع لیگ اور جناح لیگ کا آپس میں اتحاد ہو جانا اس کی ایک بڑی دلیل ہے۔

۱۰ر مارچ سے دہلی میں ہاکی ایسوسی ایشن کے ماتحت ایک ریلوے ٹورنامنٹ ہو رہا ہے جس میں صرف وہ ریلوے ٹیمیں شریک ہوئی ہیں، جو ہندوستان کی بہترین ٹیموں میں شمار کی جاتی ہیں۔ افسوس ہے کہ "لوکو اجمیر" جس نے "اولمپک" ٹیم سے مقابلہ کیا تھا، پہلے ہی روز ای۔ آئی۔ آر سے ایک گول سے ہار گئی۔

ممالک غیر

افغانستان کی خانہ جنگی عنقریب ختم ہونے والی ہے۔ اس لئے کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پورا افغانستان اس ابتری اور بدنظمی سے نالاں ہو رہا ہے اور امن و امان کا متمنی ہے۔ اس کے علاوہ سوائے چند ایک مولویوں کے پورا ملک امان اللہ خاں کی حمایت پر تلا ہوا ہے۔ جنرل نادر خاں نے بھی ان کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ اور بظاہر آثار ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ عنقریب امان اللہ خاں پھر تخت افغانستان پر متمکن نظر آئیں گے۔

روس کا مشہور مدبر ٹراٹسکی جس کو حکومت روس نے ملک سے باہر نکل جانے کا حکم دیا تھا، آج کل ٹرکی میں اقامت پذیر ہے۔ انھوں نے حکومت ترکیہ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہیں لیں گے۔ آج کل وہ قسطنطنیہ کے قریب ایک خوبصورت اور صاف ستھرے مقام پرنکیپو میں مقیم ہیں۔

عراق و نجد کی سرحد کا معاملہ روز بروز پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔ تازہ خبر سے معلوم ہوا ہے کہ وہابیوں نے کویت کی جانب سے عراق پر پیشقدمی کی۔

ایم۔ سی۔ سی کی ٹیم جو آسٹریلیا گئی تھی، پانچویں میچ میں آسٹریلیا سے بہت بری طرح سے شکست کھا گئی۔

حکومت جاپان کے صدر پارلیمنٹ مسٹر موتورا نے جو ۱۸۹۰ء سے اب تک برابر صدر ہوتے چلے آ رہے تھے، کسی اختلاف کی بنا پر پارلیمنٹ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ ابھی ان کا استعفیٰ باضابطہ طور پر منظور نہیں ہوا ہے۔

مسلمانوں کا نظام تعلیم اور جامعہ قرطبہ

(۱)

بأربعة فاقت الامصار قرطبة ... منهن قنطرة الوادی وجامعها
هاتان ثنتان والزهراء ثالثة ... والعلم اعظم شیٔ وهو رابعها

ہمارا مقصد اس مضمون کے لکھنے سے یہ ہے کہ ناظرین کو مسلمانوں کے ان اعلیٰ اور شاندار علمی کارناموں سے آگاہ کریں، جو آج سے .... برس قبل انھوں نے سرزمین اندلس میں دکھایا تھا۔

ویسے تو ہم جامعہ قرطبہ کا نام متعدد بار سن چکے ہیں مگر وہاں کے تعلیمی انتظام وغیرہ سے ہمیں کوئی واقفیت نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے آج اس موضوع پر کچھ لکھیں۔

تعلیم کی اہمیت عہد نبوی اور عہد صحابہ میں

مگر قبل اس کے کہ ہم جامعہ قرطبہ پر کچھ لکھیں، یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تعلیمی نظام کا بھی یہاں تذکرہ کریں جس کی بنیاد مسلمانوں کے عہد میں پڑی۔ ظہور اسلام سے پیشتر جہاں عربوں کی حالت زندگی کے اور مختلف شعبوں میں گری ہوئی تھی، ان کی تعلیمی حالت بھی نہایت درجہ قابل افسوس تھی۔ جہاں تک ہماری واقفیت کام دیتی ہے، ہم کو معلوم ہے کہ لوگ ظہور اسلام سے قبل جس کو تاریخ زمانہ جاہلیت سے تعبیر کرتی ہے، بہت تھوڑے لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ مگر اسلام نے اگر جہاں ان کی اور کمزوریوں کو رفع کیا، ان میں جستجوئے حق اور حصول علم کا بھی شوق پیدا کر دیا۔ چنانچہ اسکے ثبوت میں ہم رسول اللہ صلعم کے وہ اقوال پیش کر سکتے ہیں جو انھوں نے علم کی اہمیت ظاہر کرنے کی غرض سے ارشاد فرمائے تھے۔ یعنی

طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔ اطلبوا العلم و لو کان بالصین۔

یہ وہ زریں اقوال ہیں جنھوں نے جاہل عربوں میں بجلی کا اثر پیدا کیا۔ انھوں نے اپنی تمام تر توجہ تعلیم کی طرف منعطف کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ خود امی محض تھے، مگر آپ کے دل میں جو عزت و قدر علم کی تھی اس کا اندازہ ہم اس سے لگا سکتے ہیں۔ کہ غزوہ بدر کے بعض قیدیوں کو صرف اس شرط پر رہا کر دیا تھا کہ وہ مسلمانوں اور مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ آپ نے جو کچھ کیا سو کیا۔ مگر آپ نے کوئی تعلیمی نظام اپنی زندگی میں قایم نہ کیا ورنہ آپ اس کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔

اس کے بعد خلفاء راشدین کا زمانہ آتا ہے۔ خلفاء راشدین جو رسول اللہ صلعم کے ہر ہر نقش قدم پر چلتے تھے، انھوں نے علم و فن کو فروغ دینے میں بھی آپ کے اسوہ کی پیروی کی۔ ان کے زمانہ میں لوگ زیادہ تر قرآن کے مطالعہ میں وقت صرف کرتے اس لئے کہ اس وقت اسی کی زیادہ ضرورت تھی۔ اور قرآن سے واقف ہونا گویا بیک وقت فقیہ اور عالم دین ہونا تھا۔ اس وقت اسلام کا جمہوری نظام بھی اس بات کا متقضی تھا کہ ہر مسلمان اس قدر تعلیم یافتہ ہو کہ مقدس کتاب کا مطالعہ کر سکے۔ چنانچہ خلفاء کرام کے زمانہ میں جگہ جگہ ابتدائی مدارس قایم ہوئے جن میں قرآن کی تعلیم ہوا کرتی تھی۔ یہ مدارس مفتوحہ علاقوں میں بھی قایم کئے گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں لوگوں کی علم کے ساتھ اس قدر دلچسپی پیدا ہو گئی کہ قرآن کے علاوہ اور بھی علوم کے پڑھنے پڑھانے کا انتظام ہو گیا۔

بنو امیہ اور بنو عباسیہ کا زمانہ

مگر یہ دور نسبتہً ہی جلد ختم ہو گیا اور اس کے بعد بنو امیہ کا عہد شروع ہوا۔ اس دور سے پہلے خلفاء راشدین کے عہد میں عربوں کا تصادم ایک ذہین قوم یعنی ایران سے ہو چکا تھا جو علم و فن اور تہذیب و تمدن کے میدان میں اس وقت سب سے آگے تھی۔ ان سے عرب بے حد متاثر ہوتے۔ اب عربی قوم میں حقگوئی۔ دور اندیشی۔ خوش باشی اور بے تکلفی کے علاوہ

وسیع النظری بھی پیدا ہوگئی اور انھوں نے اب سے باقاعدہ طور پر علوم و فنون کی تحصیل میں حصہ لینا شروع کیا ۔ چنانچہ سب سے پہلے بصرہ میں چھوٹے چھوٹے علمی ادارے قایم ہوئے اور جزیرہ نمائے عرب میں علمی سرگرمیوں کا آغاز یہیں سے ہوا ۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ بنو امیہ نے علم کی طرف کوئی توجہ نہیں کی ۔ انھیں کے جمع کردہ مواد کو لے کر بنو عباس نے علوم و فنون کو معراج ترقی پر پہنچایا ۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اب تک مسلمانوں کی علمی سرگرمیاں بہت ہی محدود تھیں ۔ اور بنو عباس کے عہد میں یہ پھیل کر بہت وسیع ہوگئیں اور اس وقت سے ایک جدید تعلیمی نظام کی ابتدا ہوتی ہے ۔ بلکہ شروع شروع میں تو یہ نظام خود بخود بغیر کسی کوشش کے پیدا ہوا اور جب حکومت نے علم کی سرپرستی قبول کی تو اسے عام مقبولیت حاصل کرنے کے لئے کافی مدد مل گئی ۔

مگر اس کے یہ معنی نہ لئے جائیں کہ ان مدارس کا انتظام حکومت کے ہاتھوں میں تھا ۔ ایسا خیال یقیناً غلط فہمی پر مبنی ہوگا ۔ حکومت نے ان لوگوں کی صرف ہمت افزائی کی، جو اس کام کو فروغ دینا چاہتے تھے ۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس زمانہ میں تعلیمی درسگاہیں حکومت کی دست رس سے کلیتاً آزاد تھیں ۔ اور جس وقت حکومت کی طرف سے درس گاہیں کھولی گئیں اس وقت تعلیم بہت کافی ترقی کر چکی تھی مگر پھر بھی عام لوگوں نے حکومت کی اس سرپرستی کو بری نظر سے دیکھا اور جب بغداد میں حکومت کی طرف سے مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی گئی تو علماء نے ملکر علم کا ماتم کیا کہ اب سے لوگ تعلیم کو تعلیم کی خاطر نہیں بلکہ حکومت کے لئے حاصل کرینگے ۔

بہر حال اسلامی حکومت کے اس دور میں تعلیم گاہوں کے اندر اساتذہ کا خرچ جمہور کے ذمہ ہوتا تھا ۔ تعلیم کی کوئی فیس وغیرہ نہ تھی تعلیم سے فراغت پانے کی سند کے لئے ان کو کوئی امتحان پاس کرنا نہیں پڑتا تھا اتنا ضرور تھا ۔ کہ جن مضامین کو وہ پڑھتے تھے، ان پر ان کو کافی عبور ہوتا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے بہترین دماغ ہم کو صرف درسگاہوں میں مل سکتے ہیں ۔

تعلیم کا قاعدہ پڑھائی کا قاعدہ یہ تھا کہ اساتذہ اپنے درس میں تمام لوگوں کو دعوت دیتے تھے ۔ اور پھر ان کو لکچر دیا کرتے تھے ۔ اور بعد میں وہ خود طلباء کی صحبتوں میں شریک ہو کر ان سے ان کے مضامین پر گفتگو کیا کرتے تھے ۔ طلباء کو پورا اختیار رہتا ۔ کہ ہر وقت اپنی تشفی کے لئے اساتذہ سے ہر قسم کا سوال کر سکیں ۔ یہ ائمہ فن اپنے ماتحت اساتذہ رکھتے تھے، جن کی مدد سے وہ طلباء تک اپنے خیالات پہونچا سکتے تھے ۔ جامعہ (یونیورسٹی) کی تعلیم میں بھی مذہب کا پلہ بھاری تھا ۔ قرآن کی تعلیم اور خوش نویسی سے کوئی نصاب خالی نہیں ہوتا تھا ۔ عربی زبان نہ صرف مذہبی زبان تھی بلکہ تمام علوم و فنون کا ذریعہ تعلیم بھی تھی ۔

اساتذہ کی کوئی مقرر تنخواہیں نہیں تھیں ۔ بلکہ وہ اپنی معاش کے لئے تجارت یا اور کوئی کام کیا کرتے تھے ۔ البتہ بعد میں جب نصاب تعلیم کو حکومت نے اپنے ہاتھوں میں لیا، تو اساتذہ کی تنخواہیں بھی مقرر ہوگئیں ۔ اور سند تعلیمی کا لحاظ رکھا جانے لگا ۔ طلباء کو سند ملتے وقت گون (چوغے) بھی ملا کرتے تھے جس طرح آج کل اکسفورڈ اور کیمبرج میں ملتے ہیں ۔

ابتدا میں مساجد صرف عبادت گاہیں نہیں تھیں بلکہ مدارس کا قیام بھی انہی میں ہوتا تھا ۔ جیسا کہ آج کل بھی مشرق میں ہوتا ہے ۔ رفتہ رفتہ ان مدارس نے جوامع (یونیورسٹی) کی صورت اختیار کی ۔ آجکل کے مسلمانوں کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ انھیں مدارس میں جو مساجد میں قایم ہوتے تھے اساتذہ علوم موسیقی بھی سکھایا کرتے تھے ۔ اس وقت کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں موسیقی بہ حیثیت ایک لازمی مضمون کے تھا ۔ مساجد سے آج بھی مسلمان درسگاہوں کا کام لیتے ہیں ۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اس وقت لوگ ان مساجد میں اپنی فہم و ذہانت سے کام لیا کرتے تھے ۔ اور آج سوائے ناظرہ خوانی اور شرح نویسی کے اور کچھ نہیں ۔ بلکہ اب وہ بھی ختم ہوتا جا رہا ہے اور یہ پرانی لکیر کے فقیر بنے بیٹھے بے کار مغز پاشی کرتے ہیں ۔ جو کچھ ہم نے طریقہ تعلیم اور نصاب کے متعلق لکھا ہے وہ صرف مردوں ہی کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ لڑکے اور لڑکیاں مرد و عورت سب کے لئے یکساں تھا ۔ اور اس وقت مدارس میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ ملکر پڑھا کرتے تھے ۔

یہاں تک تو مسلمانوں کے ابتدائی نظام تعلیم اور طریقہ تعلیم کا ذکر تھا آیندہ اشاعت میں ہم انشاء اللہ جامعہ قرطبہ کا ذکر کریں گے جو اندلس کی سب سے مشہور یونیورسٹی تھی ۔

تعلیمی دنیا

کوائف جامعہ

عید کے دن تمام طلبائے جامعہ اور اساتذہ کھدر کے لباس میں دوگانہ ادا کرنے کی غرض سے اس طرح ایک ساتھ ملکر نکلے جیسے ایک بڑے کنبہ کے بوڑھے بچے ساتھ ملکر چلتے ہوں - قدیم دستور کے مطابق شب میں ایک نہایت پر تکلف دعوت ہوئی جس میں کچھ باہر کے مہمان بھی تشریف فرما تھے مثلاً مولوی شفیع صاحب داودی ایم ایل اے مولوی مرتضیٰ بہادر صاحب ایم ایل اے، مولوی عبداللطیف صاحب فاروقی ایم - ایل - اے وغیرہ وغیرہ دیوداس گاندھی جی کے ہمراہ کچھ ہندو حضرات بھی مدعو تھے جن کا خاص طور سے علیحدہ انتظام کیا گیا تھا -

---

۱۰ مارچ کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے انٹرمیڈیٹ کالج کی طرف سے ایک انٹر کالج طلبا کا انعامی تقریری مقابلہ تھا جس میں ہمارے ہاں کے مدرسہ کی "بزم ادب" کی طرف سے دو نمایندے بھیجے گئے تھے: - عبدالواحد صاحب سندھی اور محمد قاسم صاحب سندھی - ہر دو مقررین نے اپنی تقریریں نہایت کوشش سے تیار کی تھیں لیکن "ٹرافی" اسلامیہ کالج لاہور کو ملا اور تمغے خود انھیں کے ہاں کے مقرروں کو دیئے گئے -

---

گروکل کانگڑی کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جو قومی یونیورسٹیوں کے نمایندوں کا باہمی تقریری مقابلہ ہوتا ہے، اس سال اس میں طلبائے کالج کے "انجمن اتحاد" کی طرف سے دو نمایندے بھیجے جا رہے ہیں - مضمون زیر بحث مکمل آزادی اور حکومت بطرز نوآبادیات کی موافقت و مخالفت ہے - یہ نمایندے اپنے ہمراہ وہ "ٹرافی" بھی لئے جا رہے ہیں جو گزشتہ سال ان کے پیش رو وہاں سے جیت کر لائے تھے - دیکھیے یہ پھر واپس لاتے ہیں یا چھوڑ آتے ہیں!

رفتار تعلیم

امریکہ کے ایک پروفیسر نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے نہایت زور دلیل کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ تعلیم ضروریات زندگی کے لئے اب کارآمد نہیں رہی ہے آکسفورڈ اور کیمبرج کا زمانہ اب ختم ہو چکا ہے - آج کل کے تعلیم حاصل کرنے والوں میں ۹۸ فیصدی ایسے نکلیں گے جن کا تعلیم پانے سے وہ مقصد ہرگز نہیں ہے جو ان تعلیم گاہوں کا ہوتا ہے - اب تعلیم حاصل کر کے لوگ مختلف پیشوں اور حرفوں میں جانا چاہتے ہیں - پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں کے لئے اسی کے مطابق درسگاہیں نہ کھولی جائیں اور خواہ مخواہ کے لئے وہ ایسی تعلیمگاہوں میں پڑھنے کے لئے مجبور کئے جائیں جن کا یہ مقصد ہی نہ ہو -

---

محکمہ تعلیم بمبئی کی طرف سے ۲۸-۱۹۲۷ء کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے، اس میں اس امر کی شکایت کی گئی ہے کہ ان مدرسوں نے بھی جنھیں گورنمنٹ سے امداد ملتی ہے اور جنھیں صاف حکم دے دیا گیا تھا، اکثر حالتوں میں اچھوت ذات کے بچوں کو اپنے ہاں لینے سے انکار کر دیا ہے - یہی وجہ ہے کہ اچھوتوں کی تعلیم کو اس صوبہ میں بہت نقصان پہونچا ہے - اور اچھوت ذات کے لوگوں نے بھی اس کی کوئی شکایت نہیں کی اس لئے کہ وہ اپنے آقاوں سے لڑائی مول لینا نہیں چاہتے تھے -

---

جمہوریہ روس نے اپنے گزشتہ انقلاب کے بعد سے تعلیم میں جیسی ترقی کی ہے ویسی کسی ملک نے اس عرصہ میں اب تک نہیں کی ہے - روس میں تعلیم کے ذریعہ تین اہم ترین مسائل حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے: - ایک تو یہ کہ اسکے ذریعہ قومی تمدن میں ترقی ہو، دوسرے یہ کہ لوگوں میں عام خوشحالی اور دولت پیدا ہو، اور تیسرے یہ کہ قوم کی معاشرتی اور سیاسی ترقی ہو، تعلیم کا نظام تمامتر محنت و مشقت پر رکھا گیا ہے اور اسکی آیندہ ترقی کا دارومدار اسکے نوجوان طالبعلموں پر ہے - بعض بچوں کے گھروں پر اس قسم کے کتبے نظر آتے ہیں: - "ہم نوجوان ۴۴ مضبوط اور جری ۱۰ لاکھ ہیں اور ہم تمہاری رہبری کریں گے"

مذہب

مصیبت کے وقت ثابت قدم رہنا

قرآن کریم:-

۱ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

۱- مدد چاہو (اللہ تعالےٰ سے) ثابت قدمی اور نماز کے ذریعہ بیشک اللہ ثابت رہنے والوں کے ساتھ ہے -

۲ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

۲- بیشک اس (قرآن) میں نشانیاں ہیں، ہر ثابت قدم اور شکر گزار (بندے) کے لئے -

۳ اِصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ

۳- ثابت قدم رہ جس طرح پختہ ارادے والے رسول ثابت قدم رہے، اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے -

۴ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

۵- جو مصیبت تجھ پر پڑے اس پر ثابت قدم رہ، یہ بڑے عزم وارادے کی بات ہے -

احادیث:

۱- اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ

۱- صبر آدھا ایمان ہے -

۲- وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ

۲- جان لو مدد ثابت قدمی کے ساتھ ہوتی ہے -

۳- اَلصَّبْرُ كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ

۳- ثابت قدمی جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے -

۴ اَلصَّبْرُ ضِيَاءٌ

۴ ثابت قدمی روشنی ہے -

امثال وحکم:-

۱- اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ

۱- ثابت قدمی فراخی کی کنجی ہے -

۲- اَلصَّبْرُ مَطِيَّةُ الظَّفَرِ

۲- ثابت قدمی کامیابی کی سواری ہے -

۳- مَنْ لَا يَصْبِرُ عَلٰى كَلِمَةٍ سَمِعَ كَلِمَاتٍ

۳- جو ایک بری بات کی تاب نہیں لاتا وہ بہت سی بری باتیں سنتا ہے -

۴- اَلصَّبْرُ مُرٌّ لَا يَتَجَرَّعُهٗ اِلَّا حُرٌّ

۴- صبر ایک کڑوا گھونٹ ہے، جس کو صرف شریف ہی پی سکتا ہے -

سائنس

ہوائی جہاز

ہوائی جہاز بیسویں صدی کی اہم ترین ایجادات میں سے ہے۔ جب لوگوں نے اس طرح کی تمام کوششیں کرلیں اور ان میں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی تو بعض دماغوں نے اس مسئلہ کو دوسری طرح سے حل کرنے کی کوشش کی۔ ہوا کا جہاز ہلکا ہونے کی وجہ سے ہوا میں اڑتا تھا۔ لیکن انھوں نے خیال کیا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہوا سے بھاری چیزیں بھی ہوا میں اڑ سکیں۔ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ اگر تاش کے ایک پتہ کو یا ٹین کے ایک ٹکڑے کو ہوا میں متوازی الافق اوپر کی طرف پھینکیں تو اس کو سہارا دینے کے لئے بہت کم قوت صرف ہوتی ہے۔ ایک امریکن پروفیسر نے خیال کیا کہ اگر کسی چوڑے چوڑے پروں والی چیز کے ساتھ کوئی تیز موٹر لگا دیں تو آہستہ آہستہ ہوا میں اٹھنے لگے گی اور اس اڑنے کے لئے اس کو بہت کم قوت صرف کرنی ہوگی۔ چنانچہ اس نے ایک مشین تیار کی جس کے دونوں طرف کسی ہلکی دھات کے دو لمبے اور چوڑے بازو لگے تھے۔ اس کے آگے اس نے ایک چھوٹی سی موٹر لگائی اور اس مشین کو ایک جھیل پر تجربہ کرنے کے لئے لے گیا۔ اس مشین میں اس نے کسی کو سوار نہیں کیا۔ اور خالی مشین کے آگے اس موٹر کو چلایا۔ اس نے دیکھا کہ موٹر مشین کو لیکر آگے بڑھتی جاتی ہے اور جوں جوں اس کی رفتار تیز ہوتی ہے اسی قدر وہ اوپر کو اٹھتی ہے اور بازو اس کو نیچے گرنے سے بچاتے ہیں چنانچہ رفتہ رفتہ وہ کافی بلندی تک ہوا میں اُٹھ گئی۔ لیکن وسط جھیل میں پہنچکر اس کا ایک بازو تیزی کی وجہ سے کسی قدر ٹیڑھا ہوگیا اور وہ مشین جھیل میں گر گئی۔ لیکن اس تجربہ سے لوگوں کو ایک خاص بات معلوم ہوگئی کہ ہوا سے زیادہ وزنی چیزیں بھی ہوا میں اُڑ سکتی ہیں بہتوں نے اس قسم کے تجربے کرنے شروع کئے اور بیسویں صدی کے شروع میں لوگ بجائے ہوا کے جہاز کے ہوائی جہاز میں سفر کرنے لگے۔ اب اس میں بہت سی ترقیاں ہوگئیں ہیں۔ متعدد تجربوں کے بعد اب اسکی رفتار ۳۱۸ میل فی گھنٹہ تک پہنچگئی ہے جو ایک اطالوی ہوا باز نے حاصل کی ہے آجکل ایک انگریز گریک نامی کوشش کررہا ہے کہ یہ رفتار ۳۱۸ میل فی گھنٹہ سے بھی زیادہ ہوجائے اس قسم کے ہوائی جہاز گزشتہ جنگ عظیم میں بہت استعمال کئے گئے تھے اور اس وجہ سے اس میں حیرت انگیز ترقیاں ہوئیں۔

گزشتہ سطروں میں ہم بتا چکے ہیں کہ ہر ایک چیز ہوا سے ہلکی ہوا میں اڑتی ہے۔ مگر لوگوں نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ چاہا کہ کوئی ایسی ترکیب کیجائے جس سے ہوا سے بھاری چیزیں بھی ہوا میں اڑ سکیں آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ چھوٹے بچے پھرکی سے کھیلتے ہیں اور جب اس کو ہاتھ کی حرکت دیجاتی ہے تو وہ اوپر نہایت زور سے اُڑتی ہے اور متوازی الافق رہتی ہے۔ اسی طرح لوگوں نے بھی ایک اسی قسم کی چیز بنائی اور بیٹھنے کے لئے لکڑی کا ایک تختہ بنا کر اس کے آگے پنکھا لگا دیا اور جب اس کو پیٹرول کے ذریعہ چلایا گیا تو وہ اوپر کو اٹھنا شروع ہوا۔ بس اسی طرح لوگوں نے اس کو ترقی دی۔ یہاں تک کہ اس کی رفتار آج کل ۳۱۸ میل فی گھنٹہ ہوپنچ گئی ہے اور بعض ہوائی باز اس سے بھی زیادہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

مگر یاد رکھنا چاہئیے کہ اسکی شکل ایک چیل کی سی ہوتی ہے جس کے دو بازو ہوتے ہیں اور ایک دم۔ اور جب اسکو کسی سمت کیطرف موڑتے ہیں تو اس دم کے ذریعہ جہاں اس دم میں خرابی واقع ہوئی، جہاز زمین پر یک لخت گر جاتا ہے۔ جہاز اڑتے وقت اگر ذرا ترچھا ہوا تو بھی اس کے گرنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ لیکن یہ ایسی ترکیب سے بنایا جاتا ہے کہ جب یہ اُڑتا ہے تو بالکل متوازی الافق رہتا ہے۔ اور نہایت تیزی کے ساتھ اُڑتا چلا جاتا ہے۔ کسی خرابی کی وجہ سے اگر جہاز نیچے آنا شروع کرتا ہے تو جہاز میں چھتری نما ایک چیز ہوتی ہے اس کو پکڑ کر نیچے کود جاتے ہیں۔ یہ چھتری پھیلجاتی ہے جسے ہوا سنبھالے رکھتی ہے اور وہ آدمی نہایت آہستہ آہستہ زمین پر آنا شروع ہوتا ہے اور اس طرح وہ بالکل بچ جاتا ہے۔

تاریخ

ہرش

(چین سے تعلقات)

ہرش نے یوں تو تمام ہندوستان کو ایک چتر کے نیچے لانے کی بہت کچھ کوشش کی لیکن اس سے زیادہ کوشش اس نے تمام دلوں کو ایک مرکز پر لانے میں صرف کی۔ اس نے اپنے زمانہ میں تمام مذاہب کی ایک کانفرنس منعقد کی جس میں ۴ ہزار بدھ مت کے علماء، ۳ ہزار جین مذہب کے اور ایک بڑی تعداد برہمن مذہب کے لوگوں کی شریک تھی۔ اس کانفرنس میں اور مذہبی لوگوں کے علاوہ کامروپ اور ولبھی کے دو بڑے راجہ اور ۱۸ باجگذار ریاستوں کے راجاؤں نے بھی شرکت کی تھی۔ یہ کانفرنس ہرش کے خاص پایہ تخت قنوج میں منعقد ہوئی تھی اور اس کے جلسے متواتر تین دن تک رہے۔ اس کانفرنس میں ہر روز بدھ کی مورتی ایک نہایت عظیم الشان جلوس کے ساتھ نکالی جاتی اور اس پر راجہ کی طرف سے کثیر مقدار میں زر و جواہرات کی بارش کی جاتی۔

اس کانفرنس کے علاوہ ہرش نے گنگا و جمنا کے سنگم پر ایک اور مجلس کا انعقاد کیا جس میں گرد و نواح کے تمام راجاؤں کے علاوہ مشہور چینی سیاح ہیون سانگ بھی شریک ہوا تھا۔ اس کانفرنس میں بدھ کے علاوہ شیو اور سورج کی مورتیوں کا بھی جلوس نکلتا تھا اور ان پر کثیر مقدار میں سونے اور جواہرات نثار کئے جاتے گو پہلی کی بہ نسبت آخری دو مورتیوں پر نچھاور کی مقدار کم ہوتی تھی۔ اس سلسلہ میں غربا، مساکین اور یتامی کو خاص طور سے کھانا اور کپڑا تقسیم کیا گیا۔ ہرش نے اس سلسلہ میں اس قدر خیرات اور صدقے کئے کہ خزانہ بالکل خالی ہو گیا اور اسے اپنی بہن کا ہار مستعار لینا پڑا۔ اس زمانہ کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ یکجا نظر آتے ہیں اور یہ ہرش ہی کے دل کی وسعت ہے جس میں تمام فرقوں کے لئے یکساں جگہ موجود تھی۔

ہرش ہیون سانگ کا بہت قدردان تھا۔ جب یہ کانفرنس ختم ہوئی اور ہیون سانگ رخصت ہونے لگا تو اس نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ اسے رخصت کیا۔ ہرش نے بہت سی اشرفیاں اور دوسری بیش قیمت چیزیں بطور نذر کے اس کی خدمت میں پیش کیں لیکن اس نے بجز ضروری مصارف سفر کے باقی چیزوں کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حفاظت کی خاطر اس نے اس کے ساتھ ایک فوجی دستہ بھی مع ایک اپنے معتمد کے کر دیا جو اس کے وطن چین تک ہمراہ گیا اور جب یہ لوگ ہندوستان واپس آنے لگے تو اپنے ساتھ گوتم بدھ کی چین کی بنی ہوئی سونے، چاندی اور صندل کی مورتیاں لائے اور اس کے علاوہ چھ سات سو کے قریب قلمی کتابیں لائے جو آج اگر موجود ہوتیں تو ہندوستان اور چین کے تعلقات پر کافی روشنی ڈالتیں۔

بدھ مذہب ہندوستان میں پیدا ہوا لیکن آج چین، جاپان اور برما وغیرہ اس کے سب سے بڑے مرکز ہیں۔ گوتم بدھ کے بعد کہ جس نے اس مذہب کی بنا ڈالی، اشوک سب سے پہلا راجہ گزرا ہے جس نے اس مذہب کے پھیلانے میں سب سے زیادہ مدد دی اور اس کے وقت میں ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں مذہبی مبلغین اور پرچارک بھیجے جا چکے تھے۔ خود ہندوستان کے اندر اس کے زمانہ میں یہ مذہب جس درجہ مقبول ہوا، اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے زمانہ میں اور کسی دوسرے فرقہ کا کہیں ذکر نہیں ملتا اور نہ اس بات کا کہیں پتہ چلتا ہے کہ خود راجہ بھی کسی دوسرے فرقہ کو قدردانی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لیکن ہرش کے زمانہ میں ہمیں بدھ، جین اور برہمن ہر سہ مذاہب کے فرقوں کا ذکر ملتا ہے اور خود راجہ تینوں مذاہب کی حمایت کرتا نظر آتا ہے گو بدھ مذہب کے ساتھ یہ حمایت زیادہ سرگرمی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کی یہی حمایت و قدردانی تھی جس کی وجہ سے چین اور ہندوستان میں اتنے گہرے تعلقات قائم ہو گئے اور وہ روز بروز مستحکم ہوتے گئے۔ ہیون سانگ کے ہمراہ اپنا معتمد روانہ کرنے سے پیشتر ۶۴۱ء میں اس نے ایک برہمن کو بھی بھیجا تھا جو دو سال بعد ایک چینی سفارت کے ساتھ لوٹا۔ ۶۴۶ء میں چین سے ایک اور سفارت آئی لیکن ایک ہی سال بعد چونکہ ہرش کا انتقال ہو گیا اس لئے نہ صرف یہ ہوا کہ اس کے وزیر ارجن نے اس چینی سفیر کے ساتھ اچھا برتاؤ ۴ نہیں کیا بلکہ یہ سلسلہ آمد و رفت ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا اور ہندوستان پھر باہر کی قوموں کیلئے ایک زیارت گاہ کی بجائے ان کے حملوں کا جولانگاہ بن گیا۔

جغرافیہ

قشرِ زمین کی موجودہ حالت

ہم زمین کی عمر کا کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے ہیں۔ البتہ اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ زمین لاکھوں صدیوں سے موجود ہے۔ لیکن ابتدا میں اس کی یہ حالت نہتھی جو اب ہے اور اب زمین بہت بڑا ایک ٹھوس کرہ ہے مگر زمانہ گزشتہ میں یہی کرہ آتشیں حالت میں تھا۔ علمائے جغرافیہ کا خیال ہے کہ زمین آفتاب کی ایک چنگاری ہے جو کسی غیر معلوم وجہ سے آفتاب سے اڑ کر الگ ہوگئی اور کشش باہمی کی وجہ سے خلا میں معلق ہوگئی۔ رفتہ رفتہ اس کی حرارت کم ہوتی گئی اور ہزاروں صورتوں میں تبدیل ہوتی گئی اور ایک ایسی صورت میں آگئی جسکو ہم موجودہ زمانہ میں دیکھتے ہیں باوجود ایسی حالت میں ہونے کے اس میں اتنی گرمی موجود ہے جس سے بہت سے تغیرات ہوتے رہتے ہیں مثلاً پہاڑوں کا پھٹنا ـ چشموں کا ابلنا اور زلزلوں وغیرہ کا آنا۔

زمین کے گرم ہونے کی تصدیق یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ ہم جوں جوں زمین کے اندر کا رخ کرتے ہیں درجۂ حرارت بڑھتا جاتا ہے اور ہم کو زمین کے اندر کی گرمی محسوس ہوتی جاتی ہے۔ زمین کے قشر کی تعمیر جس طرح ہوئی ہے اس کو اصطلاح میں ہم چٹانیں کہتے ہیں دنیا کے تمام حصوں میں تین قسم کی چٹانیں پائی جاتی ہیں۔ آتشیں۔ آبی اور مخلوط۔

ہماری زمین کی اکثر چٹانیں آگ کی حالت میں تھیں ایسی چٹانوں کو ہم "آتشیں چٹانیں" کہتے ہیں لیکن قشرِ زمین کی پیدایش کے ساتھ زمین پر ہر طرف پانی تھا اس لئے بہت سی چٹانیں جو آتشیں تھیں وہ پانی میں غرق ہوگئیں اور دوسری صورتوں میں تبدیل ہوگئیں ان کا ایک حصہ پانی میں حل ہوجاتا ہے اور باقی حصہ پانی کی تہ میں بیٹھ جاتا ہے رفتہ رفتہ پانی کے دباؤ سے ان کی شکل و صورت میں بہت فرق آجاتا ہے ایسی چٹانوں کو ہم "آبی چٹانیں" کہتے ہیں۔ بعض قسم کی آبی اور آتشیں چٹانیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو حرارت وغیرہ کی وجہ سے ایک دوسری شکل میں تبدیل ہوجاتی ہیں جن کو "مخلوط چٹانیں" کہتے ہیں۔

ابتدائے آفرینش میں زمین کی بالائی سطح میں کچھ نہ کچھ تبدیلیاں ہوتی رہتی تھیں لیکن قشرِ زمین کی حرارت جوں جوں کم ہوتی گئی یہ تبدیلیاں کم ہونے لگیں اور اس کی ضخامت میں فرق آتا گیا۔ سائنس کا یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ سردی سے چیزیں سکڑتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قشرِ زمین کے سکڑ جانے پر اس میں جگہ جگہ نشیب و فراز پیدا ہوگئے چنانچہ زمین کے وہ انتہائی نشیبی اور گہرے حصے جہاں پانی ہے، سمندر کہلائے اور وہ بلندیاں جو سطح ارض سے بہت زیادہ بلند ہیں پہاڑ کہلائے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ قشرِ زمین کی یہ تبدیلیاں کس طرح ظہور میں آتی ہیں اس کے متعلق اتنی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ قشرِ زمین کو تبدیل کرنے والی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک داخلی اور دوسری خارجی۔ داخلی صورت سے مراد آتش فشاں پہاڑ۔ زلزلے۔ اور ابلتے ہوئے گرم پانی کے چشمے ہیں۔ اور خارجی صورت سے مراد۔ پانی۔ بارش۔ برف۔ کہر۔ وغیرہ ہیں۔

(۱) آتش فشاں پہاڑ۔ ان پہاڑوں سے ایسے پہاڑ مراد ہیں جن کے منھ سے دھواں اور ایک ایسی سیال چیز جس کو اصطلاح میں "لاوا" کہتے ہیں نکلتی ہے۔ آتش فشاں پہاڑ اکثر سمندر کے قریب ملتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ سمندر کا پانی زمین میں جذب ہوتا رہتا ہے اور یہاں تک کہ زمین کے ان طبقات میں پہنچتا ہے جہاں زمین کی انتہائی گرمی ہوتی ہے۔ گرمی کی وجہ سے پانی بھاپ کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اور بھاپ ہر وقت زور کرتی ہے اور اوپر نکلنا چاہتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہموار زمین اوپر کو ابھر آتی ہے اور زیادہ قوت کی وجہ سے شق ہوجاتی ہے۔ اس میں سے جلتا ہوا مادہ نکلتا ہے اور بہنا شروع ہوتا ہے۔ زمین کی اس حرکت کو آتش افشانی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اگلی اشاعت میں دوسری چیزوں کا ذکر ہوگا۔

نظم

گلاب کا پھول

ہر ایک پھول سے اعلیٰ ہے یہ گلاب کا پھول کہاں چمن میں ہے اسکے کوئی جواب کا پھول
ریاضِ دہر میں نخلِ طرب آب کا پھول بجا ہے اسکو کہیں ہم اگر شباب کا پھول
کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب و تاب کا پھول

خدا نے دی ہے اسے کیا ہی خوشنما صورت عیاں ہے جس سے ہر اک اسکا جلوۂ قدرت
دلوں کو مست کئے دیتی ہے وہ نئی نکہت کہاں گلوں کو میسر یہ روپ یہ رنگت
کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب و تاب کا پھول

ہزار پھول ہیں پر سب سے یہ نرالا ہے اسی کا گلشنِ عالم میں بول بالا ہے
گلاب چین ہے سورج مکھی ہے لالہ ہے مگر گلاب کہیں مرتبہ میں اعلیٰ ہے
کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب و تاب کا پھول

چمن میں صبح کو آتی ہے جب نسیمِ بہار بلائیں لیتی ہے منہ چوم چوم کر سو بار
نثار کرتی ہے شبنم بھی گوہرِ شہوار دعائیں دیتی ہیں سب بلبلیں ہزار ہزار
کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہمنے کوئی ایسی آب و تاب کا پھول

دل و دماغ کو بو بھینی بھینی بھاتی ہے اسی شمیم سے بوئے بہشت آتی ہے
شگفتگی ہی دل کش فضا دکھاتی ہے طراوت آنکھوں میں دل میں سرور لاتی ہے
کہ بادشاہ ہے پھولوں کا یہ گلاب کا پھول
نہ دیکھا ہم نے کوئی ایسی آب و تاب کا پھول

عاد اعظم

جو لوگ کہ علم ریاضی سے دلچسپی نہیں رکھتے انکو یہ سرخی دیکھ کر گھبرانا نہیں چاہئے۔ اس مضمون میں عاد اعظم پر لیکچر نہیں دیا جائے گا۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھئے اگر ہنسی کا موقع آئے تو ضرور ہنسئے کیونکہ ہنسنے سے آدمی تندرست رہتا ہے۔

ایک مولوی صاحب تھے جنہوں نے خوش قسمتی سے منشی فاضل کا بھی امتحان پاس کر لیا تھا۔ سو ابھی ملازمت تلاش ہی کر رہے تھے کہ انہیں ایک شریف آدمی کے لڑکے کا ٹیوشن مل گیا۔ شرط یہ طے ہوئی کہ مولویصاحب کو حساب بھی پڑھانا پڑیگا۔ کہنے کو تو مولانا کہہ آئے لیکن سوچنے لگے کہ میں نے تو صرف چوتھے پانچویں درجہ تک حساب پڑھا تھا۔ نہ معلوم یہ کمبخت لڑکا کیا پوچھ بیٹھے۔ خیر دیکھا جائے گا حساب میں جمع تفریق۔ ضرب تقسیم کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ وہ میں خوب جانتا ہوں اور جانتا کیا ہوں میں نے لڑکوں کو جمع تفریق کے سوالات بھی نکلوائے ہیں۔

مولویصاحب دوسرے دن لڑکے کے گھر پہونچے۔ سردیوں کا زمانہ تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ مولانا صاحب سکڑتے ٹھٹھرتے، دانت بجاتے ہوئے لڑکے کے گھر پہونچے۔ لڑکے نے ایک انگیٹھی سے مولانا کا استقبال کیا۔ مولانا کچھ دیر تک تو خاموش رہے۔ جب ہوش و حواس بجا ہوئے تو فرمایا۔

مولانا:۔ ہاں بھئی نور الدین (لڑکے کا نام ہے) آج تم نے مدرسہ میں کیا کیا پڑھا اور ہاں پہلے تو یہ بتاؤ کونسی جماعت میں پڑھتے ہو۔

نور الدین:۔ مولویصاحب میں تیسری جماعت میں پڑھتا ہوں اور آج میں نے اردو، ہندی۔ انگریزی اور جغرافیہ و حساب پڑھا۔

مولانا:۔ حساب میں کیا پڑھا۔

نور الدین:۔ حساب میں . . . . . میں تو نام ہی بھولا جاتا ہوں۔ یہی نام ہوگا . . . . . ہاں ہاں یاد آگیا۔ عاد اعظم لیکن یہ کسطرح نکلتا ہے اور اس سے فائدہ کیا ہے

مولانا:۔ ”عاد اعظم“ مولانا نے اپنے دل میں کہا ”یہ عاد اعظم کیا بلا ہے اخوند والی مسجد میں میں چار سال تک پڑھتا رہا لیکن میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا۔ ارے بھئی برے پھنسے . . . . . ہاں ہاں یاد آیا پڑھا کیوں نہیں تھا۔ ہمارے استاد صاحب نے ایک دن مقسوم علیہ اعظم اور ذو اضعاف اقل کے قاعدے بتائے تو تھے۔ اب مولوی صاحب کو وہ مسجد کا مدرسہ جہاں تعلیم پائی تھی۔ حوض جس سے وضو کیا کرتے تھے۔ غسلخانہ جس میں غسل کیا کرتے تھے۔ مسجد کا لوٹا توڑنے پر مولوی صاحب کی مار سب کچھ یاد آگیا۔ وہ وقت بھی یاد آگیا جب مولویصاحب ایکدن پڑھنے سے بھاگ گئے تھے اور لڑکے انہیں پکڑ کے کشاں کشاں لے آئے تھے ”بھئی مدرسہ کی زندگی بھی کیا زندگی ہوتی ہے“ مولانا کے منہ سے نکل گیا۔

نور الدین:۔ مولوی صاحب آپنے یہ کیا کہا۔

مولویصاحب:۔ چونک کر . . . . . میں کیا . . . کہا . . . کچھ نہیں کچھ نہیں لاحول ولا قوۃ ہمارا دماغ بھی ہوائی جہاز سے کم نہیں کہاں کا کہاں پہنچ گیا۔

نور الدین۔ ہاں، مولوی صاحب بتائیے کہ عاد اعظم سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

مولوی صاحب:۔ ”کیا فائدہ ہوتا ہے“ تم ۳ سال سے اتنے بڑے مدرسہ میں پڑھ رہے ہو۔ اور سیکڑوں روپے خرچ کر چکے ہو۔ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

نور الدین:۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو آپ سے پوچھتا ہی کیوں ؟

مولویصاحب:۔ اچھا اگر تم مجھی سے پوچھتے ہو تو میں بتاتا ہوں کہ عاد اعظم . . . . اچھا تو کیا تمہارے استاد نے تمہیں نہیں بتایا کہ عاد اعظم سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

نور الدین:۔ نہیں یہ تو نہیں بتایا۔

مولوی صاحب:۔ اچھا تو میں بتائے دیتا ہوں۔ مولویصاحب دل میں خیال کر رہے تھے کہ منشی فاضل کا امتحان پاس کرنے اور دو ایک کتابوں کا مصنف بننے اور ایک دو بچوں کا باپ کہلانے کے باوجود میں یہ بھی نہیں جانتا کہ عاد اعظم کیا چیز ہوتی ہے۔ مقسوم علیہ اعظم تو پڑھا تھا سو وہ بھی بھول گیا لیکن یہ عاد اعظم کیا بلا ہوتی ہے۔ اب مولویصاحب نے عقل پر زور دیکر فرمایا۔

مولویصاحب:۔ عاد اعظم سے دلچسپی حاصل ہوتی ہے۔ اور دماغ مضبوط ہوجاتا

ہے - اصل میں یہ بتانا ذرا مشکل ہی کہ اس سے کیا فائدہ ہوتا ہی - آگے چل کر تم کو اس سے بہت مدد ملے گی -

نورالدین :- مولوی صاحب کیا آپ کو بھی اس سے کچھ مدد ملی -

اب مولوی صاحب خاموش تھے کیا جواب دیتے - سوچنے لگے یہ تو برا ہوا - میں نے کیا بات کہدی - میں روزانہ کرایہ انکم ٹیکس - بیوی کے حسابات - خانہ داری کے دیگر اخراجات - ان تمام چیزوں کا حساب کرتا ہوں - انمیں زیادہ تر جمع - تفریق - ضرب تقسیم کا استعمال ہوتا ہی - مجھے خوب یاد پڑتا ہی کہ میں نے عاد اعظم کا استعمال اپنی تمام عمر میں کبھی نہیں کیا "

مولوی صاحب : اچھا میاں صاحبزادے پہلے اپنے ماسٹر سے دریافت کرنا کہ عاد اعظم کس کام آتا ہے - پھر میں بتاؤں گا -

نورالدین :- بہت اچھا جناب لیکن یہ تو سمجھا دیجئے کہ عاد اعظم نکلتا کس طرح ہی

مولوی صاحب :- پہلے تم تو بتاؤ کہ تمہیں کس طرح نکلوایا گیا تھا -

نورالدین :- قاعدہ تو مجھے یاد نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ ۳ و ۶ و ۹ کا عاد اعظم ۳ ہے - اور ذو اضعاف اقل ۱۸ -

مولوی صاحب کو قاعدہ معلوم نہیں تھا - سٹ پٹائے کہ اب کیسے بتایا جائے - کہنے لگے ۳ و ۶ و ۹ - صاف ظاہر ہے کہ اس کا عاد اعظم ۳ ہی ہو سکتا ہی لیکن بیٹا جاؤ ذرا میرے لئے حقہ تو بھر لاؤ -

نورالدین تو حقہ بھرنے چلا گیا اور مولوی صاحب نے سوچنا شروع کیا -

۳ × ۶ = ۱۸ -
۱۸ ÷ ۹ = ۲

تو انکا عاد اعظم ۲ ہوا لیکن ایک کم رہ گیا - ایں . . . . یہ غلطی کیسے رہ گئی . . . . واہ واہ . . . . اب تو سمجھ گیا چھوٹے عدد سے سب سے بڑے عدد میں تقسیم دیتے ہیں - یعنی ۹ ÷ ۳ = ۳ بس یہی جواب ہی -

اچھا اگر ہمیں ۱۷ و ۴۵ و ۳۸۲ کا عاد اعظم دریافت کرنا ہی تو

۳۸۲ ÷ ۱۷ = ۲۲ ۸/۱۷ یعنی تقریباً ۲۳ ہوا

لیکن اگر ۴۵ میں ۲۲ ۸/۱۷ کی تقسیم دیں تو دو مرتبہ پورا جاتا ہی اور صرف ۱/۱۷ کی کسر رہتی ہے یعنی ۲۲ ۸/۱۷ کا دوگنا ۴۴ ۱۶/۱۷ ہوا صرف ۱/۱۷ کی کسر رہ گئی

اوہ ۱/۱۷ کا فرق تو کوئی فرق نہیں -

اچھا اب ذو اضعاف اقل نکالا جائے

۶ ÷ ۳ = ۲
۹ × ۲ = ۱۸ واہ وا یہ تو بہت جلد نکل آیا -

اچھا اب اسی قاعدے سے ۱۷ - ۴۵ و ۳۸۲ کا ذو اضعاف اقل نکالیں

۴۵ ÷ ۱۷ = ۴۵/۱۷

اور ۳۸۲ × ۴۵/۱۷ = ۱۷۱۹۰/۱۷ یعنی ۱۰۱۱ ۳/۱۷ تقریباً ۱۰۱۱ ہوا

نورالدین :- مولوی صاحب لیجئے حقہ لیجئے

مولوی صاحب منہ سے دھواں اڑا رہے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ یا الٰہی یہ کس مصیبت میں پھنس گیا -

دیکھو بھئی عاد اعظم کے نکالنے کا طریقہ تو یہ ہی کہ تمہیں کتنے ہی عددوں کا نکالنا پڑے - سب سے چھوٹے عدد کی سب سے بڑے عدد میں تقسیم دیدو پھر اس جواب کی تقسیم ہر ایک عدد میں دیکر دیکھو

مثال کے طور پر ۱۷ و ۴۵ و ۳۸۲ کا عاد اعظم نکالنا ہی تو

۳۸۲ ÷ ۱۷ = ۲۲ ۸/۱۷ یعنی تقریباً ۲۳

۴۵ ÷ ۲۲ ۸/۱۷ = ۲ اور ۱/۱۷ باقی بچے - بس ۲۳ جواب ہی - اسی طرح ذو اضعاف اقل نکالنے کا یہ طریقہ ہے کہ

چھوٹے عدد کی اس سے ذرا بڑے عدد میں تقسیم دو اور جو کچھ جواب آئے اس میں سب سے بڑے عدد سے ضرب دو

جیسے ۳ و ۶ و ۹ کا ذو اضعاف اقل ۶ ÷ ۳ = ۲
۹ × ۲ = ۱۸

دیکھو - کبھی تھوڑا سا فرق بھی پڑ جاتا ہے اس کا خیال نہیں کرنا چاہئے مثلاً ۳ و ۶ و ۹ کا عاد اعظم اس طرح نکلے گا کہ

۹ ÷ ۳ = ۳ بس یہی جواب ہی -

دوسری مثال :- ۱۷ و ۴۵ و ۳۸۲ کا ذو اضعاف اقل -

۴۵ ÷ ۱۷ = ۴۵/۱۷

۳۸۲ × ۴۵/۱۷ = ۱۷۱۹۰/۱۷ = ۱۰۱۱ ۳/۱۷ یعنی تقریباً ۱۰۱۱

نورالدین :- لیکن مولوی صاحب عاد اعظم یا ذو اضعاف اقل میں کسر تو آتی نہیں -

مولوی صاحب :- جس زمانہ میں ہم پڑھتے تھے اُسوقت تو آتی تھی ممکن ہے کہ اب کوئی نیا طریقہ ایجاد ہو گیا ہو اپنے ماسٹر سے دریافت کرنا وہ بھی میرا خیال ہے کہ یہی بتائیں گے -

مولوی صاحب پڑھا کر اپنے گھر چلے - انہیں عاد اعظم اور ذو اضعاف اقل کے ایجاد کرنیوالے پر اتنا غصہ تھا کہ اگر اُسوقت ملجاتا تو غالباً گولی ماردیتے -

ایک قیدی کی رہائی

ایک غریب بڑھیا کسی بزرگ کے پاس گئی اور کہا کہ میرے لڑکے کو روم کے بادشاہ نے قید کر لیا ہے۔ میرے پاس نہ تو اتنا روپیہ ہے کہ سپاہیوں کو رشوت دے کر قید خانے میں اپنے لڑکے کو جا کر دیکھ آؤں اور نہ کوئی سامان ہے جس کو فروخت کر کے میں کچھ روپیہ حاصل کر سکوں۔ ہاں ایک ٹوٹا پھوٹا جھونپڑا ہے اگر اسے فروخت کرکے میں کچھ روپیہ حاصل بھی کروں تو سوچتی ہوں کہ پھر کیسے ملاقات کروں گی۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ اس کے حق میں دعا فرمائیں کہ وہ اس دنیاوی عذاب سے رہائی پا جائے۔ کیونکہ مجھے اس کے بغیر نہ تو دن کو چین آتا ہے اور رات کو نیند۔ بزرگ نے بڑھیا سے کہا کہ تو جا اور میں اس معاملہ پر غور کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ بڑھیا جب چلی گئی تو اس بزرگ نے زمین کی طرف دیکھا اور کچھ لب ہلائے۔

دوسرے دن وہی بڑھیا اپنے لڑکے کو ساتھ لئے ہوئے اس بزرگ کے پاس گئی اور اس کو لاکھوں دعائیں دینے لگی اور یہ بھی کہا کہ میرے لڑکے کی رہائی کا قصہ عجیب وغریب ہے وہ خود آپ سے بیان کرنا چاہتا ہے۔

لڑکے نے کہا کہ میں قیدیوں کی جماعت میں بادشاہ روم کے سامنے کھڑا تھا کہ اس نے اپنے ایک فوجی افسر کی خدمت پر مجھے مامور کیا۔ میں اس کی خدمت کرنے لگا۔ وہ روزانہ جنگل کی طرف جایا کرتا اور مجھے بھی اپنے ساتھ لیجاتا میرے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں کل کا قصہ ہے کہ میں شام کے وقت اپنے آقا کے ساتھ جنگل سے واپس آرہا تھا کہ یکایک میرے پیروں کی بیڑیاں کھل کر زمین پر گر پڑیں۔ محافظ جو میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا، چیخا اور میرے آقا (یعنی فوجی افسر) کو جو آگے آگے جارہا تھا، آگاہ کیا۔ فوجی افسر یہ بات دیکھ کر بہت خفا ہوا اور لوہار کو بلوا کر کھلی ہوئی بیڑیاں پھر میرے پیر میں ڈلوادیں۔ دو چار قدم چلا تھا کہ پھر بیڑیاں خود بخود کھل کر زمین پر گر پڑیں۔ فوجی افسر اور محافظ اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور مجھ سے سوال کیا کہ تیرے والدین زندہ ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ باپ تو عرصہ ہوا مر گئے ہیں لیکن ماں جو بالکل ضعیف ہو گئی ہے، زندہ ہے۔ فوجی افسر نے کہا کہ یہ اسی کی دعا کا اثر ہے اب یہ ممکن نہیں کہ خدا کی رہا کی ہوئی چیز کو ہم قید میں رکھیں۔ بادشاہ روم نے جب یہ قصہ سنا تو مجھے رہا کر دیا۔

بزرگ نے کہا کہ کل اسی وقت میں نے تیرے حق میں رہائی کی دعا کی تھی اور وہ قبول ہوگئی۔

بڑھیا اس بزرگ کو دعائیں دیتی ہوئی خوشی خوشی اپنے گھر پہونچی۔ خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے بیٹے کی پاک کمائی پر گزر بسر کرنے لگی۔

انعامی معمہ

مندرجہ بالا معمہ میں جو جو الفاظ ترکیب پاتے ہیں انکا مفہوم اور معنی معمہ کے دائیں بائیں جانب درج ہیں :-

ترکیب الفاظ دائیں سے بائیں کو

۱= سچائی سیدھا
۲= ہے -
۱۳= ارمان -
۱۵= تانتا -
۴۳= "نقلی" کی ضد
۶= ضمیر صیغۂ واحد مخاطب
۱۲= رحمت کیا گیا -
۴۴= ایلچی -
۵= جادو -
۱۱= مہمان کی خاطر و مدارات کا نام -
۴۵= (مقلوب) مردہ
۴۶= "لیلیٰ" کا ناکام عاشق -
۱۰= بوجھ -
۵۱= پھر، شکرا -
۴۸= ایک ہندسہ
۴۹= مریض -
۹= سانپ -
۴۷= نیند -
۵۰= عشوہ -
(۱۹)=
۵۲= گوشت
۲۱= اجاڑنا -
۵۳= دال مسور -
۲۳= ایک عدد
۵۴= توت -
۵۵= بند - حبس -
۵۶= نوع -
۵۷= شہرت رکھنے والا -
۵۸= جھکا ہوا -
۵۹= ایک حرف مقطعہ قرآن مجید -
۲۸= تیسرا -
۶۰= پانی لادنے کی شے -
۳۰= بیمار کی پرسش -
۶۱= محل -
۳۳= بجلی -
۳۶= خطا -
۶۲= انگریزوں کی ٹوپی -
۶۳= بوستاں -
۶۴= پرہیز -
۳۸= انگور -
۳۹= جنت کی حسین عورت -
۴۰= متحرک تصاویر کا تماشہ
۶۵= ہوائی جہاز -
۶۶= ایک ہندسہ -
۴۲= پانے -
۶۷= گول -
۴۱= زمانہ -
۶۸= ایک نفیس کپڑا (مقلوب)
۶۹= جنت -
۷۱= ایک عدد -
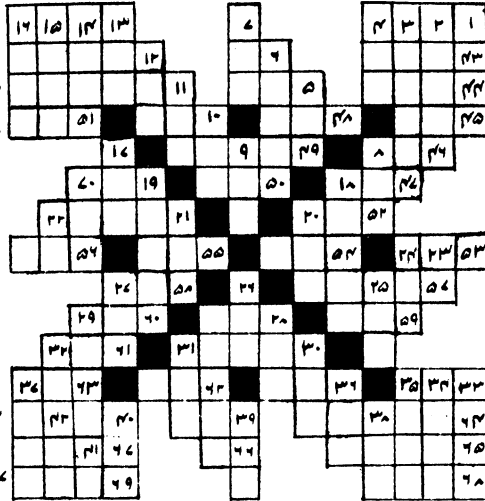
ترکیب الفاظ اوپر سے نیچے کو

۱= سچائی، سیدھا
۲= نیک صوفی لوگ -
۳= ایک مشہور پیغمبر جن کی خاتم "مشہور ہے
۴= پرانے زمانہ کا آلۂ حرب -
۴۳= ہے -
۵= ایک پھل -
۶= اچھائی بیان کرنا -
۷= ڈھنگ -
۸= پہلا -
۹= کمینہ -
۱۰= شکرا -
۱۱= سانپ -
۱۲= بیوی کا دین جو شوہر پر عاید ہوتا ہے -
۱۳= شرف دیا گیا -
۱۴= بادل -
۱۵= اشکباری -
۱۶= پہچان -
۱۷= بال -
۱۸= رنجیدہ -
۱۹= ایک میوہ -
۲۰= شرم -
۲۲= سانس -
۲۴= دور -
۲۵= لالچ -
۲۶= علم
۲۷= حسد -
۲۸= چاندی -
۲۹= مختار، کام کرنے والا -
۳۰= ایشیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما -
۳۱= آلۂ حرب و شکار -
۳۲= جیب -
۳۳= غلط -
۳۴= لعنت کیا گیا -
۳۵= قتل کرنا (کثرت)
۳۶= مرتبہ -
۳۷= برباد -
۳۸= ملایم -
۳۹= شوکت دبدبہ -
۴۰= زہر (آخر حرف قطع کرکے) -
۴۱= ایک عدد -
۴۲= چوہا -

نوٹ :- حل ارسال کرتے وقت حسب ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے :-

(۱) حل یا تو نقشہ میں حرف کی خانہ پری کرکے بھیجے جائیں یا نمبر دیکر الفاظ کی فہرست بالترتیب بھیجی جائے -

(۲) ہر حل کے ہمراہ ار کا ٹکٹ ملفوف آنا چاہیئے -

(۳) تمام حل م - ب ممتاز بیگم صاحبہ مارہروی - محلہ کمبوہ - مارہرہ ضلع ایٹہ کے پتہ پر ارسال کئے جائیں -

(۴) حل کے ساتھ اپنا پتہ واضح طور پر لکھا جائے -

انعام :- اس حل پر چار انعام اور چار تحفے دیئے جائینگے - آٹھ سے زیادہ صحیح حل پر فیصلہ قرعہ اندازی سے ہوگا یعنی پہلے آٹھ نام قرعہ سے لے لئے جائینگے اور پھر ان میں سے اول چار کو انعام اور آخر چار کو تحفے ارسال ہونگے -

میعاد : حل اس معمہ کی اشاعت کے مابعد ایک ماہ کے اندر وصول ہونے چاہئیں - فقط -

اُردو کی منتخب کتابیں

سیر المصنفین

از مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا وکیل غازی آباد۔ ادب اُردو میں یہ بالکل پہلی اور قابل قدر کتاب ہے۔ ابتدا سے اُردو نثاروں اور مصنفین کا یہ ایک دلچسپ تذکرہ ہے جو بڑی محنت و کاوش اور خوش ترتیبی اور سلیقہ سے لکھا گیا ہے۔ حالات کے ساتھ اُردو زبان کے مختلف زمانوں اور دوروں کی تبدیلیوں اور ترقیوں کا بھی دلچسپ انداز میں ذکر ہے۔ مصنفوں کی تحریروں کے نمونے کتاب کی دلچسپی بڑھا دیتے ہیں۔ یہ کتاب داخل نصاب ہونے کے قابل ہے۔ جس طرح آبحیات اُردو شاعری کی تاریخ ہے۔ یہ اُردو نثاری کی سرگذشت ہے۔ قیمت حصہ اول ؎ م۔ حصہ دوم ؎

ہماری شاعری

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی کا وہ مشہور مضمون جو عام طور پر بہت مقبول و مشہور ہوا۔ اب مع اضافوں کے کتابی صورت میں چھپا ہے۔ پوری کتاب بڑے اہتمام و دیدہ زیبی کے ساتھ دو رنگوں میں چھاپی گئی ہے۔ اُردو شاعری پر یہ ایک مبسوط و مکمل تصنیف ہے اور قابل دید ۲۰۰ صفحات۔ کپڑے کی خوشنما جلد۔ قیمت ؎

ایشیائی شاعری

مولوی سید امجد علی صاحب اشہری کی یہ وہ معرکۃ الآرا تصنیف ہے جو مسلم اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے سلسلۂ شعبہ علمی کی ایک قابل قدر کڑی ہے۔ اُردو شاعری پر یہ ایک اچھی کتاب ہے جس میں بڑی نفیس زبان استعمال کی گئی ہے اور بڑی مفید و کارآمد باتوں کا ذکر ہے۔ شاعری پر بہت خوب چیز ہے ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۱۳۶۔ اور قیمت صرف عہ

محشر خیال

سجاد علی انصاری مرحوم وکیل بارہ بنکی کے چند بے حد دلکش ادبی و اصلاحی مضامین کا مجموعہ نادر جو صرف ڈھائی سو چھپا تھا۔ اب چند کاپیاں باقی ہیں چونکہ اسے مرحوم کی جوانمرگی کی یادگار کے طور پر شائع کرنا تھا اسلئے بڑے اہتمام اور نفاست سے چھپا ہے اور جلد پر سنہرے حروف میں نام تحریر ہے۔ ان کے مضامین میں خاص ندرت ادیب اور کلام میں خاص کیف و بلند خیالی اور جذبات نگاری ہوتی ہے۔ آخر میں تھوڑا سا مجموعہ غزلوں اور نظموں کا ہے۔ قیمت ؎

تمنائے وید

اخلاق، تمدن اور معاشرت پر بے حد دلکش انداز اور دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں بعض ضروری مسائل زندگی۔ از جناب سجاد مرزا بیگ مرحوم ۱۵۰ صفحات قیمت صرف دو روپے (عمہ)

رنج و راحت

جناب آفتاب عمر صاحب برادر مسٹر ظفر عمر نے یہ ناول بڑی کامیابی کے ساتھ لکھا ہے۔ ظفر عمر صاحب کی کتابیں جس درجہ مقبول ہوئیں سب جانتے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس کتاب کو پڑھیں گے تو کسی طرح کم نہ پائیں گے۔ اس میں غدر کی تباہی عام انتشار۔ مضطرب زندگی کا ہو بہو نقشہ ہے۔ ایک دردانگیز کہانی ہے۔ ایک ہندوستانی بی بی اور ان کی بیٹی کے شریفانہ کارنامے ہیں۔ غرض یہ کتاب ناول بھی ہے اور عبرت کا نصیحت خیز مرقع بھی۔ قیمت صرف عہ

جورِ فلک

مشہور و معروف انگریزی ناول ایسٹ لین کا دلکش سلیس اُردو ترجمہ از پروفیسر انعام اللہ خاں علیگڑھ۔ تین حصوں مجموعی تعداد صفحات ۱۲۶۶ نفیس طباعت اور قیمت صرف عہ

ملنے کا پتہ

منیجر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دھلی

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا

پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

نرخنامہ چندہ

سالانہ ۶ر

ششماہی عہ

فی پرچہ ۱ر

نرخنامہ اشتہار

فی صفحہ ۱۰ر

نصف صفحہ ۵ر

چوتھائی صفحہ ۳ر

پیامِ تعلیم

ایڈیٹر:- سعید انصاری، بی اے (جامعہ)

جلد ۶ | ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۲۶ء | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان

اسمبلی کے حادثۂ بم اور لاہور کے کارخانہ بم سازی میں تعلق پیدا کرنے کی پولیس نے انتہائی کوشش کی لیکن اس کی تمام مساعی ناکام رہیں، ملزمین ارتکاب جرم کا اقرار کرتے ہیں اور یہ وجہ پوچھنے پر کہتے ہیں کہ وہ موجودہ حکومت کے باعث زندگی سے تنگ آچکے ہیں۔

تازہ اطلاع مظہر ہے کہ پولیس مقدمہ تیار کر چکی ہے مزید شہادت نہ لیگی، اور سماعت مقدمہ مئی کے پہلے ہفتہ میں ہوگی پولیس بیانات زیر دفعہ ۳۰۷ تعزیرات ہند کرنا چاہتی ہے، سماعت مسٹر پول اے ڈی ریم کی عدالت میں ہوگی۔

پنڈت مالوی بنارس یونیورسٹی کے لئے فراہمی سرمایہ کی غرض سے برار تشریف لے گئے ہیں، پنڈت جی کا یہ دورہ صوبہ برار میں پہلی بار ہوگا توقع ہے کہ پنڈت جی بہت کامیاب ہوں گے، ضمناً کانگریس کے کاموں پر بھی آپ کی توجہ ہے چنانچہ برطانوی مال کے بائیکاٹ اور کھدر کی ترویج پر ہندو سبھا اور آریہ سبھا کے جلسہ میں تقریر فرمائی،

عرصہ ہوا حکومت ہند نے ایک مجلس حاجیوں کی تکالیف کی تحقیقات کے لئے بنائی تھی، چنانچہ اب ابتدائی کام اس مجلس کا شروع ہوگا، اس مجلس نے بمبئی کی مقامی حج کمیٹی اور راحت رسانی حجاج کی امداد سے آئندہ چند روز تک نگرانی کرنے کا انتظام کیا، نیز حجاج کی روانگی بمبئی میں ان کے سامان کا انتظام مسافر خانوں، وبائی امراض سے محفوظ شیڈ اور حجاج کے کیمپ کے واسطے محفوظ جگہ وغیرہ کا انتظام کیا، اب عنقریب یہ مجلس ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ کرے گی اور زبانی شہادتیں لے گی تاکہ آئندہ حاجیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو سکے۔

ممالکِ غیر

افغانستان کے متعلق جو تازہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں سنسنی خیز ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ کابل کے نزدیک ایک سخت جنگ ہوئی، جس میں طرفین کے کافی آدمی کام آئے۔ اور سردار علی احمد جان کو قندھار میں قید کر دیا گیا، یہ بھی خبر ہے کہ جنرل نادر خاں نے بچہ سقہ کو الٹی میٹم دیا ہے کہ وہ اطاعت بالکل غیر مشروط طور پر قبول کرے۔ لیکن اطاعت قبول کرنے کی بجائے بچہ سقہ نے ہوائی جہازوں کے ذریعہ اشتہارات تقسیم کرائے ہیں کہ جو جنرل نادر خاں کا سر لائے اس کو کافی سے زیادہ انعام دیا جائے گا۔

پشاور سے ایک تازہ خبر آئی ہے کہ بچہ سقہ گذشتہ جمعہ کو نماز کے بعد اپنی فوج کا جائزہ لے رہا تھا کہ ایک سپاہی نے اس پر فیر کیا، گولی پہلو سے پار نکل گئی، وہ بے ہوش ہو گیا، محل میں پہونچایا گیا، خیال ہے کہ جاں بر نہ ہو سکے گا۔

میرٹھ کے ملزمین کے خلاف تقریباً ہر آزاد خیال جماعت گورنمنٹ کے رویہ پر اظہار نفرت کرتی ہے چنانچہ ہندوستان اور دوسرے ممالک کے آزاد طبقہ کو چھوڑ کر ایک تازہ ترین اطلاع لندن سے آئی ہے کہ وہاں کے قوم پرستوں پر اس کا کافی اثر ہے، چنانچہ ۱۵ر اپریل کو یہ جماعت ٹریفالگر سکوئر میں ایک مظاہرہ کرے گی جس میں ہندوستان کی گرفتاریوں کے خلاف احتجاج کیا جائے گا۔

چین کا جدید محکمۂ تعلیم

چین کے حالات اور بالخصوص اس کے تعلیمی حالات سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ ہماری جامعہ کے ایک چینی طالبعلم نے یہ حالات ایک چینی اخبار سے ترجمہ کرکے ہمیں عنایت کئے ہیں (ایڈیٹر)

چین کی قومی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز ہے، جو یکم اکتوبر ۱۹۲۷ء سے قوم پرور حکومت کی سرپرستی میں نانکنگ مقام پر قایم ہوا ہے۔ اس میں اور سابق تعلیمی محکمہ پیکنگ کے درمیان جو سب سے بڑا فرق ہے وہ یہ ہے کہ آخر الذکر تو صرف علمی تعلیم کا مرکز تھا، نہ کہ ذہنی، اور اول الذکر دونوں پر مشتمل ہیں۔ اس نئے تعلیمی محکمہ کے قائم کرنے کے بعد نانکنگ کی جو تعلیمی ایکزیکیوٹیو کونسل تھی، وہ اس نئے تعلیمی محکمہ کے ساتھ شامل کردی گئی۔ اس کا صدر چیائی یان پے (Chai-Yan-Pai) ہے جو تعلیمی ایکزیکیوٹیو کونسل کا ایک ممتاز رکن تھا اور جس نے چین کی طرف سے حال میں ہندوستان کے ممتاز سائنس دان بوس کی یوم سالگرہ کے موقع پر مبارک باد کا تار ارسال کیا تھا۔ اس محکمہ کا مستقر اتفاق رائے سے نانکنگ قرار دیا گیا ہے اور اس کی تمام کارروائی یکم اکتوبر ۱۹۲۷ء سے شروع ہوتی ہے۔ اس تعلیمی محکمہ کے پانچ شعبے ہیں۔

(۱) یونیورسٹی ایجوکیشنل کمیشن۔ اس کا کمشنر تعلیمی محکمہ کا صدر ہوگا، اس کمیشن میں متعدد ممبر ہوں گے جو ہر محکمہ کے صدر، یونیورسٹی کے چانسلر اور اجنبی علما میں سے انتخاب کئے جائیں گے۔

(۲) صدر کے دفتر میں مختلف کام کرنے کے لئے مختلف کمیٹیاں مقرر کی جائینگی، جو ایک سکریٹری اور چند ممبران پر مشتمل ہوں گی اور جن کا ایک جنرل سکریٹری ہوگا۔

(۳) اس محکمہ کے ماتحت ایک ایکزیکیوٹیو ایجوکیشنل کمیٹی مقرر کی جائے گی جس کے ماتحت بہت سی شاخیں ہوں گی اس کے علاوہ ایک خاص ادارہ قایم کیا جائے گا یہ ادارہ ان امور و معاملات کا ذمہ دار ہوگا جس کا چین کی کسی یونیورسٹی یا اس کے ماتحت کالج یا ملحقہ مدارس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

(۴) ایک دار التحقیق ہوگا اور اس کے علاوہ کچھ علمی انجمنیں قایم کی جائینگی دار التحقیق کے کام شروع ہونے کے ساتھ دیگر علمی اداروں کے کام بھی شروع ہو جائیں گے۔ ان علمی اداروں میں مزدوروں کا کالج ہے جس میں ایسے غریب طلبا رہتے ہیں جن کے پاس اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، ان کے سارے اخراجات کالج برداشت کرتا ہے گا اور وہ اس کالج میں تین یا چار گھنٹے کام کرتے ہیں، اسی کے ساتھ وہ اپنی تعلیم بھی جاری رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ قومی کتب خانہ، قومی عجائب خانہ، قومی ادارہ برائے نمائش فنون لطیفہ، رصدگاہ وغیرہ وغیرہ، اس کے علاوہ ایک مجلس برائے انتظام اوقات وقت بھی ہے جس کے ماتحت وقت سے متعلق تمام امور ہیں اس مجلس نے ابھی حال میں ایک جنتری تیار کی ہے ملک میں استعمال کرنے کے لئے حکومت نانکنگ نے اعلان کیا ہے کہ وقت سے متعلق دوسرے امور مثلاً دوپہر میں توپ کا چھٹنا گیس کو عمدہ طور پر استعمال کرنا، بجلی کی بتیوں کا وقت پر روشن کرنا، وغیرہ وغیرہ اس کے زیر انتظام ہوں گے۔

(۵) مذکورہ بالا چار شعبوں کے علاوہ، ایک خاص شعبہ اور قایم کیا ہے جس کے ماتحت اس قسم کے تمام کام ہیں مثلاً تعلیمی فنڈ جمع کرنا، تعلیمی حالات کی تحقیق کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

کتب درسی کی تحقیقات کے قواعد

جس وقت یہ نیا تعلیمی محکمہ زیر حکومت نانکنگ قایم ہوا اس وقت چین کی تمام یونیورسٹیوں، کالجوں، اور اسکولوں میں جتنی درسی کی کتابیں تھیں ان کی تحقیقات کرنے کے لئے ایک عام حکم تعلیمی کمیشن کی طرف سے صادر ہوا اس محکمہ نے درسی کتابوں کی تحقیق کے لئے ۱۸ دستور اساسی مقرر کئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) ابتدائی اور ثانوی اسکولوں کی درسی کتابیں بجز قومی تعلیمی کمیشن کی تحقیق کے کسی اسکول کے نصاب میں داخل نہیں ہوسکتیں، لیکن قبل اسکے

کہ کسی تحقیق کی ہوئی کتاب کا اعلان ہو، وہ کتابیں جو اس وقت اسکولوں میں استعمال کی جاتی ہیں اس حکم سے خارج ہیں۔

(۲) تعلیمی کمیشن کی رائے میں وہ کتابیں استعمال نہیں کرسکتا، اور اس کی اشاعت بھی ممنوع ہے (۳) ہر اسکول میں جتنی درسی کتابیں ہیں، اگر تعلیمی کمیشن نے اس کے اندر کوئی نقص یا نامناسب بات پائی تو شائع کرنے والے کو اطلاع دی جائے گی کہ اس کی نظر ثانی اور اصلاح کرے، اور اگر معین مدت میں اس کی اصلاح نہ ہوئی تو وہ کتاب استعمال اور اشاعت کے لئے قانوناً روک دی جائیگی (۴) تحقیق کی ہوئی کتابیں اگر قومی اصول کے خلاف نہ ہوں اور تعلیم کے مقصد، معیار اور نظام کے مطابق نہ ہوں تو وہ قابل استعمال سمجھی جائے گی (۵) درسی کتابیں دو قسم کی ہوں گی ایک طالب علم کے لئے اور دوسری اساتذہ کے لئے شائع کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ تحقیق کرنے کے لئے درخواست دیتے وقت اس امر کی صراحت کردے (۶) ہر وہ کتاب جس کی تحقیق کرنے کے لئے تعلیمی کمیشن کے پاس درخواست دی جائے، شائع کرنے والے کو چاہیئے کہ اس کے دو نسخے کمیشن کو بھیجے، خواہ وہ مطبوعہ ہوں یا غیر مطبوعہ، لیکن اگر غیر مطبوعہ ہوں تو چند اوراق کتاب کے کاغذ اور طول و عرض کے نمونہ کے لئے چھاپ کر بھیجے، اگر کوئی ایسی کتاب ہو جو پوری نہ ہوئی ہو، یا جس کی قیمت مقرر نہ ہوئی ہو تو وہ کتاب تحقیق کرنے کے لئے منظور نہ کی جائے گی (۷) اگر کسی شائع کرنے والے نے تحقیق شدہ یا زیر تحقیق کتابوں کے مضمون کو کچھ تبدیل کردیا تو اسے دوبارہ تحقیق کے لئے درخواست کرنی ہوگی (۸) اگر تحقیق ہونے والی کتابوں میں کسی اصلاح کی ضرورت ہو تو تعلیمی کمیشن شائع کرنے والے کو اطلاع دیگا، اور اسے نظر ثانی کے ماتحت اصلاح کرنی ہوگی، جس کی مدت چھ مہینے مقرر کی گئی ہے اس چھ مہینے کے بعد کوئی درخواست قبول نہ کی جائے گی (۹) تحقیق شدہ کتابوں کے متعلق تعلیمی کمیشن کی طرف سے مندرجہ ذیل اعلان ہوا کریگا۔

(۱) کتاب کا نام (ب) اشاعت اور صفحہ کی تعداد (ج) قیمت، (د) کس قسم کے اسکول کے لئے ہے، (ہ) اشاعت کی تاریخ مع سنہ (و) مصنف اور شائع کرنے والے کا نام (۱۰) اگر کسی اعلان شدہ کتاب کے اندر مذکورہ بالا امور میں کسی قسم کی تبدیلی کرنی ہو تو دوبارہ تحقیق کرنے کے لئے درخواست بھیجنا ہوگی، ورنہ وہ کتاب بغیر تحقیق شدہ سمجھی جائیگی (۱۱) تحقیق شدہ کتابوں میں اگر جملے گھٹانے بڑھانے ہوں، یا کاغذ تبدیل کرنا ہو، یا مضمون وغیرہ بدلنا ہو، یا طول و عرض کم و بیش کرنا ہو، تو بغیر تعلیمی کمیشن کی دوبارہ تحقیق کے وہ کتاب کارآمد نہ ہوگی (۱۲) کتابوں کی تحقیق کرنے کے بعد اگر ملک کی حالت میں تبدیلی واقع ہوئی اور اس وقت کتابوں کے اندر کوئی نقص یا نامناسب بات نظر آئی تو تعلیمی کمیشن فوراً شائع کرنے والے کو اطلاع دے گا کہ تین مہینے کے اندر وہ نظر ثانی یا اصلاح کی غرض سے درخواست دے ورنہ تحقیق کی سند منسوخ سمجھی جائے گی (۱۳) تحقیق شدہ کتابوں کو ایک معقول وقت تک استعمال کرنے کے بعد اگر تعلیمی کمیشن موجودہ زمانہ کے لئے انھیں نامناسب سمجھے تو تحقیق کی سند منسوخ ہوجائے گی، لیکن یہ کارروائی تعلیمی سال شروع ہونے سے تین مہینے پیشتر شروع ہوگی (۱۴) جن کتابوں کی سند منسوخ کردی گئی ہو، وہ کسی اسکول کے نصاب میں داخل نہیں ہوسکیں گی (۱۵) جو تحقیق شدہ کتابیں ہیں، انکی پشت پر تحقیق سند اور اس کا نمبر درج کرنا ہوگا، اور ان پر طالب علم یا اساتذہ کے لئے خاص نشان کرنا ہوگا (۱۶) اس تحقیق دستور اساسی کے اعلان ہونے کے بعد جو کتابیں شائع نہ ہوئی ہوں، وہ بغیر تعلیمی کمیشن کی تحقیق کے شائع نہیں ہوسکتیں (۱۷) تحقیق شدہ کتابوں کے جو شائع کرنے والے ہیں ان کو چاہیئے کہ قبل شائع کرنے کے، کتاب کی قیمت سے دس گنی فیس تعلیمی کمیشن میں داخل کریں، اور اگر شائع ہونے والی چیز کسی لٹکنے والی تصویر کے قسم کی ہو، تو اس صورت میں صرف قیمت سے دوگنی فیس ادا کرنی ہوگی، (۱۸) اس دستور اساسی پر اعلان کی تاریخ سے عمل کیا جائیگا۔

ابتدائی درسی کتابوں کا معیار تحقیق

حکومت نانکنگ کے ماتحت جو تعلیمی کمیشن ہے، اس نے یہ طے کیا ہے، کہ ابتدائی مدارس کی درسی کتابوں کے تحقیق کرنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کا لحاظ کیا جائے گا، :- (۱) مواد کی حقیقت :-

اصلاح کے متعلق :- ا- ارتقاء یا ترقی کا امکان ہو، نہ کہ تنزل یا انحطاط کا، توسیع خیال ہو، نہ کہ تحدید، ۳- غریبوں کے نقطۂ نظر سے ہو، نہ کہ دولتمندوں کے، ۴- قومیت کے مطابق ہو، نہ کہ اس کے خلاف،

سوسائٹی کے متعلق ہو :- ا- زندگی کی ضروریات سے متعلق ہو،

۲ - عملی زندگی کے مطابق ہو، نہ کہ تخیلی ۳ - تمام ملک والوں کے نزدیک قابل قبول ہو، نہ کہ کسی ایک مقام یا جماعت کے، ۴ - جماعتی زندگی کے لئے مسرت بخش ہو، نہ کہ انفرادی زندگی کے لئے امکان رنج وغم کا باعث، ۵ - سوسائٹی کی بری عادت کی مصلح ہو، نہ کہ باقی رکھنے والی، ۶ - عوام کی زندگی کے اصول پر ہو، نہ کہ شخصی زندگی کے، ۷ - تبادلہ اعانت کے جذبات پیدا کرنے والی ہو، نہ کہ خود غرضی کے،

تربیت ذہنی کے متعلق: - بچوں کی ذہنی تربیت درجے کی تربیت پر مبنی ہو، نہ کہ جوانوں کے، ۲ - بچوں کے تجربے سے متعلق ہو، نہ کہ ان کی سمجھ سے باہر، ۳ - تادیب کی حیثیت سے ہو، نہ کہ حکم یا امر کی صورت میں، ۴ - مفہوم جامع ہو، نہ کہ منتشر، ۵ - سلیقے اور سادگی کی تعلیم ہو، ۶ - زمانہ کے مطابق ہو،

تصنیف کے متعلق: - ۱ - بچوں کے ذوق کے مطابق اور دلچسپ ہو، نہ کہ خشک اور بے مزہ، ۲ - کلام کا مفہوم اعضاء وجوارح سے ظاہر کرنے کے قابل ہو، ۳ حقیقی واقعہ کے مطابق ہو، نہ کہ تخیلی،

(ب): - مواد کا انتظام: -

جملے کے متعلق: - ۱ - جملہ کم عمر بچوں کے تلفظ کے مطابق ہو، ۲ - جملہ کا چھوٹا یا بڑا ہونا بچوں کی لیاقت کے مطابق ہو، ۳ - زبان ملک کی عام مروجہ ہو، نہ کہ مقامی یا خاندانی، ۴ - جملہ کے تلفظ میں آسانی ہو، نہ کہ دقت،

قصہ کے متعلق: - ۱ - سرخی ایسی شاندار ہو جو بچوں کے نزدیک قابل توجہ ہو، ۲ - خاکہ ایسا جامع ہو جو تمام مفہوم پر حاوی ہو،

حرف استعمال کرنے کے متعلق: - ۱ - روزمرہ کے لئے ضروری ہو، نہ کہ نادر وغیر مستعمل، ۲ - سبق میں نیا حرف کم ہو، ۳ - نئے حرف کا رکھنا بچوں کی لیاقت کے مطابق ہو، ۴ - ہر سبق کے نئے حروف میں کم وبیش کی خرابی نہ ہو، ۵ - دلچسپی کی باتیں زیادہ ہوں بہ نسبت اصلی مطالب کے،

تصویر کے متعلق: - ۱ - مطلب صاف ظاہر ہو، ۲ - تصویر سیدھی سادی اور حقیقی ہو، ۳ - تصویر مناسب مقام پر رکھی گئی ہو، ۴ - تصویر کے ہر عضو و جز اصل شے کے مانند ہو، ۵ - رنگ تازہ اور خوش نظر ہو،

دیگر امور کے متعلق: - ۱ - کتاب کی پشت پر کتاب کے متعلق کوئی قابل توجہ رنگین تصویر ہو، ۲ - سرورق پر سن یا ٹ سین کی تصویر ہو، ۳ - کتاب کا کاغذ سفید، مگر چمکدار نہ ہو، کتاب کے جز اور صفحے تعلیمی مدت کے مطابق ہوں، ۵ - کتاب کی قیمت حتی الامکان کم رکھی گئی ہو، کتاب میں اشاعت صحیح تاریخ مع سنہ درج ہو، ۷ - اول اشاعت . . . . دوسری اشاعت . . . . نظر ثانی کے ہونے کے متعلق صاف بیان درج ہو، ۸ - حقیقی مصنف کا نام درج ہو، ۹ - کتاب سے بے تعلق تصویر یا نوٹس کتاب کے اندر نہ رکھا ہو،

مندرجہ بالا بیانات سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے چین کی تعلیم کا معیار مختلف تھا، کوئی ذہنی کوئی عملی کوئی جماعتی، کوئی انفرادی، غرضکہ ایک نقطہ کے اوپر نہیں تھا، اس وجہ سے کہ جب چین میں شاہنشاہ کا زمانہ تھا، تو اس وقت ملکی، قومی، اور سیاسی جتنے امور و معاملات تھے، سب کے سب چند افراد پر منحصر تھے، اور جب تک وہ لوگ رہتے، چین ایک زبردست سلطنت سمجھی جاتی، اور جب وہ فنا ہو گئے، تو ملک میں تنزل آیا اور آہستہ آہستہ اس قدر پستی میں آگیا جس کے نتیجے آپ کے سامنے ہیں، اس بنا پر چین میں جب سے جمہوریت قایم ہوئی ایک جماعت دوسری جماعت سے مخالفت کرتی تھی، ایک صوبہ کے لوگ دوسرے صوبہ کے لوگوں سے لڑتے تھے اور اسی وجہ سے خانہ جنگی برابر ہوتی تھی، لیکن جب قوم پرور جماعت تمام قوتوں پر غالب آئی، تو انھوں نے یہ خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ملک میں پھر خانہ جنگی چھڑ جائے، اس لئے انھوں نے ملک کی اصلاح کے لئے جو پہلا قدم اٹھایا وہ یکساں تعلیم اور ہمخیال تعلیم کی ایک اسکیم تیار کی، جس کی رو سے یہ نیا تعلیمی محکمہ قایم ہوا اور اس وقت ملک میں مساوات کی تعلیم دینے کے لئے جدوجہد کر رہا ہے، تاکہ ایک ہی قسم کے لوگ پیدا ہوں، اور اپنے ملک کو ترقی دے سکیں، قوم پرور جماعت کی اس اسکیم کا جو نتیجہ ہوگا، غالباً قارئین کرام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے،

مذہب

راست گوئی

قرآن کریم:-

۱- وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا

۲- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

۳- لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ

۱- اللہ سے بڑھ کر کون باتوں کا سچا ہے۔

۲- اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

۳- تاکہ اللہ بدلہ دے سچوں کی سچائی کا۔

احادیث:-

۱- عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ

۲- الصِّدْقُ طُمَأْنِينَةٌ

۳- لَا يَسْتَقِيمُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَسْتَقِيمَ [illegible] وَلَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتّٰى يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ

۴- عَلَيْكَ بِالصِّدْقِ وَإِنْ ضَرَّكَ وَإِيَّاكَ وَالْكَذِبَ وَإِنْ نَفَعَكَ

۱- سچائی کے پابند ہو، بیشک سچائی نیکی کی رہنما ہے، اور نیکی جنت کی رہنما ہے۔

۲- سچائی دل کی چین ہے۔

۳- اسوقت تک کوئی ٹھیک نہیں ہوسکتا جبتک اسکا دل ٹھیک نہ ہو، اور دل نہیں ٹھیک ہوتا جب تک زبان ٹھیک نہ ہو۔

۴- سچ ہی بولو چاہے تمکو نقصان ہو، اور جھوٹ سے بچو، چاہے تمھیں فائدہ ہو۔

امثال وحکم:-

۱- صِدْقُ الْمَرْءِ نَجَاتُهُ

۲- نَضْرَةُ الْوَجْهِ فِي الصِّدْقِ

۳- عَيٌّ صَادِقٌ خَيْرٌ مِنْ بَلِيغٍ كَذَّابٍ

۴- لَوْ صُوِّرَ الصِّدْقُ لَكَانَ أَسَدًا يَزْأَرُ وَلَوْ صُوِّرَ الْكَذِبُ لَكَانَ ثَعْلَبًا يَرُوغُ

۵- اَلْمَوْتُ مَعَ الصِّدْقِ خَيْرٌ مِنَ الْحَيَاةِ مَعَ الْكَذِبِ

۱- سچ بولنا انسان کی نجات ہے۔

۲- چہرے کی بشاشت سچ سے ہے۔

۳- سچا لکنت کرنے والا بہتر ہے۔ چرب زبان جھوٹے سے۔

۴- اگر سچ کی صورت بنائی جائے تو وہ ایک دلیر شیر ہو اور اگر جھوٹ کی صورت بنے تو وہ ایک چالباز لومڑی ہو۔

۵- سچ پہ مرجانا بہتر ہے جھوٹ کے ساتھ زندہ رہنے سے۔

سائنس

سورج اور ہوا کی نیرنگیاں

دنیا کی اکثر حیرت انگیز باتیں چند چیزوں کے باہمی اشتراک عمل سے پیدا ہوئی ہیں اور عناصر قدرت کے بعض بڑے اور چھوٹے اشتراک عمل سے زیادہ دنیا کی کوئی چیز حیرت انگیز نہیں ہے۔ ان میں غالباً سورج اور ہوا کا یہ اشتراک عمل سب سے زیادہ تعجب خیز ہے جس سے مٹی پیدا ہوئی۔ دونوں اجزا اپنی اپنی جگہ پر قوی ہیں اور برابر کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے کارخانے دنیا میں ہر مقام پر ہیں جن سے برابر محیر العقول نتائج ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

جب پہلے پہل یہ زمین بنی تو اس کی بالائی سطح ۴۰، ۵۰ میل سے زیادہ موٹی نہ تھی اور اس کے اوپر جا بجا پانی کے ذخیرے تھے۔ اور اگر سورج اور ہوا اس روئے زمین پر اپنا اپنا کام نہ کرتے تو کرۂ ارضی پر سیاہ مٹیوں کے ایک انبار کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ سورج اپنی دن رات کی مشقت سے ان ذخیروں کا پانی آسمان پر کھینچ کر لیجاتا ہے جہاں وہ بادلوں کی شکل میں بنجاتے ہیں اور ہوا انھیں ادھر سے ادھر اڑائے پھرتی ہے اور جہاں ضرورت ہوتی انھیں پھر پانی کی شکل میں تبدیل کرکے برسا دیتی ہے اس سے اس سطح ارضی پر بڑے بڑے چشمے اور دریا بنے جو ہر سال لاکھوں من مٹی اپنے ساتھ پہاڑوں سے بہا لاتے ہیں۔

بڑی سے بڑی پانی کھینچنے کی مشین چند ٹن سے زیادہ پانی ایکبار میں نہیں کھینچ سکتی، لیکن سورج لاکھوں ٹن پانی جو ہر سال کھینچتا رہتا ہے وہ اس کے لئے محض ایک بچوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔ بادل اگرچہ ہم کو ہوا میں اڑتے ہوئے ہلکے ہلکے نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کے اندر لاکھوں من پانی بھرا رہتا ہے اور ہوا ہی ہے جو اتنے وزنی بادلوں کو کنکوے کی طرح ادھر ادھر اڑائے پھرتی ہے۔ تخمینہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ صرف انگلستان اور ویلس کے اندر ایک سال میں ۱۰ ہزار ملین ٹن پانی برستا ہے جس کا ہر قطرہ سورج اور ہوا کے سہارے فضا میں معلق رہتا ہے۔ اب اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تمام دنیا میں جو ایک سال کے اندر بارش ہوتی ہے، وہ سب پانی آخر سورج اور ہوا ہی تو اپنے کاندھوں پر لئے رہتے ہوں گے۔

ان کے اس کام میں تھوڑی بہت مدد اور چیزیں بھی پہنچاتی رہتی ہیں مثلاً چاند کی روشنی سے مد و جزر آتا ہے جس سے ہزاروں من ریت سمندر کے اندر اور باہر آتی جاتی رہتی ہے۔ کہر اور پالا بھی ایک طرح سے اس کام میں معاون ہیں اور چٹانوں کے توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے میں ان کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے جس سے یہ مٹی بنتی ہے۔

یہ مٹی یا کیچڑ منوں کی مقدار میں ہر سال دریاؤں کے راستے سمندر میں آتی رہتی ہے اور یہ صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ تمام دریاؤں سے ملکر کتنی مٹی ہر سال سمندر میں آتی ہوگی۔ ایک دریائے مسی سپی (امریکہ) سے ہر سال ۴۰۰ ملین ٹن مٹی سمندر میں آتی ہے جس کو اگر باہر نکالکر پھیلایا جائے تو ایک مربع میل گڈھا جو ۲۰۰ فٹ گہرا ہو، اس سے بھر سکتا ہے۔ دریا یہ مٹی نہ صرف سمندر کے اندر ہی بہا لاتے ہیں بلکہ سیلاب کے زمانہ میں ہر سال اپنے دونوں کناروں پر بھی پھیلاتے رہتے ہیں اور اکثر دریاؤں کے کنارے کے ممالک اسی سے بنے ہوتے ہیں۔ مثلاً مصر دریائے نیل سے بنا ہے۔

یہ طریقہ لاکھوں برس سے جاری ہے اور ایک دریائے نیل کا مٹی لانا اس کے مقابل میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بڑے بڑے پہاڑ دریاؤں کے اس طریقۂ عمل سے گھس گھس کر نہ صرف آدھے تیہے رہ گئے ہیں بلکہ بہت سے تو سرے سے غائب ہو گئے ہیں۔ اس سطح ارضی کا چپہ چپہ تقریباً اسی مٹی سے بنا ہے اور جو حصہ اس زمین کا اس مٹی سے نہیں بنا ہے وہ آتش فشانی پہاڑوں کا حصہ ہے جو زمین کے اندر کی لائی ہوئی مٹی سے بنا ہے۔ دنیا میں یہ عمل اور رد عمل اتنی مدت اور اتنی شدت سے جاری ہے کہ خود پہاڑوں کے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی اسی مٹی کے انبار سے بنے ہیں۔ غرض پہاڑوں کی مٹی سے میدان اور میدان سے پہاڑ بننا سورج اور ہوا کا ایک ایسا کرشمہ ہے جو ایک عرصے سے اس کائنات کے اندر لوگوں کی عقلوں کو حیران کر رہا ہے۔

محمود غزنوی

(۲)

محمود کی یہی حرص وطمع تھی جس نے اس کے دامن شہرت پر وہ بدنما دھبہ لگایا جو باوجود اپنی عظیم الشان ملکی فتوحات اور علمی کارناموں کے بھی نہ مٹ سکا اور وہ دھبہ فردوسی کا واقعہ ہے۔

کہتے ہیں کہ جب سلطان نے فردوسی سے **شاہ نامہ** لکھنے کی فرمائش کی تو اس نے وعدہ کیا کہ اس کے ہر شعر کے عوض ایک اشرفی دوں گا۔ چنانچہ جب فردوسی نے ۶۰ ہزار اشعار کا **شاہ نامہ** لکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو حیرت سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور اس نے ۶۰ ہزار درہم (طلائی سکے) کی عوض ۶۰ ہزار دینار (نقرئی سکے) پیش کئے لیکن فردوسی نے بادشاہ کی اس وعدہ خلافی سے ناخوش ہوکر انکار کیا۔ کچھ عرصہ بعد جب بادشاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے اس کے ہاں درہم کی موعودہ مقدار بھجوائی لیکن وقت ہاتھ سے گزر چکا تھا کہتے ہیں کہ جس وقت درہموں سے لدے ہوئے اونٹ ایک دروازے سے پہونچے ہیں تو دوسرے دروازے سے فردوسی کا جنازہ نکل رہا تھا۔ اس کے بعد اس کی وارث ایک بیٹی رہ گئی تھی جس نے خزانے کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میرا باپ علمی و ادبی شہرت کی وہ دولت اپنے ساتھ لیگیا ہے جس کے آگے یہ خزانہ گرد ہے۔

محمود غزنوی امیر سبکتگین کا تیسرا بیٹا تھا۔ یہ اوائل عمر ہی سے جنگ و جدل کا عادی تھا۔ محمود ابھی گیارہ سال کا لڑکا ہی تھا کہ اسے خراسان کے لشکر کی سپہ سالاری سپرد ہوئی اور پندرہ سال کا مشکل سے ہوا ہوگا کہ اس نے بخارا کی سلطنت اپنے بھائی **اسماعیل** سے چھینی اور **بلخ** میں تاج شاہی اس کے سر پر رکھا گیا۔ یہ پہلا حکمراں گزرا ہے جس نے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ دربار خلافت کی طرف سے اسے اس کامیابی پر ایک نہایت شاندار خلعت اور "یمین الدولہ والدین" کا اعزازی خطاب عطا ہوا۔ اس صلہ میں بادشاہ نے خلیفہ بغداد سے یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ ہر سال ہندوستان پر جہاد کیا کرے گا اور اس نے اپنے اس وعدے کو تا آخیر دم تک پورا کیا۔

محمود کی فوجی طاقت نہایت زبردست تھی۔ اس کے پاس ۲۵۰۰ جنگی ہاتھی تھے۔ درباری شان وشوکت کا یہ حال تھا کہ ۴ ہزار غلام ہر وقت دست بستہ حاضر رہتے تھے، ۲ ہزار سنہری گرزوں کے ساتھ دائیں جانب اور ۲ ہزار نقرئی گرزوں کے ساتھ بائیں جانب۔ شاہانہ عظمت و جلال کا یہ عالم تھا کہ امرائے خراسان دربار میں حاضر ہوتے تو بغیر حکم کے اپنی جگہ پر نہ بیٹھتے۔ غرض محمود کی یہی فوجی طاقت و قوت اور شاہانہ شوکت و عظمت تھی جس کے آگے بڑے بڑے سورماؤں اور راجاؤں کے پاؤں نہ ٹکتے۔

اس نے ہندوستان پر ۱۷ بار فوج کشی کی اور ہر بار ایک نئے خطّہ اور نئے علاقہ پر کی۔ اس کا سب سے پہلا حملہ سرحد کے راجہ جے پال پر ہوا۔ پشاور کے قریب بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ راجہ ۳۰۰ جنگی ہاتھی، ۳۰ ہزار پیادے اور ۱۲ ہزار سواروں کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ **محمود** کے پاس صرف ۱۵ ہزار جانباز تھے جو جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے سر کٹانے کے لئے میدان میں آئے تھے۔ یہ لوگ ایسی بہادری اور بے جگری سے لڑے کہ تھوڑی ہی دیر میں راجہ کے اس عظیم الشان لشکر پر غالب آگئے۔ راجہ کی فوج کے ۱۵ ہزار سپاہی مقتول ہوئے، ۱۵ ہاتھی بالکل بے دست و پا ہوگئے اور ۵ لاکھ کے قریب آدمی گرفتار ہوئے جو دو دو روپیے میں غلام بنا کر غزنین کی گلیوں میں فروخت کئے گئے۔

محمود کے اس حملہ نے ہندوستان کی اندرونی چہار دیواری میں ایک شور برپا کر دیا تمام حکمرانوں اور راجاؤں کے دل خوف سے تھرا گئے۔ لیکن باوجود اس کے اس بیرونی حملہ کے خوف سے بھی ان کے دل آپس میں متحد نہ ہوتے اور ہر ایک اپنے اپنے علاقے اور حصے کا خود مختار راجہ بنا رہا۔ **محمود** نے دوسرے سال پھر حملہ کیا اور اسے پھر وہی کامیابی نصیب ہوئی اسی طرح وہ ہر سال چڑھائی کیا کرتا اور ہر مرتبہ فتح و کامرانی اسکے ہمرکاب ہوتی ایک ایک کر کے اس نے شمال و مغربی ہند کے تمام راجاؤں کو شکست دی اور انھیں اپنا مطیع کر لیا اسکا آخری حملہ قنوج پر ہوا جو شمالی ہند کے وسط میں واقع ہے اور نہ صرف یہیں تک بلکہ وہ مشرق میں بنارس تک بھی پہنچا ان حملوں سے صرف یہ ہوا کہ سلطان **محمود** کی تمام ہندوستان میں دھاک بیٹھ گئی بلکہ اسنے یہاں کے زر و جواہرات سے اپنے پایۂ تخت غزنین کو مالا مال کر دیا۔

جغرافیہ

نہر پناما

چار سو چھیاسی سال کا زمانہ گذرا کہ جینوا کے ایک باشندہ کولمبس نامی نے جانب مغرب ایک نئی دنیا کا سراغ لگایا جو آجکل امریکہ کہلاتا ہے۔

زمانہ میں انقلاب ہمیشہ رونما ہوتا رہتا ہے۔ ایک زمانہ میں امریکہ محض ایک وحشی قوم کا مسکن تھا۔ آج اس نے ایسا پلٹا کھایا کہ ہر حیثیت سے وہ تمام دیگر ممالک پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس کی تجارت کی چاردانگ عالم میں شہرت پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی زمین کی معدنیات اور پیداوار سے تقریبًا تمام دوسرے بیرونی ممالک فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اور یہ ملک جو پہلے ایسی ردی حالت میں تھا آج تہذیب و تمدن کا گہوارہ بن گیا ہے۔

تجارت کے فروغ نے اس بات کی ضرورت پیدا کر دی کہ جہازوں کے لئے بحری راستہ کی آسانی ہو تاکہ ہر وہ چیز جو انسان کی ضروریات سے تعلق رکھتی ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بآسانی پہنچ جائے۔

براعظم امریکہ کے قدرتًا دو حصے ہو گئے ہیں۔ ایک شمالی اور دوسرا جنوبی امریکہ کہلاتا ہے۔ شمالی امریکہ بہ نسبت جنوبی امریکہ کے زیادہ اہمیت رکھتا ہے ان دونوں حصوں کے درمیان ایک تنگ قطعہ زمین کا ہے جو دو زخار سمندروں کو جدا کرتا ہے۔ اور یہ قطعہ بالکل پہاڑی واقع ہوا ہے اس قطعہ کے درمیان میں حائل ہو جانے سے جہازوں کو اگر نیویارک یا شمال مشرقی امریکہ یا یورپ اور افریقہ وغیرہ سے سین فرانسسکو کو جانا ہوتا تھا تو پورے جنوبی امریکہ کا چکر لگانا پڑتا تھا جس میں بہت عرصہ لگتا تھا یعنی کم از کم دس یا گیارہ روز صرف ہوتے تھے اور چار یا پانچ ہزار میل کا فاصلہ طے کرنا ہوتا تھا۔ اس لئے فرانسیسی کمپنی نے اس تکلیف کو محسوس کیا اور انھوں نے شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ کے درمیان کا پہاڑی قطعہ کاٹنا چاہا۔ جب یہ رزولیوشن پاس ہو گیا تو انھوں نے کام بھی شروع کر دیا تھا۔ لیکن چونکہ سمندر سے زیادہ قریب تھی اس لئے تری کے باعث وہاں زہریلے مچھر پیدا ہو گئے تھے اور وہ مزدوروں کو کاٹ کر ہلاک کر دیتے تھے، اس لئے وہ غریب کام نہ کر سکتے تھے۔ مزدوروں کی کثرت اموات کی وجہ سے یہ مشہور ہو گیا تھا کہ اس جگہ بھوت پریت ہیں جو مزدوروں کو ہضم کر جاتے ہیں۔

مزدوروں کی ہلاکت اور دوسری مشکلات کے باعث فرانسیسی کمپنی نے اپنا ارادہ ترک کر دیا لیکن جب ممالک متحدہ امریکہ کو زیادہ اقتدار حاصل ہوا اور تجارت کو زیادہ فروغ ہوا اور سیاسی معاملات بھی پیش آنے لگے تو امریکہ بھی اس کی طرف توجہ کرنے پر مجبور ہوا۔ چونکہ یہ جگہ کولمبیا میں واقع ہے جو جنوبی امریکہ کے ماتحت تھا۔ حکومت شمالی امریکہ نے بڑی جد و جہد کے بعد اس خطہ کو آزادی دلائی۔ اور ایک ڈاکٹر کو ساحل پر بھیجا تاکہ وہ تفتیش کرے کہ یہاں اموات کیوں ہیں۔ اس نے اصل وجہ مچھروں کی زیادتی بتلائی اور تجربہ سے ثابت کیا کہ یہی انسان کی ہلاکت کے باعث تھے۔ اس کے بعد کئی ٹن مٹی کا تیل سمندر کے کنارے چھڑکا گیا جس سے وہ مچھر مر گئے۔

اس سے پہلے امریکہ کے انجنیروں کا خیال تھا کہ پہاڑ کو کاٹ دیا جائے لیکن پہاڑ کو کاٹنے میں بہت زیادہ عرصہ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ یہ پہاڑ سو فٹ بلند تھا اسلئے کونسل کی یہ رائے ہوئی کہ اس پہاڑ کے درمیان جو دریا بہتا ہے اور جسکا نام شگرے ہے اسکو روک دیا جائے اور مشرق سے ۸ میل اور مغرب سے ۷ میل تک نہر لاکر دریا میں ملا دی جائے۔ اور پہاڑ کے نیچے مغرب و مشرق میں دو لاکس بنائے جائیں اور جہازوں کو سمندر سے لاکر روک پر تھوڑی دیر ٹھہرایا جائے اور سمندر کے پانی کو بذریعہ آہنی دروازہ کے روک دیا جائے اور شگرے کا پانی اوپر سے روک میں گرنے دیا جائے۔ جب پانی گریگا تو جہاز خودبخود اوپر کی جانب اٹھیگا اور جب جہاز سو فٹ بلندی پر چڑھ جائیگا تو دوسرے کنارے تک اسکو بذریعہ شگرے کے پہنچایا جائیگا اور نیچے آنے کیلئے دروازے بند کر دیے جائینگے اور پانی کو موریوں کے ذریعہ خارج کر دیا جائیگا۔ اس خاکہ سے تمھیں صاف طور پر سمجھ میں آسکتا ہے۔ جب کونسل میں یہ رائے پاس ہو گئی تو کام شروع ہو گیا اور یہ نہر جسے "نہر پناما" کے نام سے موسوم کرتے ہیں، تھوڑے عرصہ میں بنکر تیار ہو گئی۔

نظم

پھول کے غائب ہو جانے پر بکاؤلی کا اضطراب

گلچیں نے وہ پھول جب اُڑایا
اور غنچۂ صبح گُل کِھلایا

وہ سبزۂ باغ، خواب آرام
یعنی وہ بکاؤلی گُل اندام

جاگی مُرغِ سحر کے غل سے
اٹھی نکہت سی فرشِ گُل سے

دھونے جو وہ آنکھ ملتی آئی
پُرآب وہ چشمِ حوض پائی

دیکھا تو وہ گُل ہوا ہوا ہے
کچھ اور ہی گُل کِھلا ہوا ہے

گھبرائی کہ ہیں کِدھر گیا گُل
جھنجھلائی کہ کون دے گیا جُل

ہے ہے مرا پھول لے گیا کون
ہے ہے مجھے خار دے گیا کون

ہاتھ اس پر اگر پڑا نہیں ہے
بُو ہوکے تو گُل اُڑا نہیں ہے

نرگس تو دکھا کدھر گیا گُل
سوسن تو بتا کدھر گیا گُل

سنبل مرا تازیانہ...... لانا
شمشاد انھیں سولی پر چڑھانا

تھرّائیں خواصیں صورتِ بید
ایک ایک سے پوچھنے لگی بھید

نرگس نے نگاہ بازیاں کیں
سوسن نے زباں درازیاں کیں

پتا بھی پتے کا جب نہ پایا
کہنے لگیں کیا ہوا خدایا

اپنوں میں سے پھول لیگیا کون
بیگانہ تھا سبزے کے سوا کون

شبنم کے سوا چرانے والا
در پردہ تھا کون آنے والا

جس کف میں وہ گُل ہو داغ ہو جائے
جس گھر میں ہو گُل چراغ ہو جائے

قصہ کہانی

جادو کی انگوٹھی

ایک شخص کے تین بیٹے تھے جو ایک ہی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے تھے ۔ یہ لڑکی ایک کسان کی بیٹی تھی جو اپنے علاقہ میں سب سے خوبصورت سمجھی جاتی تھی لیکن اسی گاؤں میں ایک بخیل شخص رہتا تھا جو اس لڑکی پر عاشق تھا ۔ کسان اس شخص کو زیادہ پسند کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ لڑکی کی شادی اسی سے ہو جائے ۔

غرض بڑے لڑکے نے سب سے پہلے کوشش کی تاکہ لڑکی بخیل کے ہاتھ نہ لگ جائے ۔ جب وہ جا رہا تھا کہ راستہ میں اس کو ایک بوڑھی سی عورت ملی جو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جادوگرنی ہے اس نے لڑکے کو لپکتے ہوئے جاتے دیکھ کر سلام کیا اور پوچھا کہ "آج صبح ہی صبح کہاں جا رہے ہو؟" لڑکے نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی ۔ جب وہ اس گاؤں میں پہنچا اور لڑکی سے اپنا مقصد بیان کیا تو اس نے ہنس کر اس کی درخواست کو ٹال دیا ۔

منجھلے لڑکے نے بھی اسی طرح قسمت آزمائی کی اور راستہ میں اس بوڑھی عورت کے سوال کا جواب دیئے بغیر اپنی راہ لی ۔ اسے بھی اسی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ۔ اس کے بعد سب سے چھوٹے لڑکے نے جرأت کی ۔ وہ ایک ہوشیار اور نرم مزاج لڑکا تھا لیکن اس کی ناک بہت لمبی تھی جس سے وہ بدصورت معلوم ہوتا تھا ۔ جب اس سے راستہ میں اس بوڑھی عورت نے پوچھا کہ "میاں صاحبزادے ! تم اس وقت کہاں جا رہے ہو" تو اس نے جواب دیا کہ "ایک نہ پورے ہونے والے مقصد کے لئے ۔ میں چاہتا ہوں کہ اس لڑکی سے میں بھی اپنی شادی کے لئے درخواست کروں"

بوڑھی عورت نے کہا "یہ نہ پورا ہونے والا مقصد کیوں ہو؟ اس سے تمھاری شادی ضرور ہوگی ۔ یہ انگوٹھی لو اور اپنی انگلی میں پہن لو اور کہو مبارک ہو"

چھوٹے لڑکے نے انگوٹھی اپنی انگلی میں پہن لی اور وہی کلمہ زبان سے کہا جس کے کہتے ہی اس کی ناک آدھا انچ چھوٹی ہو گئی اور وہ ایک نہایت خوبصورت لڑکا معلوم ہونے لگا ۔

اس کے بعد اس بوڑھی عورت نے اسے ہدایت کی کہ "اب اگر وہ لڑکی تم سے شادی کرنے کیلئے انکار کرے تو یہ انگوٹھی اسے پہنا دینا اور اس کے بعد جتنی بار تم کہو گے "نامبارک ہو" اتنی ہی مرتبہ اس کی ناک آدھا آدھا انچ بڑھتی جائے گی اور وہ اس طرح نہایت بدصورت ہو جائے گی اور تم سے شادی کرنے کیلئے راضی ہو جائے گی ۔ پھر تم کہنا "مبارک ہو" اور اس کی ناک رفتہ رفتہ اپنی اصلی حالت پر آجائے گی ۔

غرض وہ لڑکا اس گاؤں میں پہنچا اور چونکہ وہ لڑکی کہیں باہر گئی ہوئی تھی، وہ اس کے انتظار میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا کہ اتنے میں وہ بخیل بھی آپہنچا ۔ اس نے اس کے ہاتھ میں انگوٹھی جو دیکھی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا :-

"آہو ! یہ شادی کی انگوٹھی ہے ۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا" یہ کہکر اس نے انگوٹھی اس لڑکے کے ہاتھ سے نکال لی ۔ لڑکا جو ہوشیار ہوا تو اس نے دیکھا کہ انگوٹھی غائب ہے ۔ اس نے وہی لفظ زبان سے دہرانا شروع کیا "نامبارک ہو، نامبارک ہو" اور یہ کہتے ہی بخیل کی ناک بڑھنی شروع ہوئی ۔ اس نے جو یہ حالت دیکھی تو دوڑا ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میری ناک میں کچھ ہو گیا ہے ۔ آپ دوا کیجئے ۔" لیکن ڈاکٹر کے پاس اس کی دوا کہاں ! وہ دوڑا ہوا اس لڑکے کے پاس آیا ۔ لڑکے نے کہا کہ میری انگوٹھی مجھے واپس کر دو اور ایک ہزار اشرفیاں دو تو میں تمھیں ابھی اچھا کئے دیتا ہوں" بخیل نے غنیمت سمجھا اور اس شرط کو منظور کر لیا ۔ اس عرصہ میں لڑکی نے بھی بخیل کی اس بدصورتی کو دیکھ کر اس سے شادی کرنے کا ارادہ فسخ کر دیا تھا ۔ اب اس چھوٹے لڑکے نے اپنی شادی اس لڑکی سے کر لی اور وہ دونوں ایک ہی ساتھ ہنسی خوشی رہنے سہنے لگے ۔

سچّی خوشی

کسی زمانہ میں ایک شخص تھا جو ایک بوڑھی عورت کے ساتھ کسی گاؤں کے ایک جھونپڑے میں رہتا تھا۔ اس کے بیوی بچے کوئی نہ تھے اور اس کے تمام بھائی بہن بھی مر گئے تھے۔ بس لے دیکے یہی ایک عورت رہ گئی تھی جو اس کا کھانا وغیرہ پکاتی اور اس کے گھر کی نگرانی رکھتی۔

لیکن یہ شخص اپنی اس حالت پر بہت مطمئن تھا۔ اس کا ایک کتا تھا جو اس کی سیر و تفریح میں اس کا رفیق ہوتا۔ یہ شخص دن بھر اپنے کمرے میں آرام سے میٹھا دلچسپ کتابیں پڑھا کرتا۔ شام کے وقت وہ اپنے باغ میں ٹہلتا جس میں خوشنما رنگ برنگ کے پھول کھلے تھے۔ سردی میں صبح کے وقت وہ روٹی کا ٹکڑا لیکر اپنے دروازہ پر بیٹھ جاتا اور چڑیوں کو بلا کر انھیں اپنے ہاتھ سے روٹی کھلاتا اس خوشی اور اطمینان کی زندگی پر بھی وہ اپنے اندر محسوس کرتا کہ کوئی چیز ہے جس کی اسے ضرورت ہے۔ وہ اکثر رات میں تنہا بیٹھکر سوچا کرتا کہ آخر وہ کیا چیز ہے لیکن اس کو وہ بیان نہیں کر سکتا تھا۔

بالآخر سردی کے موسم میں ایک دن سہپر کو جب وہ اپنے کتے کے ساتھ ایک گلی میں سے ہو کر جا رہا تھا کہ اس نے ایک مزدور کو مع اپنی بیوی کے دیکھا جو کام کی تلاش میں ادہر ادہر پھر رہا ہے۔ مزدور بغل میں ایک بیمار بچہ لئے ہوئے ہے، بیوی ایک چھوٹی سی گاڑی پر دوسرے بچہ کو لیجا رہی ہے۔ دو بچے پیچھے لڑکھڑاتے ہوئے آرہے ہیں۔

جب یہ لوگ اسکے آگے سے گزر گئے تو وہ اپنے دل میں سوچنے لگا کہ مجھے انکو کچھ پیسے دینا چاہئے تھا۔ یہ لوگ بہت غریب اور مصیبت زدہ معلوم ہوتے ہیں۔ چند پیسوں میں میں کچھ مفلس نہ ہو جاتا۔

یہی سوچتا ہوا وہ گھر آ پہونچا اور انھی خیالات کو لئے ہوئے وہ سو گیا۔ رات میں وہ کیا دیکھتا ہے کہ وہی مزدور مع اپنے تمام کنبہ والوں کے اسکے سامنے سے گزر رہا ہے۔ اور وہ اپنے دل میں کھڑا سوچ رہا ہے کہ "ان کو اگر میں چند پیسے دے دیتا تو میرا کیا بگڑ جاتا!"

دوسرے دن صبح کو جب اسکی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے کتے کو لیا اور اس گلی کی طرف روانہ ہوا کہ شاید آج وہ پھر اسے ملجائیں۔ لیکن وہ اسے کہاں ملتے! وہ بہت مایوس اور مغموم گھر لوٹا اور اس فکر میں اسے نہ لکھنا پڑھنا اچھا لگتا، اور نہ باغ اور چمن کی سیر بھاتی تھی۔ اس نے دل میں یہ ٹھان لیا کہ اگلے دن وہ بڑی سڑک پر ٹہلنے جائیگا جہاں اسے کوئی نہ کوئی غریب شخص ضرور ملیگا۔ اور اسے حقیقی خوشی اسوقت تک نصیب نہ ہوگی جب تک وہ دوسروں کو خوش نہ کرلے گا۔ چنانچہ دوسرے دن وہ اپنے کتے کو ساتھ لے کر چلا۔ راستہ میں ایک جگہ پہونچا تو اس کا کتا ایک پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے شخص کو دیکھ کر بھونکنے لگا جس کے پیچھے کئی ایک بچے بھی تھے اس نے بلایا اور ایک اٹھنی جیب سے نکال کر دی اور کہا کہ لو اس سے بازار میں سے کچھ چیز لے کر کھا لینا۔

جب وہ شخص اٹھنی لے کر چلا گیا تو یہ اپنے دل میں سوچنے لگا کہ اٹھنی سے بھلا ان کا کیا ہو سکتا ہے! مجھے ان کو روپیہ دینا چاہئے تھا۔ وہ اسی سوچ میں تھا کہ اسے ایک بیوہ عورت نظر آئی جو ایک بچہ کو گود میں اٹھائے ہوئے تھی اور دوسرے کو انگلی پکڑا کر لئے جا رہی تھی۔ وہ اس کی طرف بڑھا اور جیب سے روپیہ نکال کر پوچھا کہ "کیا یہ تمھیں کافی ہوگا؟" اس عورت نے یہ چمکتی ہوئی چیز جو اس کے ہاتھ میں دیکھی تو جھٹ ہاتھ بڑھا کر لے لیا اور کہا ہاں بہت کافی ہوگا۔

اب اس کے دل میں کچھ سچی خوشی کی جھلک نظر آنے لگی اور وہ محسوس کرنے لگا کہ حقیقی مسرت حاصل کرنا کتنا آسان کام ہے پھر بھی لوگ اس دولت کو نہیں حاصل کرتے میں نے صرف ڈیڑھ روپیہ صرف کیا ہے لیکن مجھے اس سے کہیں زیادہ صرف کرنے پر بھی کبھی اسکی آدھی خوشی نصیب نہیں ہوئی جتنی آج ہوئی ہے۔

اب اس کو اپنی زندگی میں ایک نیا لطف آنے لگا۔ کتابوں کا

مُرغی کا نرالا بچّہ

ایک بڑی سی مرغی نے ایک بڑے سے ٹوکرے میں بہت سی گھاس پھوس اکٹھا کی اور نرم نرم گھاس پر بہت سفید سفید انڈے رکھے - اور رات دن ان پر بیٹھنا شروع کیا - ایک ہفتہ گذرا، ۲ گذرے - ۳ گزرے کہیں اکیسویں دن جاکر انڈے کھٹ کھٹ ٹوٹنا شروع ہوئے اور ہر انڈے میں سے ایک ایک چھوٹا ننھا منا بچہ نکلا - ان کے چھوٹے چھوٹے پر کیسے نرم تھے اور کیسے گرم - ہر بچہ روئی کا گالا معلوم ہوتا تھا - ماں بھی کتنی خوش ہوگی! لیکن پھر بھی اسے ابھی ذرا سی فکر باقی تھی - ایک انڈا رہ گیا اور اس میں سے ابھی تک کچھ نہ نکلا تھا - بیچاری ماں اس کو اپنے پروں سے گرمی پہونچا رہی تھی اور اللہ میاں سے دعائیں مانگ رہی تھی کہ انہیں سے بھی ایسا ہی خوبصورت سا بچہ نکلے جیسے اور انڈوں سے نکلے ہیں۔

اسی فکر میں دعائیں مانگتے مانگتے دو دن گذر گئے کہ چوبیسویں دن صبح تڑکے انڈے کے اندر سے کسی نے کھٹ کھٹ کر کے انڈے کو توڑ دیا - انڈا جو ٹوٹا تو ایک ننھا سا بچہ نکلا -

یہ بچہ بھی نرالا تھا - ایسا کالا جیسے کاجل - یا جیسے کوئلہ کالا ہوتا ہے - یا اگر تم نے دیکھا ہو تو جیسے حبشی کا چہرہ یا جیسے رات کا اندھیرا - اور اس پر سے طرہ یہ کہ اس بچہ کے ایک ہی بازو تھا - ایک ہی ٹانگ تھی اور ایک ہی ننھی سی آنکھ - جو اس آدھے لنڈورے کو دیکھتا اسے ہنسی آجاتی - اس پر لطف یہ کہ یہ میاں لنڈورے تھے بھی بڑے شریر اور ہمیشہ نئی نئی باتیں سوچتے تھے -

ایک دن یہ نرالا بچہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہنے لگا! "اماں - میں گھر میں نہیں رہوں گا - میں تو جاکر بادشاہ کا محل دیکھوں گا اور بادشاہ سے ملوں گا" "ارے میرے پیارے - میرے ننھے لنگڑو" ماں نے کہا "تم کیسی باتیں کرتے ہو - مجھے ان باتوں سے ڈر لگتا ہے - چھوٹے بچوں کو چاہئیے چین سے گھر پر رہیں اور ماں کے پروں میں خوب گرم گرم رات کاٹیں" لیکن میاں لنگڑے نے ایک نہ سنی - سر ہلایا، اپنا ایک بازو پھڑپھڑایا، اپنی کانی آنکھ ادھر ادھر ہلائی - اور "چیپ، چیپ - خدا حافظ" کہتے ہوئے اچک اچک کر لنگڑاتے ہوئے گھر سے نکل گئے - سڑک کے کنارے ایک آگ جل رہی تھی - اس کے پاس پہنچے - آگ نے کہا "میاں لنگڑے، ذرا اپنی ننھی سی چونچ میں دو چار تنکے اٹھا لاؤ اور مجھے دے دو کہ میں ذرا دیر اور جل لوں" مگر میاں لنگڑے نے ایک نہ سنی - اپنا سر ہلایا، اپنا ایک بازو پھڑپھڑایا اپنی کانی آنکھ اِدھر اُدھر ہلائی اور "چیپ - چیپ - نہیں - نہیں خود جلدی ہے - ہم بادشاہ سے ملنے جا رہے ہیں" کہتے ہوئے آگے چل دیئے -

کچھ دیر چلے تو ایک چھوٹا سا چشمہ ملا - اس کا پانی سڑک کے کنارے کنارے بہہ رہا تھا - چشمہ نے کہا "میاں لنگڑے دیکھو میرے راستہ میں یہ دو چار پتھر آپڑے ہیں انھیں ذرا اپنی چونچ سے ہٹا دو کہ میں زیادہ آرام سے بہہ سکوں" مگر میاں لنگڑے نے ایک نہ سنی - اپنا سر ہلایا، اپنا ایک بازو پھڑپھڑایا - اپنی کانی آنکھ ادھر ادھر ہلائی اور "چیپ - چیپ - نہیں، نہیں خود جلدی ہے، ہم بادشاہ سے ملنے جا رہے ہیں" کہتے ہوئے آگے چل دیئے -

لنگڑاتے ہوئے کچھ اور آگے بڑھے تو ایک جھربیری کی بڑی سی جھاڑی ملی - جھاڑی کے کانٹوں میں بے چاری ہوا کا دامن پھنس گیا تھا اور وہ ادھر ادھر سے نکل نکل کر چلاتی تھی - اس نے نرالے مرغی کے بچہ کو جو دیکھا تو ہوا بولی "میاں لنگڑے مسافر، خدا واسطے رحم کرو اور مجھے اس جھاڑی میں سے نکال لو اس کے کانٹے بڑے تیز ہیں اور بہت چبھتے ہیں" مگر میاں لنگڑے ایک نہ سنی - اپنا سر ہلایا، اپنا ایک بازو پھڑپھڑایا، اپنی کانی آنکھ ہلائی اور منہ بنا کر "چیپ -

چپ چپ - نہیں - ہمیں خود جلدی ہے - ہم بادشاہ سے ملنے جا رہے ہیں ۔ کہتے ہوئے آگے چل دیئے - اور کودتے پھاندتے بادشاہ کے محل میں پہونچ گئے -

بادشاہ کا باورچی ایک مرغی کا چوزہ پکڑنے نکلا تھا کہ بادشاہ کے ناشتہ کے لئے پکائے - اس نے جو میاں لنگڑے کو اچکتے دیکھا تو انھیں جھٹ سے پکڑ لیا اور دیگچی میں ڈال آگ پر چڑھا ہی تو دیا - میاں چوزے نے چلانا شروع کیا - دُہائی ہے دہائی - بی آگ بادشاہ سلامت کی دہائی ہے - خدا کا واسطہ ہے - مجھے جلاؤ نہیں" مگر آگ برابر جلتی گئی اور جلاتے گئی - اور اس نے جواب دیا کہ " نہیں نہیں - اب میرا موقع ہے - میں تمھاری مدد نہ کروں گی - جب مجھے ضرورت تھی تو تم جلدی میں تھے - اب مجھے جلدی ہے" تھوڑی دیر تک میاں چوزے اس میں پڑے ابلتے رہے کہ بادشاہ کا بڑا باورچی آیا - اس نے جو ڈھکنی اٹھا کر دیکھا کہ یہ چوزہ تو کالا کوئلہ سا ہے اور اس کی ہر چیز آدھی ہی آدھی ہے تو اس نے دیگچی سے نکال کر اسے پھینک دیا - اور باورچی سے کہا کہ دوسرا چوزہ لاؤ - یہ کالا چوزہ بادشاہ کے سامنے نہیں جا سکتا - باورچی خانے میں ایک نالی تھی لنگڑا چوزہ اس کے پاس گیا اور کہنے لگا میاں پانی بھتیں بادلوں کی قسم، سمندر کی قسم ذرا مجھے ٹھنڈا کر دو - بالکل جل گیا ہوں" مگر نالی میں پانی آہستہ آہستہ بہے گیا اور اس سے مسکرا کر بولا " نہیں نہیں - میں تمھاری مدد نہیں کر سکتا - جب مجھے تمھاری ضرورت پڑی تھی تو تم اس وقت کیسی جلدی میں تھے - اب میرا موقع ہے - میں جلدی میں ہوں" ادھر سے ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور میاں چوزے اس میں اڑ گئے - اب انھیں ڈر لگنا شروع ہوا کہ نہ جانے یہ ہوا کہاں لے جا کر پھینکے - تو اب لگے ہوا کی خوشامد کرنے کہ " بی ہوا - مجھے ادھر ادھر دھکے نہ کھلاؤ - ذرا چین سے رہنے دو" لیکن ہوا نے ہنس کر سیٹی بجائی اور کہا " نہیں نہیں اب مجھ سے کیا مدد مانگتے ہو - جب مجھے تمھاری ضرورت تھی تو تم بڑی جلدی میں تھے - اب میں جلدی میں ہوں - میرے پاس وقت نہیں کہ تمھاری بات سنوں" یہ کہکر ہوا نے جو زور سے اوپر کا رخ کیا ہے تو میاں لنگڑے ایک مینارہ کی چوٹی پر جا کر اٹک گئے اور ابھی تک وہیں لٹکے ہیں تاکہ جب ہوا چلے تو اس کے ساتھ مڑ کر لوگوں کو ہوا کا رخ بتائیں -

مرغی کا کوئی چھوٹا بچہ اب اگر اس کے پروں سے نکل کر ادھر ادھر جاتا ہے تو دکھیاری مرغی ٹھنڈا سانس بھرتی ہے اور انھیں اس لنگڑے بھائی کا قصہ سناتی ہے جو شرارت کی وجہ سے اب ہمیشہ کے لئے مینارہ پر سے لوگوں کو ہوا کا رخ بتلاتا ہے -

---

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۲ کا)

پڑھنا، باغوں کا ٹہلنا، چڑیوں کا کھلانا اب اس کو دو چند مزہ دینے لگا - لیکن اس کی خوشی کی مد یہیں تک آ کر ختم نہیں ہو جاتی -

ایک دن صبح کو جب وہ نہا دھو کر ہاتھ منہ پونچھ رہا تھا تو یکبارگی اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ چاندی کے چند سکّے دے کر اگر اسے اتنی خوشی ہو سکتی ہے تو سونے کے سکوں سے بھلا کتنی ہوگی!

یہ سوچ کر وہ ہر روز علی الصباح گھر سے نکل جاتا اور سڑک پر جو کوئی غریب دکھیا اسے ملتا وہ اسے جیب سے نکال کر ایک اشرفی دیتا اور پوچھتا کہ تمھاری لئے کافی ہوگا غریب یہ پیلی پیلی چیز دیکھ کر متحیر ہو جاتا اور اس سے کچھ بن نہ پڑتا کہ کن لفظوں میں وہ اس کا شکریہ ادا کرے -

یہ مشغلہ اس کا برابر جاری رہا یہاں تک کہ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس نے ایک گاڑی خریدی اور اس پر بیٹھ کر ہر روز نکلتا اور جو کوئی غریب اور مفلس صورت نظر آتا، وہ اسکے فیض کرم سے سیراب ہوتا -

کہتے ہیں کہ جب وہ مرنے لگا تو اس نے کیا دیکھا کہ غریبوں اور مفلسوں کا ایک مجمع اس کے سامنے کھڑا ہے جو اسے ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں دے رہے ہیں - یہ دیکھکر اس شخص کا چہرہ دمک اٹھا اور وہ نہایت بشاش بشاش اس جہاں سے رخصت ہوا -

بحکم جناب شیخ الجامعہ صاحب زیر اہتمام سید عابد حسین صاحب پرنٹر و پبلشر جامعہ ملیہ پریس دہلی میں چھپکر دفتر پیام تعلیم سے شائع ہوا۔